# زٹل نامہ

## [کُلّیاتِ جعفؔر زٹلّی]

مُرتّب

رشید حسن خاں

# زٹل نامہ

## [کُلّیاتِ جعفرزٹلّی]

مُرتِّب:

**رشید حسن خاں**

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۶۰۶



سنِ اشاعت : ۲۰۱۱ء
اڈیشن : دوسرا
قیمت : ۲۵۰؍روپے
بہ اہتمام : اختر زماں
سرورق : جاوید رحمانی
کمپوزنگ : عبدالرشید
طباعت : ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ، دہلی۔

**Zatal Nama (Kulliyat-e-Jafar Zatalli)**
Edited by : **Rasheed Hasan Khan**
**Price : 250.00**
**2011**

**ISBN : 81-7160-159-6**

**Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)**
Urdu Ghar : 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002
Phone : 011-23236299-23237210, Fax : 011-23239547
E-mail: anjuman.urdughar@gmail.com
www.anjumantaraqqiurduhind.org

# انتساب

محبِّ مکرّم

الحاج عبدالوہّاب خاں سلیم

کے نام

# فہرست

## مقدمۂ مرتّب



## حصّۂ نثر

# مقدّمۂ مرتّب

## تمہید

یہ بات غالباً ۱۹۶۸ کی ہے [سنہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں] کہ سردار جعفری مرحوم نے اپنے رسالے گفتگو کے لیے مضمون کی فرمایش کی۔ یہ بھی کہا کہ جعفر زٹلی کو بہت نظرانداز کیا گیا ہے؛ اگر اُس سے متعلق کچھ لکھا جاسکے تو خوب ہو۔ اُس وقت تک جعفر کی شاعری سے میری واقفیت سرسری تھی، ذہن میں یہ خیال بیٹھا ہوا تھا کہ یہ محض فحش نگار اور ہجوگو شاعر تھا۔ اُس کی حقیقی اہمیت سے میں بے خبر تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کس موضوع پر مضمون کی فرمایش کی جارہی ہے۔ مرحوم کی باخبری اور ذہانت کا میں قائل تھا، اِس لیے خیال کیا کہ کوئی نہ کوئی بات ہوگی ضرور۔ اُس مضمون کے لیے میں نے کوشش کی کہ جعفر اور کلامِ جعفر سے متعلق جس قدر مآخذ دست یاب ہوسکیں، اُن سے استفادہ کیا جائے۔ اِس طرح کلامِ جعفر کی لسانی اور تاریخی اہمیت کا پہلی بار علم ہوا۔ ہاں، ایک کمی یہ رہ گئی تھی کہ دیوانِ جعفر کا بس ایک موخر مطبوعہ نسخہ (مطبعِ محمدی دہلی کا) مل سکا تھا [جس میں طرح طرح کے اغلاط بھی ہیں اور غیر معتبر کلام بھی شامل ہے]۔ مضمون تو لکھ لیا گیا لیکن یہ احساس دل میں خلش پیدا کرتا رہا کہ جعفر کے مکمل کلامِ نظم و نثر کو مُدوّن کرنا بہت ضروری ہے۔ اُس ضروری کام کو انجام دینے کی نوبت اب آپائی ہے۔

شیرانی صاحب کو اِس اعتبار سے اوّلیت کا شرف حاصل ہے کہ اُنھوں نے، عام اہلِ قلم کی روش کے برخلاف، پہلی بار کلامِ جعفر کی اہمیت اور اُس کی اوّلیت کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ اُنھوں نے اپنی کتاب پنجاب میں اردو میں احوالِ جعفر کے ذیل میں لکھا ہے:

> ''پچھلے تذکرہ نگاروں نے اُن کا ذکر کیا ہے اور اردو شعرا میں مانا ہے؛ لیکن حال کے تذکرہ نویسوں نے اُن کے نام پر پردہ ڈال دیا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے یہ کہہ کر اُن سے پیچھا چھڑایا ہے کہ زٹل کا کیا بھروسا؛ (۱) لیکن اردو

(۱) ''میر جعفر زٹل کے کلام کو میں محمد شاہی، بلکہ اُس سے پہلے زمانے کا نمونہ کہتا؛ مگر زٹل کا اعتبار کیا'' [آبِ حیات، مطبوعۂ ۱۸۹۹ء، ص ۳۱]۔

کی تاریخ میں، اُن کے خاردار اور داغ دار مضامین کے باوصف، میر جعفر سے اعراض نہیں کر سکتے؛ اِس لیے کہ ہندستانی اردو نگاروں میں اُن کا نمبر بہت پہلے ہے۔ اُن کا اور ولی کا زمانہ ایک ہی ہے، اُس لیے دہلی میں ولی کے متبعین سے اُن کا زمانہ اقدم ہے...... زبان کی وہ شاہراہ، جو بہ تقلیدِ دکن عہدِ محمد شاہ میں قائم ہوئی ہے، اُس وقت تک تیار نہیں ہوئی تھی۔ اُن کا کلیات اگرچہ مختصر ہے، تاہم اُس میں ہم سیکڑوں عجیب و غریب الفاظ پاتے ہیں، جو آج متروک ہیں۔ لفاظی میں نظیر اکبرآبادی سے کم نہیں ہیں۔ اُن کی طباعی و ذہانت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ زبانِ اردو کا ایک بڑا ذخیرہ اُن کے کلیات میں موجود ہے۔''

شیرانی صاحب محقق تھے، یوں اُن کی ساری توجہ لسانی پہلو پر مرکوز رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ جعفر کا کلام جس طرح شمالی ہند میں ارتقاے زبان کی پہلی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے، اُسی طرح سماجی مسائل و مشکلات کے پُرزور اور پُرشور بیان کے لحاظ سے جعفر اردو کا اوّلین شاعر ہے جس نے اپنے عہد کی ترجمانی کی ہے۔ جس کا کلام اِس پر گواہی دیتا ہے کہ دہلی میں اردو شاعری کا آغاز غزل کی روایت سے نہیں ہوا، احتجاجی شاعری نے نظموں کی شکل میں اپنے نقش درست کیے تھے۔

## حالاتِ زندگی

جعفر کے حالاتِ زندگی معلوم نہیں۔ تذکرہ نویسوں نے جو کچھ لکھا ہے، اُس سے ضروری تفصیلات معلوم نہیں ہوتیں۔ اُنھوں نے بس اِس پر زور دیا ہے کہ مردے بود ہزّال، وہ نادرۂ زمان و اعجوبۂ روزگار تھا، زبانِ گزندہ رکھتا تھا، مُنہ پھٹ اور شوخ مزاج آدمی تھا، سخنوری کی بنیاد زیادہ تر ہزل پر تھی (وغیرہ)۔ البتہ مجموعۂ نغز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جعفر نارنول کا رہنے والا تھا اور سیّد تھا۔ ''میر جعفر مرحوم، المعروف بہ جعفرزٹلی، دے مردے بود از ساداتِ نارنول'' (ص ۱۶۷)۔ اُس کے خاندان کا احوال کسی تذکرہ نگار نے نہیں لکھا۔ اُس کا سالِ ولادت بھی معلوم نہیں (جمیل جالبی نے اپنی تاریخ ادبِ اردو کی دوسری جلد کے حصۂ اوّل میں یہ لکھا ہے کہ ''وہ شاہ جہاں کے آخری دور میں جوان تھا'' (ص ۹۵)۔ اُنھوں نے یہ صراحت کردی ہے کہ یہ محض قیاس ہے اور اُن کی یہ بات درست ہے۔ قیاساً جو بھی کہا جائے، قطعیت کے ساتھ کسی سنہ کا تعین [موجودہ معلومات کی روشنی میں] نہیں کیا جاسکتا۔

زرِ جعفری نام کی ایک کتاب میں جعفر کے مفصل خاندانی حالات لکھے ہوئے ہیں۔ شیرانی صاحب نے اپنی کتاب پنجاب میں اردو میں بعض حالات اُسی کتاب سے لکھے تھے، اُسی میں یہ بھی لکھا تھا کہ ''اورنگ زیب کی تخت نشینی اور میر جعفر کی ولادت ایک ہی سال کے واقعے ہیں'' (ص ۱۹۵) اور یہ کہ جعفر کے والد کا نام ''سیّد عباس'' تھا، جن کا پیشہ دُکان داری تھا، اُن کے چچا کا نام ''میر سرور'' تھا اور ''صفدر'' اُن کے چھوٹے بھائی کا نام تھا (وغیرہ)۔ یہ سب مولفِ زرِ جعفری کی گپ ہے۔ اُس نے خود سارے حالات گڑھ لیے ہیں۔ بعد کو شیرانی صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ کتاب قطعی طور پر غیر معتبر ہے۔ انھوں نے ایک مفصل مضمون میں اِس کتاب کے غیر معتبر ہونے کی تفصیلات لکھی ہیں۔ یہ مضمون مقالاتِ شیرانی (مرتبہٗ مظہر محمود شیرانی) کی نویں جلد میں شامل ہے۔

نام ''محمد جعفر'' تھا۔ یہ بات قطعیت کے ساتھ اُس رقعے سے معلوم ہوتی ہے جس کا عنوان ہے: ''رقعہٗ سیّد ائل کہ از نارنول فرستادہ بود''۔ اِس رقعے کا آغاز اِس طرح ہوتا ہے: ''پناہِ بڑائی و چوڑائی میر محمد جعفر زٹلی بڑے بھائی''۔ اِسی رقعے میں ہے: ''پریتِ آں ہم وطن و امنگ و اشتیاقِ ملاقاتِ آں یگانۂ آفاق''۔ ''ہم وطن'' سے مجموعۂ نغز میں قاسم کے اِس قول کی بھی تصدیق ہوجاتی ہے کہ اُس کا وطن نارنول تھا [یہ ہریانے میں ہے]۔

جالبی صاحب نے محوّلہٗ بالا تاریخِ ادب میں لکھا ہے: ''وہ میر نہیں، میرزا تھے'' (ص ۹۱)۔ یہ قطعاً درست نہیں۔ یہ ثابت ہے کہ جعفر سیّد تھے۔ قاسم نے اپنے تذکرے میں اُن کے متعلق لکھا ہے: ''مردے بود از ساداتِ نارنول''۔ میر حسن نے بھی اپنے تذکرے میں ''میر جعفر'' لکھا ہے۔ علاوہ بریں، جعفر نے کئی جگہ خود کو ''میر جعفر'' لکھا ہے۔ اُس نے ''اخباراتِ سیاہۂ دربارِ معلّیٰ'' میں لکھا ہے: ''بہ عرض رسید کہ میر جعفر زٹلی مدحِ امیر الامرا گفتہ بود'' (اندراج ۴۳)۔ ''بہ عرض رسید کہ میر جعفر زٹلی شاعر و مصنفِ زٹل نامہ'' (ایضاً ۴۹)۔ ''میر جعفر زٹلی بہ علتِ خرخشۂ زنِ ناموافق در خانہ کم باشد'' (ایضاً ۴۸)۔ ''دیدہ و دانستہ بہ میر جعفر اسپ معاف فرمودیم [حصۂ منظومات: ''شہ زادہ کام بخش سے متعلق چار نظمیں'']۔ اِس اعتبار سے اُن کا پورا نام ''میر محمد جعفر'' ہوا۔ [اِس میں ''محمد جعفر'' اصل نام ہے اور ''میر'' سابقہ ہے جو سیّد ہونے کو ظاہر کرتا ہے'']۔

کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے بیٹے شاہ زادہ کام بخش کی فوج میں ملازم تھے اور دکن کے معرکوں میں شامل رہے ہیں۔ دیکھیے حصۂ منظومات میں ''شہ زادہ کام

بخش سے متعلق چار نظمیں''۔ کام بخش کی نہایت فحش ہجو کہی تھی (ایضاً) جس کی پاداش میں نوکری سے الگ کردیے گئے (ایضاً)۔ اُن چار نظموں میں وہ نظم جس کی ردیف ہے ''اب کیسی بنی'' اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''دکن بدر'' کردیے گئے تھے، البتہ شاہ زادے نے کوئی مزید سزا نہیں دی (وہ جعفر کو بہت مانتا تھا)۔ اُس نے خود بھی کہا ہے: با بادشہ تئیں بیَر کی، سر پر خدا نے خیر کی (ایضاً)۔ اِس نظم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ زادہ جعفر کا بہت قدرداں تھا اور یہ بھی کہ ہجو لکھ کر جعفر بہت پشیمان ہوا تھا:

از لفظِ بے معنیٔ خود، وزلافِ لایعنیٔ خود　　محتاجی از ہر خشک و تر، کہ جعفر اب کیسی بنی
با ناز و نعمت بودہٗ، سر بر فلک فرسودہٗ　　اکنوں کجا آں بار و بر، کہ جعفر اب کیسی بنی

غالباً اُس دربدری کے بعد وہ دہلی آیا ہوگا، پھر یہیں مستقلاً رہنے لگا۔ دہلی میں اُس کا مستقل قیام مختلف تذکروں میں مندرج بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ قاسم نے مجموعۂ نغز میں لکھا ہے کہ وہ کچھ دن تک شاہ زادہ محمد اعظم کی سرکار میں ملازم رہا ہے: ''یک چند در سرکارِ دولت مدارِ شاہ زادۂ معظم محمد اعظم شاہ بہادر بہ جرگۂ خواصانِ خاص عزِ امتیاز داشت'' (ص ۱۶۷)۔ نکات الشعراء میں میر نے لکھا ہے: چوں پیشِ اعظم شاہ باریاب شد، ایں شعر در مدحِ او بدیہۃً گفت:

نگینِ سلیماں کہ تابندہ بود　　ہمیں اسمِ اعظم برو کندہ بود

''صلۂ لائق بہ جائزۂ ایں مطلع یافت'' (نکات الشعراء، طبع اوّل، ص ۳۰)۔ معلوم نہیں کہ وہ شاہ زادے محمد اعظم کی خدمت میں بہ طورِ رسم و روایت محض باریاب ہوا تھا، یا اُس کا ملازم بھی رہا تھا۔ ملازمت کی تائید کسی اور اندراج سے نہیں ہوتی۔ اگر ملازم رہا بھی ہوگا تو یہ بہت پہلے کی بات ہوگی، یعنی کام بخش کی فوج میں ملازمت سے پہلے کی۔

''زٹلی'' نام کا جُز بن گیا ہے۔ یہ خود جعفر کا اختیار کردہ ہے۔ اُس نے اِسی نسبت سے اپنے دیوان کا نام ''زٹل نامہ'' رکھا تھا۔ اُس نے خود ہی لکھا ہے:

جعفرا! شکر کُن کہ در عالم　　جا بہ جا نامِ تو زٹلی شد
شہرتِ مرد بہتر از ہر قسم　　ہر کہ گم نام زیست، لُلّی شد

قاسم نے مجموعۂ نغز میں لکھا ہے: ''می گفت کہ ہر چند سعی خواہم کرد، سعدیِ شیرازی و فردوسیِ طوسی نخواہم شد۔ زٹل می گویم تا ممتازِ عالم باشم'' (ص ۱۶۷)، شہرت تو اُسے ملی اور بہت۔ مشہور ہے کہ درج ذیل سکّہ کہنے کے جرم میں مغل بادشاہ فرخ سیر نے اُسے قتل کرادیا تھا:

سکہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر　　　بادشاہ تسمہ کش (۱) فرخ سیر

شیرانی صاحب نے ولیم بیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ شاہی سکّے کی بیت کے جواب میں مضحک نگاری کی بنا پر فرخ سیر کے حکم سے قتل کیا گیا (مقالاتِ شیرانی، جلدِ نہم، ص ۳۰۸)۔ اس جلد کے مرتب مظہر محمود شیرانی نے حواشی میں بیل کی اصل عبارت بھی نقل کر دی ہے۔ شورش نے لکھا ہے: ''روزے بعدِ انتقالِ نواب ذوالفقار خاں بہادر ایں شعر فرمودہ: سکہ زد بر گندم و...... ازیں خبر مزاج بادشاہ برہم گشت و ایشاں را بہ جنّت فرستاد'' (تذکرۂ شورش: دو تذکرے، جلدِ اوّل ص ۱۶۳)۔

نواب ذوالفقار خاں کو تاریخِ محمدی کی روایت کے مطابق ۱۶/محرم ۱۱۲۵ھ کو مروا دیا گیا تھا [بعضوں نے تاریخ ۲۳/ذی الحجہ ۱۱۲۴ھ لکھی ہے]۔ اس بنا پر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بہ خیالِ غالب ۱۱۲۵ھ ہی میں جعفر کو قتل کرایا گیا ہوگا۔ اس سنہ کی تائید ایک بیاض کے اندراج سے ہوتی ہے جسے جالبی صاحب نے اپنی تاریخِ ادبِ اردو میں درج کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے:

''ایک اور بیاض میں یہ قطعۂ تاریخِ وفات ملتا ہے:

---

(۱) ''تسمہ: بندِ چرمیکہ بداں چیزے راببندند: دوالِ چرمی'' (فرہنگِ فارسی)۔ ''تسمہ: چمڑے کی پتلی ڈوری جو دو ڈیڑھ انچ تک چوڑی ہوتی ہے، لمبائی مقرر نہیں: چابک، کوڑا'' (اردو لغت)۔ ''تسمہ کش: کھال کھینچنے والا، کوڑے مارنے والا، جلاد'' (ایضاً)۔ مغل بادشاہ فرخ سیر کے لیے مشہور ہے کہ اُس نے کئی امرا کو تسمے سے گلا گھونٹ کر مروا دیا تھا۔ نواب ذوالفقار خاں کے سلسلے میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ اُن کو اِسی طرح گلا گھٹوا کر مروا دیا تھا (تاریخِ محمدی ص ۳۱)۔ اُن کے والد اسد خاں کو بھی اسی طرح مروا دیا تھا۔

امیر الامرا نواب ذوالفقار خاں ''از اعاظم امرائے عالم گیری و شاہ عالمی و جہاں دار شاہی'' (تاریخِ محمدی)۔ فرخ سیر اور جہاندار شاہ کی جنگ میں ذوالفقار خاں جہاندار شاہ کے طرف دار تھے۔ جب جہاندار کو شکست ہوئی تو یہ اپنے والد اسد خاں کے مجبور کرنے پر فرخ سیر کے حضور میں اس توقع پر حاضر ہوگئے تھے کہ وہ عفو سے کام لے گا؛ لیکن اُس نے جہاندار شاہ اور ذوالفقار خاں دونوں کو ایک ہی دن (یکشنبہ ۱۶/محرم ۱۱۲۵ھ) گلا گھٹوا کر مروا ڈالا تھا (مآثر الامرا جلدِ دوم)۔ فارسی کے مشہور شاعر ناصر علی کا یہ مطلع انھی نواب ذوالفقار خاں کی مدح میں ہے:

اے شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار　　　نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

کئی کتابوں (مثلاً مفتاح التواریخ) میں یہ سکّہ ملتا ہے:

سکّہ زد از فضلِ حق بر سیم و زر　　　بادشاہِ بحر و بر فرخ سیر

یہ سنجیدہ سکّہ کس کا کہا ہوا ہے، معلوم نہیں؛ نظر بہ ظاہر جعفر نے اس کی پیروڈی کی تھی۔

چھٹے سب باوفا جیون کے ساتھی	لگی تن من میں اب ویتاگ کی آگ
''حویلی'' چھوڑ، یو بولا زٹلی	''اندھیری گور میں لٹکن لگے پاگ''

چوتھے مصرعے سے ۱۱۸۹ نکلتے ہیں اُس میں سے ''حویلی'' کے ۶۴ نکالنے سے سنہ وفات ۱۱۲۵ھ/۱۳-۱۷۱۲ء برآمد ہوتے ہیں'' (جلدِ دوم، حصّہٗ اوّل، ص ۹۴)۔

اس طرح اس خیال کی توثیق ہوجاتی ہے کہ جعفر کا قتل ۱۱۲۵ھ کا واقعہ ہے۔ قتل کے وقت اُس کی عمر کیا تھی، یہ معلوم نہیں، یوں کہ اُس کا سالِ ولادت معلوم نہیں۔ جعفر کا ایک قطعہ ہے:

جعفرا! بہ لہو و لعبِ جہاں عمر باختہ	یک دم بہ فکرِ توشۂ عقبیٰ نہ ساختہ
در عمرِ شست سال تو خود کردۂ دو زن	ہست ایں مثل قدیم کہ: یک گز دو فاختہ

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اُس نے یہ قطعہ کہا ہے تو وہ ساٹھ برس کا تھا۔ عمر کے سلسلے میں اس سے زیادہ اور کچھ معلوم نہیں۔

ڈاکٹر زور نے تذکرۂ مخطوطات کی چوتھی جلد میں جعفر کے متعلق لکھا ہے: ''زیادہ تر ہجویں اور فحش کلام لکھتے تھے۔ آخر اسی کی پاداش میں شہنشاہ فرخ سیر نے ان کو قتل کرا دیا'' (ص ۲۳۴)۔ زور صاحب پڑھے لکھے شخص تھے، بہت عمدہ انسان تھے، اردو کے بڑے خدمت گزار تھے؛ مگر تحقیق سے اُن کے مزاج کو دور کی نسبت تھی۔ قتلِ جعفر کی جو نادرست وجہ اُنھوں نے لکھی ہے، اُس کی وجہ یہی ہے۔ اِسی طرح اُن کا یہ لکھنا کہ جعفر نے شاہ حاتم کی ہجو میں بہ طورِ قصیدہ تیس شعر لکھے ہیں (ایضاً ۲۳۵) اِسی ذیل میں آتا ہے۔ جعفر کا جب قتل ہوا ہے تو شاہ حاتم کی عمر تقریباً چودہ برس کی ہوگی۔ (شاہ حاتم کا سالِ ولادت لفظِ ''ظہور'' سے نکلتا ہے اور زور صاحب اِس بات سے واقف تھے)۔ اُنھوں نے غور نہیں کیا کہ ایک چودہ برس کے لڑکے کی ہجو جعفر کیوں کہنے لگا۔ جعفر کے کلّیات میں ایسی کوئی قصیدہ نما نظم موجود نہیں۔ زور صاحب نے جعفر کا نام ''میر جعفر علی'' لکھا ہے (ایضاً ص ۲۳۴)۔ یہ نام کہیں اور نہیں ملتا۔ اُس کا نام میر محمد جعفر تھا، جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔

جعفر کا قتل دہلی میں ہوا ہے، وہ گویا شاہی مجرم تھے اور شاہی مجرم کی تجہیز و تکفین معمول کے مطابق کون کرسکتا تھا؛ چھپ چھپا کر کہیں دفن کردیا گیا ہوگا۔ اِس سلسلے میں سب سے زیادہ دل چسپ روایت خواجہ عبدالرؤف عشرت نے اپنے تذکرے آبِ بقا میں لکھی ہے:

''دہلی سے جب آئے تو فیض آباد میں رہے۔ پھر لکھنؤ میں آصف الدّولہ کے عہد میں چلے آئے اور یہیں انتقال کیا'' (ص ۱۸۴)۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا! خواجہ صاحب عہدِ فرخ سیر کے مقتول کو عہدِ آصف الدولہ میں لکھنؤ میں کھینچ لائے ہیں! یہ تذکرہ نہ معلوم کتنی بے سرو پا روایتوں کا مخزن ہے۔ چونکہ خواجہ صاحب نے اِس کا التزام کیا ہے کہ حوالہ کہیں نہ دیا جائے، اِس لیے وہ اِس قسم کی بے سرو پا باتیں بہ آسانی لکھتے چلے گئے ہیں۔

مرزا غالب نے لکھا ہے:

''عبدالرشید کی کیا شیخی اور میاں انجو میں کیا پیری ہے۔ قطب شاہ و جہانگیر کے عہد میں ہونا اگر منشاءِ برتری ہے تو بے چارہ جعفر زٹلی بھی فرخ سیری ہے'' (قاطعِ برہان مع رسائلِ متعلقہ، مرتبہٗ قاضی عبدالودود، ص ۲۴۸)۔

قاضی صاحب نے اِس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''جعفر زٹلی عہدِ فرخ سیر کے اوائل میں مقتول ہوا۔ اُس کی عمر کا بڑا حصّہ عہدِ عالم گیر میں گزرا۔ اُسے 'فرخ سیری' کہنا صحیح نہیں۔''

## کلامِ جعفر کی اہمیّت

کلامِ جعفر کی یہ بڑی اہمیّت ہے کہ اُس کی بنیاد پر اردو زبان اِس پر فخر کرسکتی ہے کہ شروع ہی سے یعنی اُس زمانے سے جسے شمالی ہند میں اردو کے فروغ کا پہلا دور کہنا چاہیے، شاعری میں سماجی مسائل و مشکلات کا بے لاگ بیان موضوعِ سخن کے طور پر ملتا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے لہجے میں بے باکی ہے اور کھردراپن۔ جعفر اِس روایت کا بنیاد گزار ہے۔ بگڑتے ہوئے سیاسی حالات، بے کاری، بدنظمی، افلاس؛ اِن سب کے ہلکے گہرے بیانات اُس کی شاعری میں محفوظ ہوگئے ہیں۔ وہ بااقتدار افراد، جن کے نکمّے پن کے نتیجے میں یہ حالات پیدا ہورہے تھے، اُن کا نام لے کر اُن کو اِس کا ذمّے دار کہنا؛ یہ صاف گوئی اور بے باکی بھی اِس شاعری کا حصّہ رہی ہے۔ یہاں ہم کو یہ بات یاد رہنا چاہیے کہ وہ زمانہ مطلق العنان شخصی حکومت کا تھا، آج کل جیسی جمہوریت کا نہیں تھا (جس میں جتنی آزادی یونیورسٹی کے ایک استاد کو حاصل ہے، اُس سے کہیں زیادہ چھوٹ بدکرداروں اور مافیا سرگروہوں کو ملی ہوئی ہے)۔ اُس زمانے میں واقعتاً بات پر زبان کٹتی تھی؛ ایسے زمانے میں یہ بے باک بلند گفتاری داد کے قابل ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد شاہی روایت کے عین مطابق بھائیوں میں جنگ ہوتی ہے، اور کیسی جنگ (بہ قولِ جعفر):

رکت کے آنسوؤں دل روؤتا ہے — نہ میٹھی نیند کوئی سوؤتا ہے
صدائے توپ و بندوق است ہر سو — بہ سر اسباب و صندوق است ہر سو
دوادو ہر طرف بھاگڑ پڑی ہے — بچہ در گود، سر کھٹیا دھری ہے
ازاں سو اعظم و زیں سو معظم — جھڑا جھڑ و دھڑادھڑ ہر دو باہم

آخرکار محمد معظم، بہادر شاہ (اوّل) کے لقب سے تختِ سلطنت پر بیٹھتا ہے (جسے ''شاہ بے خبر'' بھی کہا جاتا تھا) اُس کے زمانے کا احوال کیا ہے:

تربوز و خربزہ نہ رسد گر ترا بہ دست — یک سبز پھانکِ کھیرۂ بالم غنیمت است
گر شیوۂ گدائی و خواری طلب کنی — پس نوکریِ شاہِ معظم غنیمت است

پھر کہتا ہے (بلند گفتاری کا آہنگ توجہ طلب ہے اور ردیف کا کھردرا پن بھی):

بادشاہی ہے بہادرشاہ کی — بن بناکر گنڈ مرڈا کھیلیے
درمیانِ جوہری بازار و چوک — پاں چباکر گنڈ مرڈا کھیلیے
منصبِ عالی و لے جاگیر نیست — واہ وا کر گنڈ مرڈا کھیلیے
حکمِ قاضی، محتسب زائل شدہ — دل بڑھاکر گنڈ مرڈا کھیلیے

یہی وہ روایت تھی جس نے ذرا آگے چل کر شہر آشوب کی صنف کے طور پر فروغ پایا۔ بہ قولِ جمیل جالبی: ''اُس کی ہجویہ شاعری کا مزاج، شہر آشوب کا مزاج ہے۔ اُس کے لہجے سے آیندہ دور میں لکھے جانے والے شہر آشوبوں کا مزاج متعیّن ہوتا ہے (تاریخ ادبِ اردو جلدِ دوم، حصّۂ اوّل ص ۱۰۸)۔ یہ بات بھی کہنے کی ہے کہ احتجاجی روایت کے لحاظ سے شمالی ہند کی شاعری کا دورِ اوّل اُس عہد کی جنوبی ہند کی شعری روایت سے مختلف نظر آتا ہے۔

دورِ اوّل کی اِس روایت نے، جس کا سب سے بڑا نمایندہ جعفر ہے، ایک بڑا کام یہ بھی کیا کہ اُس کے اثر سے لسانی سطح پر اُس کھردرے پن نے فروغ پایا جس کے بغیر احتجاجی شاعری سرسبز نہیں ہو پاتی۔ لہجے کے بھاری پن کو برقرار رکھا، پُرشور لفظیات کا ذخیرہ فراہم کیا، بیان کو اُس ریشمی پن سے محفوظ رکھا جو لہجے میں تلوار کی جھنکار نہیں پیدا ہونے دیتا اور اُس آہنگ کی تشکیل کی جو رومانیت سے دور کا واسطہ رکھتا ہے۔ ادب کے طالب علموں کے لیے یہ لازم ہے کہ کئی صدیوں پر محیط احتجاجی شاعری کا آغاز و ارتقا اچھی طرح سمجھنے کے لیے شمالی ہند میں شاعری کے دورِ اوّل کی اِس روایت سے واقف ہوں جس کا سب سے بڑا نمایندہ اور بنیاد گزار جعفر ہے۔ اس کے بغیر

وہ روایت جس نے شہر آشوب میں اپنی اہمیت اور وسعت کو نمایاں کیا، پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکے گی، اُس کے ابتدائی نقوش آنکھوں سے اوجھل رہیں گے۔

یہاں ذرا سی دیر کے لیے رک کر ایک اور پہلو پر بھی نظر ڈال لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ دہلی میں جب ولی کا دیوان آیا تو شمالی ہند (یا دہلی) میں غزل گوئی کا آغاز ہوا (یا محتاط لفظوں میں غزل گوئی کو فروغ حاصل ہوا)۔ اِس طرح دو غلط فہمیاں ذہنوں میں بیٹھ جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دہلی میں اردو شاعری کا آغاز غزل گوئی سے ہوا، اور دوسری بات یہ کہ شروع ہی سے غزل اردو شاعری کا اصل سرمایہ رہی ہے۔ جعفر کا زمانہ وہی ہے، جو ولی کا ہے؛ جعفر کا کلیات موجود ہے، اُس میں ایک بھی غزل نہیں۔ یہ بات بھی اِسی سلسلے کی ہے کہ جعفر کا قتل (بہ قولِ مشہور) ۱۱۲۵ھ میں ہوا اور ولی کا دیوان مصحفی کی روایت [(۱)] کے مطابق سنہ ۲ [(۲)] جلوسِ محمد شاہی (۱۱۳۲ھ) میں دہلی میں آیا تھا یعنی جعفر کے قتل کے کم و بیش سات برس بعد اور جعفر اپنا دیوان اِس سنہ سے برسوں پہلے ''زٹل نامہ'' کے نام سے مرتب کر چکا تھا [(۳)]؛ اِس طرح یہ بات مسلّم ہوجاتی ہے کہ دہلی میں اردو کی شعری روایت کی بنیاد رکھنے والوں میں جعفر کو تقدمِ زمانی کا شرف حاصل ہے۔ [(۴)] اور یہ بھی کہ دہلی میں اردو شاعری کا

---

(۱) مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں شاہ حاتم کے احوال کے تحت لکھا ہے: ''روزے پیشِ فقیر نقل می کرد کہ در سنہ دویم فردوس آرام گاہ دیوانِ ولی در شاہ جہاں آباد آمدہ و اشعارش بر زبان خرد و بزرگ جاری گشتہ۔ بادو سہ کس، کہ مراد از ناجی و مضمون و آبرو باشد، بنائے شعرِ ہندی را بہ ایہام گوئی نہادہ دادِ معنی یابی و تلاشِ مضمونِ تازہ می دادیم'' (طبع اوّل ص ۸۰)۔ اِس عبارت سے یہ ہرگز مترشح نہیں ہوتا کہ دیوانِ ولی کے آنے کے بعد دہلی میں غزل گوئی کا آغاز ہوا، یا اس نے رواج پایا۔ واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ اُس وقت تک ایہام کے انداز میں تلاشِ مضمونِ تازہ کر رہے تھے (یعنی غزلیں کہی جا رہی تھیں)۔ ولی کا دیوان آنے کے بعد طرزِ ایہام گوئی کی جگہ اندازِ ولی نے اپنی طرف متوجہ کیا (گویا اُس کے بعد سے ایہام گوئی کا اثر کم ہونا شروع ہوا)۔

(۲) آبِ حیات میں ''سنہ ۲'' لکھا ہوا ہے۔ ولی کے حالات کے تحت لکھا ہے: ''وہ مع اپنے دیوان کے سنہ ۲ محمد شاہی میں دلی پہنچے۔'' (آبِ حیات، طبع ۱۸۹۹ء، ص ۸۳)۔

(۳) اِس کی تفصیل اِسی مقدمے میں آگے آتی ہے۔

(۴) مصحفی نے شاہ حاتم کے لیے لکھا ہے: ''در درازیِ عمر و قدامتِ شعر از ہمہ پیش تر است'' (ایضاً)۔ شاہ حاتم کا سالِ ولادت لفظ ''ظہور'' سے برآمد ہوتا ہے (ایضاً) جو ۱۱۱۱ھ ہے، یعنی جعفر کے قتل کے وقت شاہ حاتم تقریباً چودہ برس کے تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: جمیل جالبی کی تاریخ ادبِ اردو، جلدِ دوم، حصۂ اوّل، ص ۲۰۲ تا ۲۰۷۔

آغاز غزل گوئی سے نہیں، سماجی حقیقت نگاری سے معمور شاعری سے ہوا جو سرتاسر نظموں پر مشتمل ہے۔ جمیل جالبی نے بجا طور پر لکھا ہے:

"جعفر کو اب تک صرف ہزال اور زٹلی سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ کسی نے تاریخی، تہذیبی و لسانی زاویے سے جعفر کے کلام کا اندازہ نہیں لگایا۔ وہ ایک منفرد شاعر ہے جس کے کلام سے نہ صرف اُس دور کے حالات و عوامل کا پتا چلتا ہے، بلکہ معاشرتی و تہذیبی گراوٹ اور سیاسی و اخلاقی زوال کے بنیادی اسباب کا بھی پتا چلتا ہے۔

جعفر نے غزل کو اپنے اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اپنے مخصوص مزاج کی تندی و تیزی، راست بازی و حق گوئی کے باعث بے باکی کے ساتھ ایسی نظمیں لکھیں جن کے احاطۂ اثر میں سارا معاشرہ آگیا۔ اُس دور میں جعفر زٹلی ہی ایک ایسا شاعر ہے جس کے ہاں اپنے دور کی بھرپور ترجمانی ہوئی ہے...... اورنگ زیب کا پورا دور اُس کی نظروں کے سامنے گزرا تھا۔ اُس نے اُس کا عروج بھی دیکھا تھا اور ڈھلتے سورج کے سایے کو بھی، اور اورنگ زیب کی وفات کے بعد اُس انتشار کو بھی جس نے اُس عظیم سلطنت اور صدیوں پرانی جمی جمائی تہذیب کی بنیادوں کو تیز آندھی کی طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اُس کا کلام شمالی ہند میں لسانی ارتقا کی پہلی کڑی اور تہذیبی و تاریخی اعتبار سے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔" (تاریخ ادبِ اردو، جلدِ دوم، حصۂ اوّل، ص ۹۶، ۹۷)۔

اورنگ زیب کا آخری دورِ حکومت آنے والی مصیبتوں کا پیش خیمہ تھا۔ اُس کے اخلاف عظیم مغل سلطنت کا بوجھ اٹھانے کے اہل نہیں تھے۔ وہ عمر کا بڑا حصہ حسرت و تمنا کی کش مکش میں گزار چکے تھے، اولوالعزمی کے ساتھ تدبّر کا فقدان تھا۔ اورنگ زیب کی شخصیت ساری خرابیوں کی پردہ پوش رہی۔ اُمرا کے باہمی اختلافات کے باوجود مرکزیت باقی تھی اور نگاہیں مغل جاہ و جلال سے خیرہ تھیں۔ اُس کے اٹھتے ہی شکست و ریخت کا وہ عمل بروئے کار آگیا جس کے لیے پہلے سے حالات سازگار ہو رہے تھے۔ رفتہ رفتہ بادشاہت امیروں کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ گئی۔

شکست و ریخت کے اس عمل نے شہروں کے خوش پوش اور گانوں کے زراعت پیشہ طبقوں کو حل نہ ہونے والی مشکلوں سے دوچار کر دیا۔ مالی ابتری نے سپاہی پیشہ طبقے کو سب سے زیادہ پریشانیوں میں مبتلا کیا۔ جعفر نے اِن سارے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اُس کے کلام

میں اِن حالات کی کچھ تصویریں محفوظ ہوگئی ہیں۔

مغل حکومت اور اورنگ زیب سے اُس کو سچّا تعلقِ خاطر تھا، اُس نے عالم گیر کی بہت تعریف کی ہے؛ مگر اُس کے بیٹوں کی اُتنی ہی مذمت کی ہے۔ اُس کی طویل نظم، ''در تعریفِ اورنگ زیب'' اُس کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہے، جس میں اورنگ زیب کی استقامت اور بہادری کے بیان کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اُس کے نالائق اور ''منافق'' بیٹوں نے دکن کی مہم کو مشکل تر بنا دیا تھا۔ نظم میں بیٹوں کا نام بہ نام حوالہ آیا ہے۔ دوسری طرف ''اخباراتِ سیاہۂ دربارِ معلّیٰ'' میں کئی جگہ یہ بھی کہا ہے کہ دکن میں بادشاہ کے طویل قیام نے شمالی ہند کے نظامِ حکومت میں خرابیاں پیدا کردی ہیں۔ ''مرثیۂ اورنگ زیب'' میں جب وہ یہ کہتا ہے:

دریغا! رونقِ باغِ جہاں رفت　　　دریغا! آبروے میر و خاں رفت

تو دوسرا مصرع بجاے خود آشوب نامۂ واقعات کا اشاریہ نما بن کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

اُس کی نظم ''دربیانِ دلاوری'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جس میں کھوکھلی امارت و سرداری کا نہایت عمدہ پیراے میں مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ میں رستمِ زماں ہوں کہ دس پاپڑ ایک گھونسے سے توڑ سکتا ہوں۔ اِس سے زیادہ مضحک تصویر شاید ہی پیش کی جاسکے۔ شاعر نے ایسے سارے دعووں کا مرکز اپنی ذات کو قرار دیا ہے؛ لیکن اندازِ بیان کا تیکھاپن فوری طور پر ذہن کو اُس زمانے کے حالات کی طرف منتقل کردیتا ہے جس میں سپاہی، بے دست و پا ہوکر رہ گئے ہیں اور اُمرا تیغِ تدبیر سے شیرِ تصویر کا سر قلم کرنے کے در پے ہیں:

من آں رستمِ وقت روئیں تنم　　　کہ دہ پاپڑ از مشتِ خود بشکنم
کنم روزن اندر چپاتی بہ تیر　　　بر آرم دمار از سرِ مورِ پیر
من آنم اگر اسپ جولاں کنم　　　چہل خانۂ موش ویراں کنم
دریں دور ثانیِ رستم منم　　　بتاشہ بہ گرزِ گراں بشکنم

پھر اپنے خاص رنگ میں کہتا ہے:

تہمتن منم، گر کشم تیغِ خشم　　　تراشم بہ دو ضرب یک موے پشم

بھاری گرز سے میں بتاشہ توڑ سکتا ہوں اور تلوار کی دو ضرب سے پشم کا ایک بال کاٹ سکتا ہوں؛ کیسی مضحکہ خیز تصویریں ہیں!

کلامِ جعفر کا ایک حصّہ فحشیات پر مشتمل ہے۔ متقدمین اور متاخرین میں سے بیش تر

حضرات نے اُسی کو جعفر کی کل کائنات سمجھ لیا۔ یہ عجیب بات ہے؛ لیکن اِس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ کسی نے اس پر غور نہیں کیا کہ اِس فحش کلام کی حیثیت کیا ہے؛ کیا یہ محض دشنام طرازی ہے، یا کوئی اور پہلو بھی ہے؟

شدید ناگواری یا غصّے کا ایک عالم وہ بھی ہوتا ہے جب آدمی بے اختیار سا ہوکر گالی دے بیٹھتا ہے۔ یہ عالم جس قدر زیادہ شدّت کے ساتھ طاری ہوگا، اُسی نسبت سے اندازِ گفتار میں بھی تلخی اور گرمی بڑھتی جائے گی۔ یہ طے شدہ ہے کہ ایسے عالم میں آدمی مصلحت سوز ہوجایا کرتا ہے۔ ذہین ہجونگار گرد و پیش کی بہت سی تلخ حقیقتوں اور غیر پاکیزہ صداقتوں کو، جو بعض افراد کے یہاں یا کسی معاشرے میں غالب حیثیت اختیار کرلیتی ہیں، بے تکلف بیان کرنے لگتا ہے اور سارے آداب و تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر بے نقط سنانے پر اتر آتا ہے۔ جعفر کے یہاں جو برہنہ گفتاری ہے، اُس کا بڑا حصّہ اِسی کے تحت آتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایسے مقامات پر جعفر کا اندازِ سخن بہت جارحانہ ہوگیا ہے لیکن یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا محض بدگفتاری کی خاطر یہ نہیں لکھ رہا ہے؛ وہ انتہائے برہمی کے عالم میں اُن افراد کو تضحیک کا نشانہ بنا رہا ہے جن کے سبب سے اُس کے خیال میں یہ خرابیاں وجود میں آئی ہیں اور جن کی مدد سے یہ برائیاں پھیل رہی ہیں۔ یہ کلام ایک طرح سے اُس معاشرے کا نامۂ اعمال ہے، جس میں کج روی نے نئی نئی پناہ گاہیں بنالی تھیں اور اخلاقی ابتری نے مزاجوں کو خفیف الحرکاتی کا خوگر بنا دیا تھا۔ جعفر نے نثر اور نظم دونوں میں، دوسری خرابیوں کے ساتھ ساتھ امرد پرستی کا بار بار ذکر کیا ہے۔ یہ تکرار محض ذوقِ سخن کی نمایش یا اظہارِ تعیش نہیں؛ اگر ہم اُس زمانے کے ادب کا مطالعہ کریں تو جگہ جگہ اِس کی نمود ملے گی۔ اگر ہم درگاہ قلی خاں کی کتاب مرقعِ دہلی کا وہ حصّہ ہی پڑھ لیں جہاں اُمرائے دہلی کے اِس ذوق کا بیان ہے، تب جعفر کے اِس اندازِ سخن کا بھید کھلے گا۔ قاسم نے اپنے تذکرے مجموعۂ نغز میں تاباں کے احوال میں لکھا ہے کہ اُن کے گھر ''امردانِ شیریں ادا'' آراستہ کیے جاتے تھے اور امرائے قزلباش کے یہاں حسب طلب (۱) بھیجے جاتے تھے۔ آبرو کی مثنوی ''در موعظۂ آرایشِ معشوق''

---

(۱) ''تاباں تخلص...... عاشق پیشہ و معشوق مزاج بود۔ گویند کہ خوبانِ جہاں طریق دلبری و شیوۂ ستم گری و آئین خوبی و رسم محبوبی از وے می آموختند۔...... آخر۔ ے روز امردانِ شیریں ادا و سادہ رویانِ ملاحت آما در خانہ وے بہ زر و زیور آراستہ و پیراستہ می شدند و حسب الطلب امرائے قزلباش در محافہ ہا نشستہ بہ شب مہمان می رفتند'' (مجموعۂ نغز، ص ۱۳۲)

اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جعفر کے کلام کا ایک حصہ وہ بھی ہے جس میں پھکڑپن کے سوا کچھ نہیں، بعض ذاتی ہجویں بھی اسی ذیل میں آتی ہیں؛ لیکن اُس کے کُل کلامِ نثر ونظم کا یہ محض دس فیصدی حصہ ہوگا۔ اِسے بہ آسانی نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔ اصل قدر و قیمت تقریباً نوّے فیصدی بقیہ کلام کی ہے جو اپنے عہد کا آئینہ ہے۔

ایک قابلِ توجہ حصہ اُس کلام کا بھی ہے جس میں توکّل اور ترکِ دنیا سے متعلق باتیں کہی گئی ہیں۔ تاثیر کے لحاظ سے یہ حصۂ کلام خاص حیثیت رکھتا ہے۔ اِس کلام کا اگر تجزیہ کیا جائے تو دو باتیں خاص کر سامنے آئیں گی۔ ایک بات تو یہ واضح طور پر محسوس ہوگی کہ شاعر اپنے گرد و پیش کے محرّکات کو مسلسل دیکھتے رہنے کے بعد ناامید سا ہوگیا ہے، یہ سب کچھ لاعلاج بیماریوں کی طرح نظر آنے لگا ہے۔ ناامیدی کا یہ انداز ذہن میں مایوسی کی تیز لہریں پیدا کرتا ہے۔ ایسے میں قناعت اور توکّل کی پرانی باتیں اپنا گہرا سایہ ذہن پر ڈالنے لگتی ہیں۔ قناعت نامہ، دربیانِ توکّل، دراحوالِ استغنا جیسی نظمیں اِسی ذیل میں آتی ہیں۔ اِن میں جس جعفر سے ہماری ملاقات ہوتی ہے اُس کی زبان اور اُس کا اندازِ بیان تو وہی ہے جس سے ہم مانوس ہیں: مگر لہجہ بدلا ہوا ہے اور خیالات بدل چکے ہیں۔ ایسے شعر:

کُلّر لگا دیوار کو، کہہ جعفر اب کیا کیجیے — خطرہ ہوا آثار کو، کہہ جعفر اب کیا کیجیے
اینٹیں پرانی گھس چلی، ماٹی تمامی رس چلی — کیا دوس ہے معمار کو، کہہ جعفر اب کیا کیجیے
برتن بھیا ہے جھوجھرا، لاگا نکلنے کھوجڑا — کیا میہنا کُمھار کو، کہہ جعفر اب کیا کیجیے
آئی اَنڈ دھولی گھٹا، تن من لٹا، باگا پھٹا — چلنا بڑے بازار کو، کہہ جعفر اب کیا کیجیے
جوبن چلا ہے روس کر، گھربار سارا موس کر — شوبھا نہیں سنگار کو، کہہ جعفر اب کیا کیجیے

---

شنو اے طوطیِ روحانیِ من — مکن الفت بہ رنگیں پنجرۂ تن
نہ تو رہنی، نہ یہ پنجرا رہے گا — بُلا کر لال تجھ کو کیا کہے گا!
اندھیری گور میں دِیا، نہ باتی — اگاڑو چل بے ساتھی سنگاتی
گھنیرا سوچ یہ من میں بھیا ہے — کہ مجھ کو سوتے میں دن گیا ہے
پڑی ہے دور منزل، وقت تھوڑا — نہ توشہ راہ کا اور لنگ گھوڑا
بیا جعفر! توکّل پر قدم رکھ — خدا کی یاد دل میں دم بہ دم رکھ

جعفرؔ! بہ بوستانِ جہاں دم غنیمت است
شادی نصیب گر نبود، غم غنیمت است
چوں دال روٹی آمدہ فرمانِ کردگار
گر بیش تر بہم نرسد، کم غنیمت است
گر جشنِ ہر دو عید نباشد ترا نصیب
زاں گریہ ہائے ماہِ محرّم غنیمت است
دو پیازہ و کباب نباشد اگر ترا
زاں ساگِ خام و بھجیہ، شلغم غنیمت است

ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایسی نظموں میں بھی وہ اپنے خاص انداز کو یکسر فراموش نہیں کرپاتا۔ سب کچھ کہتے کہتے اپنے رنگ میں کہنے لگتا ہے:

امساکِ نیم پاس نباشد اگر ترا
وہ چُست ٹلّہ، دھکّہ، پیہم غنیمت است
آوازِ شہپورہ نرسد گر بہ گوشِ تو
آوازِ بولِ بیگم و خانم غنیمت است
گر اسپ جلد و خوب نباشد بہ کارِ تو
یک خچّر و گدھیڑی پالم غنیمت است
تربوز و خربزہ نبود گر میسّرت
یک سبز پھانکِ کھیرہ بالم غنیمت است
بروقت اگر بہ دست نیاید کُسِ نفیس
آں گندہ کونِ خواجۂ محرم غنیمت است

ایسی دوسری نظموں میں بھی بازگشت کا یہ انداز ملتا ہے۔ جعفرؔ کا کلّیات حقیقت بیانی، تمسخر، ظرافت، ہجو، برہنہ گفتاری؛ سبھی کا مجموعہ ہے۔ وہ اپنے زمانے کے سیاسی اور معاشرتی آلام و مصائب کا ترجمان ہے[1]۔ اُس کا کلام شمالی ہند میں ارتقائے زبان کی ابتدائی شکل صورت کو پیش کرتا ہے۔ اُس میں "ریختہ" کی ابتدائی مثالیں محفوظ ہیں اور لفظیات کا اِتنا بڑا ذخیرہ ہے جس کو ادب، زبان، لغت اور لسانیات کا کوئی سنجیدہ طالب علم نظرانداز نہیں کرسکتا، اُس سے صرفِ نظر نہیں کرسکتا۔

## زبان اور بیان

سترھویں صدی کا نصفِ آخر دہلی میں اردو کے فروغ کا دورِاوّل تھا۔ اردو زبان تشکیلی دور

---

۱ مولانا عبدالحلیم شررؔ نے گذشتہ لکھنؤ میں لکھا ہے: "ہزل گوئی کا آغاز دہلی میں جعفر زٹلی سے ہوا جو غالباً محمد شاہ کے زمانے میں تھے۔ ان کے کلام کو میں نے اوّل سے آخر تک دیکھا ہے، سوا فحش گوئی اور حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی کے، نہ کوئی شاعرانہ خوبی نظر آتی ہے اور نہ زبان کا کوئی لطف ہے" (ص ۱۳۸)۔ ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے!!

سے گزر چکی تھی؛ لیکن شمالی ہند میں اُس کے فروغ کا ابتدائی زمانہ یہی نصف صدی ہے، یہی زمانہ جعفر کی ریختہ گوئی کا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب فارسی کی حکومت ختم تو نہیں ہوئی تھی، اُس کی علمی حیثیت اور تہذیبی اہمیت برقرار تھی؛ مگر جس طرح معاشرت میں تبدیلیاں اپنی جگہ بنانے لگی تھیں، اُسی طرح لسانی صورتِ حال میں بھی بدلاو کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ اِس لسانی عمل کی بہت اچھی اور بھرپور مثالیں جعفر کی نظم و نثر میں محفوظ ہوگئی ہیں۔ اُس کے کلامِ نظم و نثر کا زیادہ حصہ فارسی پر مشتمل ہے، لیکن نثر اور نظم، دونوں میں بیچ بیچ میں اردو کی پیوندکاری ملتی ہے۔ اُس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ فارسی میں شعر کہتے کہتے اردو میں کہنے لگتا ہے، کبھی ایک مصرع، کبھی ایک شعر اور کبھی کئی شعر یا کئی مصرعے۔ اِس طرح ایسا مجموعۂ نظم صورت پذیر ہوتا ہے جس میں بیش تر شعر فارسی کے ہوتے ہیں، کچھ شعر اردو کے اور کچھ شعر ملی جلی زبان کے۔ ریختہ کے اِن نمونوں میں کہیں فارسی لفظوں کے ساتھ اردو کے لفظوں کا جوڑ لگا ہوا ہوتا ہے اور کہیں فارسی الفاظ کی شکل صورت سے ملتے جلتے ایسے مہند لفظ ہوتے ہیں جن کو لفظ تراشی کے عمل کی نہایت عمدہ مثالیں کہا جاسکتا ہے۔ لفظی پیوندکاری اور لفظ تراشی کی اِن کاوشوں نے ریختے کے حقیقی انداز کو جلا بخشی ہے۔ میؔر نے اپنے تذکرے نکات الشعراء کے آخر میں "ریختہ" کی جو شکلیں بتائی ہیں (ریختہ بر چندیں قسم است) اُن میں سے پہلی دو قسموں کی نہایت عمدہ اور بہت سی مثالیں جعفر کے یہاں ملیں گی۔ اِس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی کہنے کی ہے کہ میؔر نے "ریختہ" کی جن قسموں (یا شکلوں) کا ذکر نہیں کیا، جعفر کے کلام میں اُن کی مثالیں بہ کثرت ملتی ہیں۔

بعض نظمیں یکسر اردو میں ہیں۔ اُن کو پڑھ کر واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ریختہ گوئی نے اپنے نکھرے ہوئے انداز کو کچھ نہ کچھ پا لیا ہے اور یہ کہ لسانی تبدیلی کا عمل تیزی کے ساتھ بروئے کار آرہا ہے۔ اِس تغیر کی تیزروی کا اِس سے بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہدِ محمد شاہ میں، یعنی جعفر کا زمانہ ختم ہوتے ہوتے نظم کی زبان نکھرنے لگی ہے، اُس میں صفائی اور روانی کے اجزا گھلتے جارہے ہیں۔ جعفر کی نظموں کی زبان میں وہ روانی اور صفائی تو نہیں جس نے اُس کے بعد بیس پچیس سال ہی میں نمود حاصل کرلی تھی؛ لیکن جس چیز کو قدرتِ کلام کہا جاتا ہے، اور جسے مشاقی کہتے ہیں، ہر نظم اِس کی شہادت دے رہی ہے۔ بندش کی چستی اُس کی نظموں کی خاص پہچان ہے۔ جعفر کی اِنھی تین اہم خصوصیتوں کو سامنے رکھا جائے تو اُس کلام کو بہ آسانی پہچانا جاسکتا ہے جسے مشکوک یا غیر معتبر اجزا کا مجموعہ کہنا چاہیے، جو کلامِ جعفر کے مختلف نسخوں میں شامل

ہوگئے ہیں۔ اُس زمانے کے لسانی تغیرات کی تفہیم کے لیے اور اُس عہد کے لسانیاتی مطالعے کے لیے جعفر کا کلامِ نظم و نثر بہترین مثالوں کا مجموعہ ہے۔

شیرانی صاحب نے لکھا ہے: ''اُن کا کلّیات اگرچہ مختصر ہے، تاہم اُس میں ہم سیکڑوں عجیب و غریب الفاظ پاتے ہیں جو آج متروک ہیں...... اُن کی طبّاعی و ذہانت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔'' یہ قول قطعی طور پر درست ہے۔ (کلامِ جعفر کی یہ بھی ایک پہچان ہے)۔ایسے مفرد اور مرکّب لفظوں کا بہت بڑا ذخیرہ اُس کے کلّیات میں محفوظ ہے۔ اِن میں سے بیشتر لفظ اُس کے تراشے ہوئے ہیں۔ عجیبُ الخلقت ترکیبیں ہیں جو عبارت کو پُرمعنی بناتی ہیں اور جعفر کی ''ذہانت و طبّاعی'' کی گواہی دیتی ہیں۔ محض مثال کے طور پر اُس نظم کو دیکھیے جس کا عنوان ہے: ''سلوک نامہ'' جس کا پہلا مصرع یہ ہے: در دہر اگر عقلِ تو چوں کوّا نباشد؛ اِس میں جوّا (جاے تو یک جوّا نباشد) ہوّا (فکر و غم و ہوّا نباشد) بازیِ کنکوّا، کھوّا، اُلجھوّا (واصل بود آنکس کہ در اُلجھوّا نباشد) پچھلوّا (بے منّتِ پچھلوّا نباشد) توّا (تا روے تو فردا چو سیہ توّا نباشد) بجروّا (ایں بحرِ بہ پایاں بہ دو بجروّا نباشد) پھسلوّا (در حضرتِ حق اجر بہ پھسلوّا نباشد) اِکلوّا، کھنڈروّا، توبہ پچھلوّا (منظور چنیں توبہ پچھلوّا نباشد) لعبوّا (در حضرتِ شہ اذن بہ لعبوّا نباشد)۔

یا مثلاً ''عشق نامہ'' میں شہوتِ بے درنگ، تلّۂ ہفت رنگ، نغمہ ہاے مچنگ، مفلسانِ بھڑنگ، سفرِ شہرِ سنگ، چارپائی جھلنگ کی بندشوں کو دیکھا جائے تو عجیب طرح کے نئے پن کا احساس ہوتا ہے۔ ایک جگہ دعائیہ کلمات لکھتا ہے: ''عمر در بڑھاو و دولت در گھٹا و باد'' (عمر در بڑھاو باد، یعنی عمر کم ہوتی رہے)۔ ایک اور جگہ اپنے خاص انداز میں لکھتا ہے: ''کونِ ممسکان و کیرِ کریماں دراز باد، بہ حرمتِ الگوزِ والپاد''

''رقعہ حسبِ حالِ خود'' کے اِن مرکّب اجزا کو دیکھیے: حالِ زمانہ چہ پُرکٹھن و چلنِ زمانہ چہ پُرمحن است۔ ابن المینڈک، ذوی الترّاک، صحیح الکٹمپ وَالپروار، کم ترینِ اپاہجاں، سرگروہِ نکھتوانِ روزگار، مُنڈاسۂ امّید، گھروابۂ جاوید، اصحاب الفخرِ وَالبھڑک، ریچھ بوجھِ بے حاصل، بیٹھورۂ صبر، فرورفتۂ باوریِ نکبت، غپھکی خوردۂ ڈکھڑا، چنڈولِ ڈانواڈولِ عناصر، آدر و منوہرِ بسیار۔ ''رقعہ بہ شیخ الاسلام'' میں: گھڑگھڑاہٹ الرّعدِ فی الغمام و کڑکڑاہٹ البرقِ عن البہرام، ہنگامۂ گھٹا گھنگھور، کوچہ ہاے چھی چھی آگیں، موسمِ بوند باند و موسلادھار و تواتر الجھڑِ وَالبوچھار، بانۂ بل و مددگار۔

ضمیمہ ۳ میں تحتِ لفظیات کلامِ جعفر کے ایسے مفرد و مرکّب اجزا کو یک جا کردیا گیا ہے،

اُسے دیکھا جاسکتا ہے۔ شیرانی صاحب نے لکھا ہے: ''لفاظی میں نظیر اکبرآبادی سے کم نہیں'' اور یہ واقعہ ہے کہ مختلف نظموں میں مرادف لفظوں کی بہتات ملتی ہے۔ میں یہاں محض بہ طورِ نمونہ ایک نظم ''در احوالِ استغنا و بے پروائی'' کے الفاظ کا شمار لکھتا ہوں، اِسی سے ذخیرۂ الفاظ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پہلے اِس نظم کے چار شعر لکھے جاتے ہیں:

نہ دھوپ و برچھی و کٹّی نہ ترکش و نہ کماں ۔۔۔ نہ بانک و دشنہ نہ خنجر سنہرہ دارم من
نہ پاکھر است و نہ چلقد، نہ بکتر و نہ سلاح ۔۔۔ نہ دوتہی و نہ جامہ اکہرہ دارم من
نہ در نہ ڈیوڑھی و درباں، نہ اسم و رسمِ جہاں ۔۔۔ نہ ڈول و مشک و پکھال و تُتہرہ دارم من
نہ چولھہ و نہ کڑاہی نہ ہانڈی و ڈوئی ۔۔۔ نہ جھجر و نہ گھڑونچی نہ نُجھرہ دارم من

اِس نظم میں بیس شعر ہیں، منقولۂ بالا اشعار کی طرح پوری نظم میں مختلف چیزوں کے جو نام آئے ہیں اُن کی تعداد کم و بیش ۹۳ ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ حصّۂ نثر میں خاص طور پر ضرب الامثال کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ اِن میں سے بہت سی امثال ایسی ہیں جواب استعمال میں نہیں آتیں، یا آج کی مستعمل صورت میں اور اُن میں کچھ یا زیادہ فرق ہے۔ میں ایسی چند مثلیں نقل کرتا ہوں:

اُدھلی بہو بلینڈے سانپ دکھائے [بدکار عورت باہر جانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہے]۔ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی جاگہ سیدھی ہے۔ ٹھالا بنیا پیلڑ تولے۔ بے خرچی میں آٹا گیلا۔ سپاہی کا مال جھانٹ کا بال۔ گانڈ سے دوستی دُم سے بیر۔ اندھلا ملاّ پھوٹی مسیت۔ چڑیوں مرن گنواروں ہانسی۔

جیسا کہ لکھا جاچکا ہے، چستی بندش کلامِ جعفر کی عام صفت ہے۔ بندشوں کی چستی زورِ بیان کا اضافہ اور بلند آہنگ کی تشکیل کرتی ہے۔ اُس کی تقریباً ہر نظم میں بیان کی یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ میں یہاں صرف ایک نظم کے چند اشعار بہ طورِ مثال نقل کروں گا۔ ''در تعریفِ اورنگ زیب'' کے اِن اشعار کو دیکھیے:

زہے شاہِ شاہاں کہ گاہِ وَغا ۔۔۔ نہ بلّد، نہ ٹلّد، نہ جنبد زجا
مہاسُور، جودھا، بلی، بے بدل ۔۔۔ چو البرز قائم، چو پربت اٹل

---

وگرنہ چہ یارا حسن شاہ را ۔۔۔ کہ گرداند امرِ شہنشاہ را
چہ پشہ کہ باشیر پہلو زند ۔۔۔ چہ پسّو کہ با اژدہا پھو زند

چہ جھینگر کہ بر کوہ چکّر زند — چہ مینڈک کہ بر فیل ٹکّر زند
اگر گردے از باد سر بر کشد — کجا می تواند بہ گردوں رسد
چہ مدنا جی پنڈت، چہ مرزا خلیل — بہ یک دھارِ پیشاب گردد ذلیل
ولیکن دو ناکس، منافق پسر — نمودند ابتر مہم پدر
خسے را بہ حکمت بلینڈا کیا — کھنڈر کو نگر گڑھ پرینڈا کیا

مختصر یہ کہ بیان اور زبان، دونوں کے لحاظ سے جعفؔر کا کلامِ نظم و نثر ہماری سنجیدہ توجہ کا مستحق ہے۔ زبان اور ادب، دونوں کی تاریخ میں اِس کی بنیادی حیثیت ہے۔ اُس کی نظم و نثر کے مطالعے کے بغیر دہلی میں (یا یوں کہیے کہ شمالی ہند میں) زبان اور ادب کے ارتقا کی اہم تفصیلات کو مرتب نہیں کیا جاسکتا۔

## مقتولِ تلخ نوائی

جعفؔر کی شاعری اور شخصیت کی دو جہتیں خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ سماجی حقیقت نگاری کے واسطے سے اُس کی شاعری نے شہرآشوب کے لیے زمین ہموار کی، اُس کے ابتدائی نقش بنائے۔ اُس کے بے لاگ اندازِ بیان نے شاعرانہ آرایش پسندی کے تصور کو حاوی نہیں ہونے دیا۔ اِس اعتبار سے اگر اُس کو شاعرِ تلخ نوا کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔

دوسری بات، جس کی اہمیت کچھ کم نہیں، یہ ہے کہ وہ ریختے کا پہلا شاعر تھا جو بے جھجک اظہارِ رائے اور تلخ نوائی کی بنا پر مقتول ہوا۔ اِس لحاظ سے وہ منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ہمارے زمانے کے بعض ایسے مبیّنہ انقلاب پسند شاعروں سے برتر نظر آئے گا جن کو ہر سیاسی موسم راس آتا رہا۔ ایک تلخ گفتار شاعر جس نے شاہِ وقت کا نام لے کر اپنے شدید ردِعمل کا بے محابا اظہار کیا۔ اُسے کوئی خوف تضحیک آمیز تلخ بیانی سے باز نہیں رکھ سکا۔ ایسے شاعر کی تاریخی اہمیت کا اعتراف نہ کرنا، کم نظری کا اعلان کرنا ہے۔

## زٹل نامہ

کلامِ جعفؔر کے مختلف مجموعوں میں جعفؔر کا کہا ہوا ایسا ایک قطعہ ملتا ہے جس کو قطعۂ اختتامِ تصنیف کہنا چاہیے [اُسے اِس کتاب کے آخر میں شامل کرلیا گیا ہے] اُس کے شروع کے دو شعر یہ ہیں:

زٹل نامہ کردم عدیمُ البدل    کہ ہر مصرع اوست ضربُ المثل

بہ تاریخِ اثنا عشر سنہ کط    مہ و مہر شد زیں زٹل نامہ قط

اِن اشعار سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جعفر نے اپنا مجموعۂ کلام مرتب کیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ اُس کا نام ''زٹل نامہ'' تھا۔ اِن دونوں باتوں کی تائید ہوتی ہے ''اخبارات سیاہۂ دربارِ معلیٰ'' کے اِس اندراج سے:

''بہ عرض رسید کہ میر جعفر زٹلی شاعر و مصنفِ زٹل نامہ بیکار نشستہ، باحروف و الفاظ لایعنی مشغول می باشد۔ فرمودند: ٹھالا بنیا پلڑ تولے'' (اندراج ۴۹)۔

کلام جعفر کے مختلف مجموعوں میں بعض نظموں کے ساتھ جو نثری عبارتیں ہیں، وہ واضح طور پر جعفر ہی کی لکھی ہوئی ہیں۔ اُن عبارتوں سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ یہ ترتیب دیوان کے وقت لکھی گئی ہیں۔ میں بہ طورِ مثال صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا (1) 'ہجوِ فتح علی خاں' کے آغاز میں یہ نثری عبارت ہے:

''قمر النسا بیگم دخترِ خان جہاں بہادر بمن سی روپیہ دہانیدہ بود۔
دیوانش فتح علی خاں بمن پنج روپیہ می داد۔ نہ گرفتم و ہجو او گفتہ بہ بیگم رسانیدم۔
بیگم جیو...... سی روپیہ بمن دہانید۔ ہجوِ فتح علی خاں این است''۔

اِس عبارت کا انداز بتاتا ہے کہ قطعی طور پر ترتیب دیوان کے وقت لکھی گئی ہے، خاص کر یہ جملہ: 'ہجوِ فتح علی خاں این است'۔

(۲) ہجوِ شہ زادہ کام بخش کے سلسلے کی جو نظمیں ہیں، اُن میں سے پہلی نظم کا سرنامہ، جو یہاں سے شروع ہوتا ہے: ''چوں اسپ بندہ در مور چالِ جنگ بکار آمدہ، ایں ابیات گفتہ بہ نظرِ شاہ زادہ محمد کام بخش گزرانیدم''۔ نیز اس نظم کے آخر کی عبارت۔

بہ ہر طور، یہ ثابت ہے کہ جعفر نے اپنا دیوان مرتب کیا تھا اور یہ کہ اُس کا نام ''زٹل نامہ'' تھا۔ اِسی مناسبت سے میں نے جعفر کے اِس مکمل مجموعۂ نظم و نثر کا نام ''زٹل نامہ'' رکھا ہے۔ یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ جعفر کے زٹل نامے کا سنہ ترتیب کیا تھا؟ بہ ظاہر تیسرا مصرع، مصرعِ تاریخ معلوم ہوتا ہے۔ ''کط'' کو اگر مادۂ تاریخ مان لیا جائے تو اُس کے اعداد مراد ہوں گے جو ۲۹ ہوتے ہیں۔ اِس بات کو اِسی صورت میں مانا جاسکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ اِس سے عالم گیر کا انتیسواں سنہ جلوس مراد ہے۔ مآثر الامرا میں شامل گوشوارے کے مطابق

انتیسواں سالِ جلوسِ عالم گیری یکم ذی قعد ۱۰۹۶ھ سے شوّال ۱۰۹۷ھ [ستمبر ۱۶۸۵ - ستمبر ۱۶۸۶ء] تک ہے۔ اگر اِس حساب کو مان لیا جائے تو اُس صورت میں یہ خود بہ خود طے ہوجائے گا کہ جعفؔر نے اپنا مجموعۂ کلام اپنے قتل (۱۱۲۵ھ) سے کم و بیش اٹھائیس برس پہلے مرتّب کیا تھا۔

مگر یہ سارا حساب اُسی صورت میں صحیح بیٹھے گا جب یہ بات قطعی طور پر مان لی جائے کہ جعفؔر نے تیسرا مصرع اُسی طرح لکھا تھا جس طرح وہ موخر نسخوں (علوی، بمبئی) میں چھپا ہوا ہے اور جس طرح اُسے میں نے اِن نسخوں سے نقل کیا ہے؛ لیکن یہ بات میں قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ وجہ اِس کی یہ ہے کہ اِس سلسلے میں ایک الجھن سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس کی وضاحت ضروری ہے۔ قدیم نسخوں میں ''سنہ'' کے بعد والا لفظ اِس طرح لکھا ہوا ہے کہ اُس کی صحیح خواندگی ممکن نہیں۔ کم سواد نقل کرنے والوں کے عمومی اندازِ کتابت نے یہ صورتِ حال پیدا کی ہے کہ اصل لفظ کی شکل بے طرح بگڑ گئی ہے۔ میں لندن، کلکتہ، برلن اور آزاد سے اُن شکلوں کو بعینہٖ نقل کرتا ہوں۔ کلکتہ: بتاریخ اثنای عشرفی سہ کحط۔ برلن: اثنا عشرتی سہ یکحط۔ آزاد: اثناعشرفی سنہ یکحط۔ لندن: بتاریخ اثنی عشر سنہ بط۔

موخر نسخوں میں سے رضا ۱،۲ میں یہ شعر ہی شاملِ قطعہ نہیں۔ علوی اور بمبئی میں اِس شعر میں صاف طور پر ''کط'' لکھا ہوا ہے۔ اِس قدر مختلف شکلیں ہیں اِس ایک لفظ کی۔ موخر نسخوں (علوی، بمبئی) سے ''کط'' کو نقل تو کیا جاسکتا ہے [کیونکہ یہی بامعنی صورت ہے] لیکن اِس کی بنیاد پر یہ بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ اِس سے انتیسواں سنہِ جلوسی ہی برآمد ہوتا ہے۔ بس قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید اصل لفظ ''کط'' ہو۔ اِس سے قیاسی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے، کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی۔ لندن ۱ میں ''بط'' ہے، اِس کی بنیاد پر یہ قیاس بھی کیا جاسکتا ہے کہ شاید اصل لفظ ''لط'' ہو۔ فتحِ گول کنڈہ ۳۱ ویں سالِ جلوسِ عالم گیری کا واقعہ ہے؛ اگر اصل لفظ ''لط'' مان لیا جائے تو اُس سے ۳۹ عدد برآمد ہوں گے اور اِس طرح وہ ساری نظمیں اُس مجموعے میں شامل ہوسکتی ہیں جو بیجاپور اور حیدرآباد سے متعلق سنہ ۲۹ جلوسی کے بعد کہی گئیں اور کلامِ جعفؔر کے نسخوں میں محفوظ ہیں۔ غرض کہ قیاساً کئی باتیں کہی جاسکتی ہیں۔

## مکمّل کلّیات کس نے مرتّب کیا تھا؟

ایک غور طلب بات اِس سلسلے کی یہ ہے کہ جو نسخے اب ہمارے سامنے ہیں، اُن کی اصل

کون سا نسخہ ہے؟ یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ جعفر نے اپنا دیوان "زٹل نامہ" خود مرتب کیا تھا۔ کب مرتب کیا تھا، یہ معلوم نہیں؛ لیکن "اخباراتِ سیاہہٗ دربارِ معلیٰ" کے اندراج ۴۹ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس وقت اُس نے اِس اندراج کی عبارت لکھی تھی، اُس وقت تک "زٹل نامہ" مرتب ہو چکا تھا۔ اُس کے بعد کا جو کلام ہے، اُس کو کسی نئے مجموعے میں کس نے شامل کیا اور کب؟ یہ معلوم نہیں اور معلوم ہونے کی بہ ظاہر کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی۔ اب تک کی معلومات کے مطابق کلامِ جعفر کا قدیم ترین خطی نسخہ نسخۂ کلکتہ ہے، جس کا سالِ کتابت ۱۲۰۶ھ مانا گیا ہے۔ یہ نسخہ کس نسخے کی نقل ہے؟ باقی دو قدیم خطی نسخے برلن (۱۲۱۰ھ) اور آزاد (۱۲۱۱ھ) ایک دوسرے کی نقل معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی بہ خوبی ممکن ہے کہ اِن دونوں کی اصل کوئی اور نسخہ ہو۔

بہ ہر طور، جو معلومات اب تک حاصل ہو سکی ہے، اُس کے مطابق ہم کو یہ معلوم نہیں کہ جعفر کے مکمّل کلام کا نسخہ کس نے مرتب کیا تھا۔ صرف یہ معلوم ہے کہ قدیم ترین خطی نسخہ ۱۲۰۶ھ کا ہے۔ اِس صورت میں اصولِ تدوین کے مطابق مذکورۂ بالا تین خطی نسخوں کو بنیادی نسخوں کی حیثیت حاصل رہے گی۔ باقی جتنے خطی اور مطبوعہ نسخے ہیں، اُن سب کی حیثیت ثانوی ہوگی۔ یوں اب کلّیاتِ جعفر کی تدوین کے لیے یہ لازم ہوگا کہ بنیادی نسخوں کے طور پر انھی تین نسخوں کو سامنے رکھا جائے اور متن کی کیفیت اور کمیّت میں انھی کی مطابقت اختیار کی جائے۔

## مختلف نسخے

کلامِ جعفر کے کسی ایسے خطی نسخے کا اب تک علم نہیں جو اُس کے زمانۂ حیات کا کتابت شدہ ہو۔ اِسی طرح کسی قریبُ العہد خطی نسخے کا بھی علم نہیں۔ اب تک کی معلومات کے مطابق کلامِ جعفر کا سب سے پرانا خطی نسخہ وہ ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے، اُس کا سالِ کتابت ۱۲۰۶ھ [۹۲-۱۷۹۱ء] مانا گیا ہے۔ اُس سے پہلے کا کوئی خطی نسخہ ہمارے علم میں نہیں۔

ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ کلامِ جعفر کے جس قدر خطی نسخے میں نے دیکھے ہیں، اُن سب کے کاتب حد درجہ کم سواد اور بے حد غلط نویس ہیں۔ اگر متعدد نسخے پیشِ نظر نہ ہوں تو پھر نثر و نظمِ جعفر کی چار سطریں بھی صحیح طور پر نقل نہیں کی جا سکتیں۔ یہ پُرلطف صورتِ حال ہے کہ کسی

نسخے میں شعر کا ایک مصرع درست طور پر لکھا ہوا اور کسی دوسرے نسخے میں اُس کا دوسرا مصرع اس طرح مرقوم ہے کہ صحیح قرائت کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ ایک ہی شعر یا جملے کے کچھ لفظ ایک نسخے میں درست طور پر لکھے ہوئے ہیں اور کچھ لفظ کسی دوسرے نسخے میں۔ اس طرح بڑی حد تک متن کا تعین ہوجاتا ہے؛ البتہ بعض جملے یا شعر ایسے ہیں کہ ان کا متن کسی طور پر صحیح قرائت کے دائرے میں نہیں آپاتا [ایسے ہر لفظ یا شعر سے متعلق حاشیے میں ضروری وضاحت کردی گئی ہے]۔

میرے سامنے کلامِ جعفر کے ۱۴ نسخے ہیں؛ اِن میں ۱۰ خطی نسخوں کے عکس ہیں بہ تفصیلِ ذیل:

۱۔ خطی نسخہ مخزونہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، سالِ کتابت: ۱۲۰۶ھ (۹۲-۱۷۹۱ء)۔
۲۔ خطی نسخہ مخزونہ ذخیرہ اشپرنگر، برلن۔ سالِ کتابت: ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ء)۔
۳۔ خطی نسخہ مخزونہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ۔ سنہ کتابت: ۱۲۱۱ھ (۱۷۹۷ء)۔
۴۔ نسخہ مخزونہ انڈیا آفس لائبریری لندن، سنہ کتابت: ذیقعدہ ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۴ء)۔
۵۔ نسخہ مخزونہ انڈیا آفس لائبریری لندن، سالِ کتابت: ۱۸۲۳ء۔
۶۔ نسخہ مخزونہ رضا لائبریری رام پور۔ کتابت بہ عہدِ نواب احمد علی خاں متوفی ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء)۔
۷۔ ایضاً ۲، ترقیمہ ندارد۔
۸۔ نسخہ مخزونہ کتاب خانہ ادارہ ادبیاتِ اردو حیدرآباد۔ سالِ کتابت: ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء)۔
۹۔ نسخۂ جناب فیروز بخت (کناڈا) ناقص الآخر۔
۱۰۔ نسخۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ۔ سالِ کتابت ۱۲۸۰ھ۔

چار مطبوعہ نسخے ہیں:

(۱) مطبوعۂ مطبعِ علوی علی بخش خاں (لکھنؤ) ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء)۔
(۲) مطبوعۂ مطبعِ حیدری بمبئی۔ سالِ طبع ۱۲۸۴ھ (۶۸-۱۸۶۷ء)
(۳) مطبوعۂ مطبعِ محمدی (دہلی) سالِ طبع ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء)
(۴) مرتبۂ ڈاکٹر نعیم احمد (علی گڑھ)۔ سالِ طبع: ۱۹۷۹ء۔

ان نسخوں کا تعارف درج ذیل ہے۔

## (۱) نسخۂ کلکتہ

یہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (حالیہ: کولکتہ) کے کتاب خانے میں ہے۔ ۱۹۸۵ء میں میں نے سفرِ کلکتہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کتاب خانے میں جاکر اِسے دیکھا تھا۔ اُس وقت میں نے مکمل نسخے کا عکس حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اُس کے بعد برابر کوشش کرتا رہا اور ناکام رہا یہاں تک کہ اب سے دو برس پہلے میری درخواست پر محبّ مکرّم پروفیسر اصغر عبّاس (شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے کسی طرح اِس کا عکس حاصل کرلیا؛ یہ عکس پیشِ نظر ہے۔

اِس نسخے میں کل صفحات ۱۰۴ ہیں۔ کسی صفحے پر تیرہ سطریں ہیں اور کسی پر چودہ۔ خط نستعلیق ہے، لیکن کچّا پن بہت ہے، جس نے ناقل کی کم سوادی سے مل کر صحتِ متن کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ناقل کا احوال یہ ہے کہ درست الفاظ لکھتے لکھتے اچانک اُس کے قلم سے لفظوں کی ایسی بگڑی ہوئی صورتیں بننے لگتی ہیں کہ جملے یا شعر کی معنویت تباہ ہوجاتی ہے۔ اِس کے آخر میں ترقیمے کی جگہ صرف یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں: ''تمام شد کارِ من نظام شد نسخہ جعفر زٹلی تمام شد''۔ ایک مجلد میں دو کتابیں ہیں۔ پہلی کتاب یہی ''نسخۂ جعفر زٹلی'' ہے۔ دوسری کتاب ''قصہ شاہ زمرمہ اردو'' (کذا) ہے۔ دونوں کتابیں ایک ہی شخص کے قلم سے لکھی ہوئی ہیں۔ آخری کتاب کے آخر میں سنہِ کتابت ''۱۲۰۶ھ'' لکھا ہوا ہے۔ اِس بنا پر یہ مان لیا گیا ہے کہ پہلی کتاب ''نسخۂ جعفر زٹلی'' بھی اِسی سنہ کی لکھی ہوئی ہوگی؛ اِسی بنیاد پر اِس نسخے کا سنہِ کتابت ۱۲۰۶ھ لکھا جاتا ہے۔ پہلے اور دوسرے سادہ صفحے پر ایشیاٹک سوسائٹی کی آٹھ مہریں لگی ہوئی ہیں؛ چار پہلے صفحے پر، چار دوسرے صفحے پر۔ دوسرے صفحے پر ایک اور مہر بھی ہے، مگر میرے سامنے جو عکس ہے، اُس میں وہ نمایاں نہیں۔ اِسی صفحے کے وسط میں فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) کی متعارف بیضاوی مُہر لگی ہوئی ہے۔ اِس مہر میں پہلی سطر میں اردو میں کتاب کالج فورت ولیم لکھا ہوا ہے۔ یہی عبارت اِس کے نیچے کی سطر میں ہندی میں اور تیسری سطر میں بنگلہ میں ہے۔ یہ وہاں کی متعارف مہر ہے جو فورٹ ولیم کالج کے کتاب خانے کی ہر کتاب پر ملتی ہے۔

تیسرے صفحے کے وسط سے متن شروع ہوتا ہے۔ پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مرقوم ہے۔ ترتیب میں نثر کا حصہ پہلے ہے۔ اِس حصے کا آغاز ''اخبارات سیاہۂ دربارِ معلّیٰ'' سے ہوتا ہے۔ ص ۲۶ سے نظم کا حصہ شروع ہوتا ہے مگر بیچ بیچ میں نثری اجزا (رقعات وغیرہ) بھی آتے گئے ہیں۔ اب یا تو اُسی نسخے میں ترتیب کلام کا یہ خلط مبحث تھا جس کی یہ نقل ہے؛ یا پھر یہ

ہوا ہے کہ اس نسخے کے ناقل نے اپنی صواب دید کے مطابق اجزا کو مرتب کیا ہے۔ ساری غلط نویسی کے باوجود معتدّ د مقامات پر عبارت اور الفاظ کی تصحیح کے سلسلے میں اِس سے مدد ملی ہے۔ علاوہ بریں، غلط نویسیوں کے باوجود اِس کی یہ اہمیت بھی ہے کہ کلامِ جعفؔر کا یہ قدیم ترین مخطوطہ ہے۔ یہ اہمیت اُس وقت تک برقرار رہے گی جب تک اِس سے پہلے کا کوئی خطّی نسخہ نہ مل جائے۔

## (۲) نسخۂ برلن

زمانی ترتیب کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر وہ خطّی نسخہ آتا ہے جو برلن کی سنٹرل لائبریری کے ''ذخیرۂ اشپرنگر'' میں ہے۔ ترقیمے کے مطابق اِس کا سنہ کتابت ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ء) ہے۔ عبارتِ ترقیمہ:

''تمت تمام شد دیوان جعفرزٹلی در شب یکشنبہ ارقام نمودہ شد ۱۲۱۰ ہجری''۔

خط پختہ نسخ ہے۔ مسطر تیرہ سطری ہے۔ اس نسخے کا کاتب غلط نویسی میں نسخۂ کلکتہ کے کاتب کی برابری تو نہیں کرسکتا؛ مگر اُس سے بس کچھ ہی کم ہے۔ آغاز نسخۂ کلکتہ کی طرح حصۂ نثر سے ہوتا ہے، سب سے پہلے ''اخبارِ سیاہۂ دربارِ معلّیٰ'' ہے۔ شروع نسخہ کی عبارت اُسی طرح نقل کی جاتی ہے جس طرح وہ نسخے میں ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرّحیم— الحمدللّٰہ رب العالمین و العاقبۃ للمتّقین والصّلواۃ والسّلام علی— رسولہ محمد و الہ و اصحابہ و اتباعہ، ازواجہ و ذریاتہ و اهلبیت— الطاهرین صلوات اللہ علیھم اجمعین بدانکہ تصنیف میر جعفر— در عہد حضرت خلد مکان اورنگ زیب بادشاہ نوراللہ مرقدہ— مشتمل بر ہزلیات وبعضے جاپند ونصائح امیر است کہ طالبان— ایں فن بہرہ یابند وتفنن طبع عرایضات نیز مندرج است''۔

ورق ۲۶ الف کی پہلی سطر پر حصۂ نثر ختم ہوجاتا ہے۔ اُس کے نیچے یہ عبارت ہے جسے بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے: ''تمت تمام شد نسر ورقعات میر جعفرزٹلی مرحوم بعون اللہ تعالیٰ بتاریخ بیست یکم شہر ذلحجہ ارقام نمودہ شد والسلام''۔ اِس کے بعد عکس میں دوسطروں کی جگہ خالی ہے۔ تیسری سطر یہاں سے شروع ہوتی ہے: ''شروع نظم در تعریف پیغمبر صلی اللہ علیہ و الہ و اصحابہ وسلم۔ محمد یار

اوتارن ہارسب کا: محمد سرور سالار سب کا''۔ یعنی حصّۂ نظم ایک مستقل حصّۂ دیوان کے طور پر شروع ہوتا ہے حصّۂ نثر کے خاتمے کے بعد۔ اِس نسخے کا عکس ڈاکٹر معین الدّین عقیل نے بھیجا تھا۔

## (۳) نسخۂ آزاد

یہ خطّی نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہے۔ اِس کے آخر میں ترقیمہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس نسخے کے کاتب کا نام عبداللہ تھا، اُس نے لالہ رادھا کشن کے حسب الارشاد اِس کی کتابت کی تھی۔ یہ مصوّر نسخہ ہے۔ میرے سامنے اِس نسخے کا عکس ہے جس میں سات عمدہ تصویریں ہیں۔ نستعلیق میں اِسے لکھا گیا ہے۔ کاتب کا خط پختہ ہے۔ کاتب کے خط میں جس قدر پختگی ہے، اُسی قدر وہ غلط نویس بھی ہے اور کم سواد بھی۔ ترقیمے سے تاریخِ کتابت ''چہاردہم شب ذی قعد ۱۲۱۱ھ نبویؐ'' (اپریل ۱۷۹۷ء) معلوم ہوتی ہے۔ نسخے کے آغاز میں نثری حصّہ ہے، جس میں سب سے پہلے ''اخباراتِ سیاہۂ دربارِ معلّیٰ'' ہے۔ اُس میں ۱۴۸ صفحے ہیں۔ مسطر سات سطری ہے، حاشیے کا چوکھٹا باقاعدہ بنایا گیا ہے، اِس سے اہتمامِ کتابت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ص ۶۲ سے نظم کا حصّہ شروع ہوتا ہے، اِس صفحے پر شروع میں تین سطروں کی جگہ خالی ہے، جس میں ''باسمہ سبحانہ و تعالیٰ'' لکھ کر حصّۂ نظم کا آغاز ہوتا ہے: محمد پار اتارن ہارسب کا: محمد سرور و سالار سب کا۔ ترتیب اور متن کے لحاظ سے یہ نسخۂ برلن سے مکمل مطابقت رکھتا ہے۔ یا تو یہ برلن کی نقل ہے یا برلن اور آزاد، یہ دونوں نسخے ایک ہی نسخے کی نقلیں ہیں۔ اغلاطِ کتابت کے باوجود برلن اور آزاد، اِن دونوں نسخوں سے تصحیحِ متن میں بہت مدد ملی ہے اور ترتیبِ متن میں بھی۔ زمانی اعتبار سے یہ تینوں نسخے (کلکتہ، برلن، آزاد) باقی سب نسخوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ نسخۂ آزاد میں ص 1 کے بعد دو صفحے کم ہیں اور نسخے کے درمیان میں بعض اجزائے نثر و نظم منتشر طور پر ملتے ہیں۔ اِس نسخے کا عکس محبِّ مکرّم پروفیسر اصغر عباس کی عنایت سے مجھ تک پہنچا ہے۔

## (۴) لندن ۱

مخزونہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ اس نسخے کے آخر میں ترقیمہ موجود ہے، جس سے کاتب کا نام ''شجاعت علی حسینی'' معلوم ہوتا ہے۔ تاریخِ کتابت بھی ہے، مگر پہلے اُس کے سلسلے میں کچھ وضاحت ضروری ہے۔ اس نسخے کا عکس میرے سامنے ہے جسے محبِّ مکرّم جمیل جالبی

صاحب نے بھیجا تھا۔ اصلاً یہ عکس کا عکس ہے: اس طور پر کہ انھوں نے لندن سے اِس نسخے کا عکس حاصل کیا اور پھر اُس عکس سے میرے لیے عکس بنوایا۔ اِس کے نتیجے میں بعض مقامات بے طرح دھندلا گئے ہیں۔ یہی صورت ایک جگہ اس ترقیمے میں بھی رونما ہوئی ہے۔ ترقیمے کی پوری عبارت روشن اور خوانا ہے، بس ''سنہ'' پر جو اعداد لکھے ہوئے ہیں، وہ اچھی طرح پڑھنے میں نہیں آتے۔ جالبی صاحب نے اپنی تاریخِ ادب میں اِس نسخے کا سنِہ کتابت ''۱۲۱۱ھ'' لکھا ہے (جلدِ دوم، حصۂ اوّل، ص ۱۱۷)۔ اِس کے برخلاف انڈیا آفس لائبریری (لندن) کے ''ہندستانی'' مخطوطات کے فہرست نگار بلوم ہارٹ نے اِس کا سنِہ کتابت ۱۲۱۸ھ لکھا ہے۔ اصل نسخے سے استفادہ فی الوقت میرے لیے ممکن نہیں، یوں میں نہیں کہہ سکتا کہ صحیح سنہ کتابت کیا ہے۔ میں نے بلوم ہارٹ کے قول کو ترجیح دی ہے، یوں کہ اصل خطّی نسخہ اُس کے سامنے تھا۔ اِس نسخے میں ۱۶۳ اوراق ہیں۔ مسطر آٹھ سطری ہے۔ اصل نسخہ ص ۱۵۹ الف پر ختم ہوجاتا ہے۔ ترقیمے کی عبارت اِسی صفحے پر ہے۔ اِس کے بعد نئے رسالے کے طور ص ۱۶۰ ب سے ملّا دو پیازہ کا اَل نامہ شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے: ''من کلامِ ملّا دو پیازہ رحمۃ اللہ''۔ یہ کسی دوسرے شخص کے قلم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

یہ نسخہ اس لحاظ سے خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ اس میں مشکوک اور غیر معتبر کلام بڑی مقدار میں ملتا ہے۔ ''اخباراتِ سیاحۂ دربارِ معلّیٰ'' کی تمہید میں نثری حصے سے متعلق کچھ گفتگو کی گئی ہے اور حصۂ منظومات میں مختلف نظموں کے حواشی میں، نیز ضمیمہ ایک اور دو میں ضروری باتیں لکھی گئی ہیں۔ اس بنا پر یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ اِس نسخے کے وہ سب اندراجاتِ نثر و نظم جن کی تصدیق کسی دوسرے قدیم مجموعے سے نہیں ہوتی، صرف اِس نسخے کی سند پر قابلِ قبول ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ تصحیحِ متن کے سلسلے میں بھی میں نے اِس نسخے سے کم سے استفادہ کیا ہے۔ ہاں اِس نسخے کا آغاز حصۂ نظم سے ہوتا ہے۔ حصۂ نثر آخر میں ہے۔ اس میں پہلی نظم ''طوطی نامہ'' ہے۔ کاتب معمولی استعداد کا معلوم ہوتا ہے اور غلط نویسی میں وہ بھی کسی سے کم نہیں۔ کٹلاگ میں ۱۳۵ نمبر پر اس کا اندراج ہے۔ مخطوطے کا نمبر U.56 ہے۔

## (۵) لندن ۲

مخزونۂ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ اس نسخے کے آخر میں ترقیمہ ہے جس سے تاریخِ تکمیلِ کتابت ۲ رمارچ ۱۸۴۳ء معلوم ہوتی ہے۔ کٹلاگ میں اس کا نمبر U.57 ہے۔ اِس میں کل

چالیس اوراق ہیں۔ مسطر گیارہ سطری ہے۔ اِس میں حصۂ نثر شامل نہیں، صرف حصۂ نظم ہے، مگر مکمّل نہیں۔ آغاز ہوتا ہے اُس نظم سے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

محمہ پار اتارن ہار سب کا　　محمہ سرور سرو سب کا (کذا)

اِس کے بعد ''جوبن نامہ'' ہے۔ آخری نظم '' ہجوعصمت النّساء بیگم'' ہے۔ کاتب خاصا غلط نویس ہے۔ تصحیحِ متن میں اِس نسخے سے کچھ مدد نہیں ملی۔ اِس کا عکس لندن سے عزیزم ڈاکٹر اطہر فاروقی لائے تھے۔

## (۶) رضا ا

مخزونۂ رضا لائبریری رام پور۔ اِس میں ترقیمہ ہے مگر سنہ کے اعداد مرقوم نہیں:

''تمت تمام شد نسخۂ متبرکہ میر جعفر زٹلی از فرمایش نواب والا جناب معلی القاب حاتم زماں فیاض عالمیاں نواب صاحب نواب احمد علی خاں بہادر ولد نواب محمد علی خاں مرحوم بن نواب فیض اللہ خاں بہادر مغفور ادام اللہ اقبالہ واجلالہ وحشمتہ الی یوم التناد بحرمت النبی و آلہ الامجاد روز یکشنبہ بیست یکم جمادی الاوّل سنہ ہجری از دست فقیر حقیر دعا گوے سرکار فیض مدار غلام محی الدین ولد میانجی جان محمد مرحوم در قصبہ مصطفےٰ آباد عرف رام پور ہمیشہ باد مع ساکنان تا روز شمار۔''

اِس سے کاتب کا نام غلام محی الدین معلوم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب احمد علی خاں فرماں روائے رام پور کی فرمایش کے مطابق اِسے نقل کیا گیا ہے۔ ''سنہ'' کا لفظ مرقوم ہے، مگر اُس پر اعداد مرقوم نہیں۔ نواب احمد علی خاں نے ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں وفات پائی تھی (مولانا امتیاز علی خاں عرشی: مکاتیبِ غالب، ص ۹) اس لیے یہ مان لیا جائے گا کہ ۱۲۵۶ھ سے قبل کسی وقت یہ نسخہ لکھا گیا تھا۔ خط نستعلیق ہے۔ مسطر تیرہ سطری ہے۔ خط میں پختگی تو نہیں مگر بہت روشن اور صاف ہے۔ حصۂ نثر سے آغاز ہوتا ہے۔ متن کی جس قدر غلطیاں عام نسخوں میں پائی جاتی ہیں، وہ اِس میں بھی ہیں۔ اِس کا لائبریری نمبر ''ق ۵۳'' ہے اور موجودات نمبر ۳۲۹۶۔ کل صفحات: ۱۴۰۔ رضا۔ ا اور رضا۔۲: اِن دونوں نسخوں کا عکس برادرم ڈاکٹر شعائر اللہ خاں کے توسط سے حاصل ہوسکا۔ متن کی تصحیح میں بعض مقامات پر اس سے کچھ مدد ملی ہے۔

## (۷) رضا۔۲

اِس نسخے میں ترقیمہ موجود نہیں۔ درمیان کے بعض اوراق بھی کم ہیں۔ رضا۔ ا کے مقابلے میں اِس کا کاتب خاصا غلط نویس ہے۔ خط نستعلیق ہے مگر خط میں کچّا پن بہت ہے۔ مسطر پندرہ سطری ہے۔ اِس کا آغاز اور انجام رضا۔ا کے مطابق ہے، اس فرق کے ساتھ کہ آخر میں دوسرے لوگوں کا بہت سا کلام بھی کاتب نے شامل کرلیا ہے، اُسی طرح جیسے پرانی بیاضوں میں جمع کیا جاتا تھا۔ متن کی تصحیح میں اس نسخے سے مدد نہیں لی گئی، بعض جگہ ضمنی طور پر اِس کے حوالے ضرور دیے گئے ہیں۔ لائبریری نمبر: ق ۵۴۔ موجودات نمبر: ۵۵۶۹ کل صفحات ۱۶۰۔

## (۸) ادبیات

نسخہ مخزونۂ ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد۔ اِس میں ۴۸ ورق ہیں۔ ورق ۳۱ کے بعد کا ایک ورق کم ہے۔ مسطر پندرہ سطری ہے۔ آغاز حصّۂ نثر سے ہوتا ہے۔ اختتام اُس قطعے پر ہوتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے: زٹل نامہ کردم عدیم البدل: کہ ہر مصرعِ اوست ضرب المثل۔ اُس کے بعد ''غزل از سلّی پسر میر جعفر زٹل'' ہے، اُس کا پہلا شعر یہ ہے:

اے سراجِ بزمِ دولت از تو روشن دوسرا　　کیا سبب تاریک ہے، اب تک ہمارا جھوپڑا

یہ الحاقی غزل ہے۔ اِس نسخے میں کئی اجزا الحاقی ہیں [ضمیمہ ۲ میں اُن کی نشان دہی کی گئی ہے]۔ اختتامی قطعے کے بعد تین صفحے مزید ہیں جن میں دوسرے غیر متعلّق اندراجات ہیں [جیسے بہت سی پرانی کتابوں میں ملتے ہیں]، ''غزلِ سلّی'' بھی اِسی ذیل میں آتی ہے۔ ورق ۴۶ ب پر یہ عبارت ملتی ہے:

> ''تاریخ چھاپے جانے بنیئے (کذا) کی عجائب یہ نسخہ ہے محبوب جگ ہر
> اک لفظ اس کا ہے مطلوب جگ، کہا ملہم غیب نے اس کا سال کہ جعفر زٹلی ہے
> مرغوب جگ۔ بمنہ و کرمہ نسخہ موسوم بہ کلّیات من تصنیف میر جعفر زٹلی رحمۃ اللہ
> علیہ بتاریخ غرۂ مبارک ماہ صفر المظفر ۱۱۷۵ نبوی در کچہری عدالت پادشاہی بلدۂ
> فرخندہ بنیاد حیدرآباد در عہد ریاست نواب افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس
> بروز شنبہ بعد دوپہر روز برآمدہ تحریر یافت فقط فقط۔''

اِس عبارت میں دو باتیں توجہ طلب ہیں۔ ''تاریخ چھاپے جانے بنیئے کی''۔ اِس لفظ ''بنیے'' کا صحیح طور پر تعین نہیں کیا جاسکا۔ ''مرغوب جگ'' کے نیچے کسی نے ''۱۲۷۱'' کے اعداد لکھے ہیں (اِس

مادّے سے یہی اعداد برآمد ہوتے ہیں)۔ میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ اُس نسخے کی تاریخ ہے جس سے یہ نسخۂ ادبیات نقل کیا گیا ہے (یہ محض قیاس ہے)۔

دوسری توجہ طلب بات ہے سنہِ کتابت (۱۱۷۵ھ)۔ ناقل نے یہ صراحت کردی ہے کہ یہ نواب افضل الدّولہ کے عہد میں لکھا گیا ہے اور نواب افضل الدّولہ ۱۲۷۳ھ میں مسند نشیں ہوئے تھے۔ لطیفہ یہ ہے کہ اِس تاریخ کے بعد ناقل نے یہ بھی لکھا ہے:

''تاریخ مسند نشینی نواب افضل الدولہ بہادر:

خسرو اقلیم و شاہ بحر و بر　　گشت آں مسند نشیں عالی قدر (کذا)

ہاتف از سر الطاف بہ (کذا)　　افضل الدولہ زہے والا گہر''

مصرعِ آخر کے نیچے خود ناقل نے ''۱۲۷۳'' اعداد لکھے ہیں۔ اِس واضح صورتِ حال کے پیشِ نظر صرف یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ناقل ''۱۲۷۵'' کے بجائے ''۱۱۷۵'' لکھ گیا، یعنی یہ لغزشِ قلم ہے۔ [اگر یہ نسخہ واقعتاً ''۱۱۷۵'' کا ہوتا تو کلامِ جعفر کا قدیم ترین مخطوطہ قرار پاتا] اِس لحاظ سے اِس نسخے کا سنہِ کتابت ۱۲۷۵ھ متعیّن کیا جانا چاہیے۔

اِس نسخے کا ناقل بہت کم سواد ہے [اِس کا اندازہ تو اُس قطعۂ تاریخِ مسند نشینی ہی سے لگایا جاسکتا ہے جس کو اوپر نقل کیا گیا ہے]۔ مزید یہ کہ اِس میں متعدّد الحاقی اجزا پائے جاتے ہیں [ضمیمہ ۲ میں اُن کی نشان دہی کی گئی ہے]۔ نظر بہ ظاہر یہ کسی مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔ تصحیحِ متن میں حقیقتاً اِس سے کچھ مدد نہیں ملی، ضمناً بعض جگہ اِس کا حوالہ آگیا ہے۔ اِس نسخے کا عکس میرے پاس کالی داس گپتا رضا (مرحوم) نے بھیجا تھا۔

## (۹) بیدار

یہ نسخہ بیدار بخت صاحب (کناڈا) کے ذاتی ذخیرے کا ہے، اُنھوں نے از راہِ لطف اپنے نسخے کا عکس بنوا کر بھیجا ہے۔ یہ ناقص الآخر ہے۔ آخری نظم ''کچھوا نامہ'' ہے۔ مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ نسخہ مکمل طور پر مطبوعہ نسخے علوی کی نقل ہے۔ ناقل کا خط پختہ ہے۔ بعض مقامات پر ناقل نے نسخۂ علوی کی بعض اغلاطِ طباعت و کتابت کی تصحیح کی ہے، مگر بہ طورِ عموم ساری باتوں (ترتیب، متن، اغلاط) میں یہ علوی کے مطابق ہے۔

## (۱۰) پٹنہ

یہ نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ کا ہے۔ بہت سی سعی اور سفارش کے بعد اِس کا عکس حاصل

کیا جاسکا۔ جب عکس میرے پاس آیا تو مجھے اِس بات پر بہت تعجب ہوا کہ اربابِ کتاب خانہ نے اِسے خطی نسخوں کے ذیل میں کیسے رکھا۔ اگر اِس کا احوال مجھے پہلے معلوم ہوجاتا تو میں عرضِ نیاز میں اپنا وقت ضائع نہ کرتا۔ اِس کے آخر میں ترقیمہ ہے:

''تاریخ طبع کلّیات جعفر زٹلی از نتائج فکر منشی حبیب الدین احمد المتخلص بہ سوزاں:

این نسخہ کہ جان و دلِ ہر پختہ و خام است — مانند رواں چو بہ تن طبع درآمد

خندہ زدو گفت ایں چہ ظریفانہ کلام (۲۰۲۰) است'' — ما از پے تاریخ بہ سوزاں بنمودیم

[ناقل نے ایمان داری کے ساتھ مطبوعہ نسخے کی عبارتِ خاتمہ کو بھی نقل کردیا]۔ اِس کے نیچے یہ عبارت ہے:

''تمت تمام شد بہ قلم قدرت علی ۱۲۸۰ھ''۔ یعنی کاتب کا نام قدرت علی ہے، جس نے نسخۂ مطبوعۂ ۱۸۶۷ء کی نقل تیار کی ہے مگر اُس نے جو سنہ ہجری لکھا ہے وہ درست نہیں۔ اصل نسخہ چھپا ہے ۱۸۶۷ء (۸۴-۱۲۸۳ھ) میں، اُس کی نقل ۱۲۸۰ھ میں کیسے تیار کی جاسکتی ہے؟ دانستہ یا نادانستہ کاتب قدرت علی نے نقل کا غلط سنہِ ہجری لکھا ہے، کیونکہ ۱۲۸۰ھ برابر ہے ۶۴-۱۸۶۳ء کے۔ ناقل قدرت علی بہت غلط نویس ہے۔ اِس نسخے سے تصحیح و ترتیب متن میں ذرا بھی مدد نہیں ملی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسے سامنے تو رکھا گیا مگر غلط نویسی کی بہتات کے سبب اِس سے کام نہیں لیا گیا۔ کُل صفحات ۱۶۰ ہیں۔ مسطر پندرہ سطری ہے۔ آغاز نثری حصّے سے ہوتا ہے اور اختتام بھی نثر پر ہوتا ہے۔

## (۱۱) علوی

یہ مطبوعہ نسخہ ہے۔ اِس کے سرورق کی مکمل عبارت یہ ہے: ''ان دنوں توفیق خدای زمین و آسمان سے نسخۂ حسب الحکم مہر ذیل مطبع کثیر المنافع المسمی بہ سلطان المطابع / کلّیات جعفر زٹلے وغزلہای سمد بن و نوشہ / باہتمام مقبول الدولہ احسان الملک کپتان مرزا محمد مہد یعلیخاں بہادر قبول ثابت جنگ / ربیع مطبع علوی علی بخش خان کے دوبارہ چھپا''۔ اِس نسخے کے آخری صفحے پر عبارتِ خاتمہ ہے، اُس میں تاریخِ طبع مذکور ہے: ''در مطبع علوی علی بخش خان در عشرۂ اخیرہ شہر ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ رونق طبع یافتہ''۔ یعنی یہ نسخہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں چھپا تھا اور یہ کہ یہ اشاعتِ ثانی ہے۔ اشاعتِ اوّل کب ہوئی تھی، اِس کا علم مجھے نہیں ہوسکا۔

اِس میں کل ۵۸ صفحے ہیں۔ اصل نسخہ ص ۴۹ پر ختم ہوجاتا ہے۔ ص ۵۰ سے غزل ہاے

سمدحسن و نوشہ والا حصّہ شروع ہوتا ہے: ''من تصنیف راے طوطا رام منشی متخلص بہ عاصی ولد راجہ بشن سنگھ ابن راجہ بھکاری داس کہ ہر یکے ازیں ہا از عہدِ نواب سعادت خاں بہادر بہ خدمت میر منشی گری بہ خطاب راجگی سرفراز و ممتاز ماندہ اند و داد ریاست و امارت چنانکہ باید دردادہ''۔

اس سے آگے کی عبارت بہت دل چسپ ہے، اسی لیے اصل موضوع سے غیر متعلق ہونے کے باوجود اُسے نقل کیا جاتا ہے:

> ''ازانجا کہ در غزل کہ تخلص مصنف موصوف ضبط نیست، سببش ایں کہ بباعث خوشنودی طفلاں بہ نام طفلاں گفتہ شدہ و در بعضے جا مقطع غزل باسم کے موسوم نہ کردہ بہ خیالِ ایں کہ ہر طفلے کہ خواہد نام خود دراں داخل نمودہ بخواند، زیرا کہ طفلاں را از نام خود خواندن خوشی بسیار می شود''۔

صفحہ ۵۰ سے ص ۵۵ تک یہی غزلیں ہیں۔ ص ۵۶ پر یہ سرخی ہے: ''چند غزل ہا از دیوانِ عاشقانہ مصنف موصوف در صفت محفل و ارباب محفل از قسم مبارک باد وغیرہ کہ در ذکر شراب و کباب است نیز انتخاب نمودہ دریں جا نوشتہ شد کہ ضروری است''۔ یہ حصّہ ص ۵۸ پر ختم ہوتا ہے۔ اِن کے بعد عبارت خاتمت الطبع ہے۔

نسخے کا آغاز نثری حصّے سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے ''گفتگو نامۂ ملّا'' ہے۔ اختتام ''تاریخ دیوان تصنیف مصنف دیوان'' پر ہوتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

زٔل نامہ کردم عدیمُ البدل — کہ ہر مصرع اوست ضربُ المثل

جو مطبوعہ نسخے پیشِ نظر ہیں، اُن میں یہ نسخہ سب سے اچھا ہے بہ لحاظِ متن۔ متن میں ایسی غلطیاں تو موجود ہیں جو بالعموم خطّی نسخوں میں ملتی ہیں مگر اُن کی تعداد دوسرے نسخوں کے مقابلے میں کم ہے۔ اِس لحاظ سے یہ نسخہ قابلِ ذکر ہے۔ اِس نسخے کا عکس مُحبّ مکرّم اسلم محمود صاحب کی عنایت سے مجھے ملا ہے۔ اصل نسخہ اُن کے ذاتی ذخیرۂ نوادر میں محفوظ ہے۔

## (۱۲) بمبئی

مطبوعۂ مطبع حیدری بمبئی، سالِ طبع: یکم محرم ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء)۔ کل صفحات: ۱۳۲۔ اس کا آغاز نثری حصّے سے ہوتا ہے، سب سے پہلے ''گفتگو نامۂ ملّا'' ہے۔ اختتامِ ص ۱۳۱ کی پانچویں سطر پر ہوتا ہے ''تاریخ دیوان از تصنیفِ مصنفِ دیوان'' پر جس کا پہلا شعر یہ ہے:

زٔل نامہ کردم عدیم البدل — کہ ہر مصرع اوست ضرب المثل

اِس قطعے کے بعد ''غزل از ستّی'' ہے؛ یہ وہی غزل ہے جو ادبیات میں بھی ہے، جس کا حوالہ ادبیات کے ذیل میں آچکا ہے۔ اِس کے بعد ''غزل صاحب قران'' ہے، مصرعِ اوّل:

دلاتی شہوت ہے مجھ کو نو رن مٹک مٹک کر مٹک مٹک کر

پھر ایک اور ''غزلِ صاحب قران'' ہے، مصرعِ اوّل: ہونہ یینار ہمسرِ آلت۔ اِس کے بعد عبارتِ خاتمۃ الطبع ہے جس سے تاریخِ طبع ''پہلی ماہ محرم الحرام ۱۲۸۴ھ'' معلوم ہوتی ہے۔ مسطر اکیس سطری ہے۔ اِس نسخے میں معتدٌ الحاقی اجزا بھی ہیں، ضمیمہ ۲ میں اُن کی نشان دہی کی گئی ہے۔ متن کی غلطیاں تو اِس میں بھی کچھ کم نہیں، لیکن کچھ مقامات پر تصحیحِ متن میں اِس سے مدد ملی ہے، اِس لحاظ سے یہ نسخہ کام کا ہے۔ اصل نسخہ مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی کے کتاب خانے میں ہے۔ اِس نسخے کا مجھے علم نہیں تھا، محبی ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے مجھے بتایا اور انھی نے اِس کا عکس بنوا کر بھیجا۔ (یہ دل چسپ بات ہے کہ دیوانِ جعفر زٹلی بمبئی میں کئی بار چھپا ہے۔ تلاش کے باوجود مجھے کسی دوسری اشاعت کا نسخہ نہیں مل سکا، انڈیا آفس لائبریری کے فہرست نگار بلوم ہارٹ نے اپنے کٹلاگ میں کلّیاتِ زٹلی نمبر ۱۳۳ کے تحت بمبئی میں چھپے ہوئے دو نسخوں کا حوالہ دیا ہے جو ۱۸۵۳ء اور ۱۸۵۷ء کے چھپے ہوئے ہیں)۔

## (۱۳) محمدی

یہ نسخہ مطبعِ محمدی دہلی کا چھپا ہوا ہے۔ سالِ طبع: ۱۲۸۹ھ (۷۳-۱۸۷۲ء)۔ یہ نسخہ شروع سے آخر تک لفظ بہ لفظ علوی کے مطابق ہے۔ آخر میں غزلیاتِ سمدھن و نوشہ اور دوسری غزلیں بھی شامل ہیں۔ کل صفحات: ۱۰۸، مسطر اکیس سطری۔

## (۱۴) نعیم

کلّیاتِ میر جعفر زٹلی۔ مرتبہ ڈاکٹر نعیم احمد (مرحوم)۔ کل صفحات: ۳۳۰، مسطر ۲۳ سطری۔ سنہ اشاعت: ۱۹۷۹ء۔ مرتب کے انتخاب اور شوق کی داد دی جانا چاہیے کہ انھوں نے تدوین کے لیے جعفر کے کلام کا انتخاب کیا اور اُس کی اہمیّت کو اچھی طرح سمجھا۔ انھوں نے صحیح تناظر میں اُس کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کی اور اپنے مقدمے میں اعتماد کے ساتھ جعفر کی اہمیت پر روشنی ڈالی، اُن حالات کے پس منظر میں جو اُس عہد میں کارفرما تھے۔ اُنھوں نے جعفر کے کلام کی اہم خصوصیات پر نظر رکھی اور مناسب طور پر اُن کو بیان کیا۔ اِن سب کے ساتھ یہ کہنا بھی ضروری

معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم کو تدوین کے طریقۂ کار سے کم واقفیت تھی اور ادبی تحقیق کے تقاضوں سے بڑی حد تک بے خبر تھے۔ اِس پر طرّہ یہ کہ وہ فارسی سے کم آشنا تھے اور قدیم اردو سے بھی اچھی طرح واقف نہیں تھے۔ اِن سب کے نتیجے میں اِس نسخے کے متن کا احوال بہت بُرا نظر آتا ہے۔ اُن کو جہاں جو جو کچھ ملا جعفر کے نام سے، اُس کو نقل تو کرلیا مگر اِس سے سروکار نہیں رکھا کہ جملے اور شعر بامعنی بھی ہوں۔ مختلف نسخوں میں لفظوں کی جیسی بگڑی ہوئی شکلیں محفوظ تھیں، اُن سب کو بغیر سوچے سمجھے نقل مطابق اصل کے طور پر نقل کرلیا گیا۔ اِس لحاظ سے یہ نسخہ پرانے زمانے کے اُن خطّی نسخوں سے کسی طرح بہتر نہیں جو کم سواد ناقلین کے لکھے ہوئے ہیں۔ متن کی تصحیح میں اور تعیّن میں اِس نسخے سے ذرا بھی مدد نہیں مل سکی۔

کلامِ جعفر کے مجموعوں کے سلسلے میں یہ بات بھی ہماری نظر میں رہنا چاہیے کہ اب تک جتنے نسخے علم میں آئے ہیں اُن کے کاتب عموماً کم سواد معلوم ہوتے ہیں۔ جعفر کی ''نیک نامی'' کی شہرت تھی، عام طور پر یہ خیال ذہنوں میں بیٹھ گیا تھا کہ وہ فحش نگار اور ہزل گو شاعر ہے؛ غالباً اِسی وجہ سے اُسے سنجیدہ توجہ کا مستحق نہیں سمجھا گیا۔ اِس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ اُس کے کلام کا شہرہ تھا، وہ خواص اور عوام، سب کے لیے دل چسپی سے معمور تھا؛ یوں اُس کے کلام کے مجموعوں کی نقلیں تیار کی جاتی رہیں؛ مگر اِس کام کو بہ طورِ عموم ادنا صلاحیت کے لوگ انجام دیتے رہے۔

دوسری مشکل یہ تھی کہ جعفر کی زبان ملواں ہے۔ جو شخص تھوڑی بہت عربی نہ جانتا ہو، فارسی زبان سے اچھی طرح واقف نہ ہو اور ہندی کے لفظوں سے بھی بہ قدرِ ضرورت شناسائی نہ رکھتا ہو؛ ایسا شخص نہ اُس کے کلام کو صحیح طور پر پڑھ سکتا ہے اور نہ درستی کے ساتھ اُس کی نقل تیار کرسکتا ہے۔ نقل کرنے والے اِن ضروری باتوں سے واقف ہی نہیں تھے۔ [اُن پُرانوں کو کیا کہا جائے، نئے لوگ بھی کتنے ہیں جو ویسے نہ ہوں!]۔

کلامِ جعفر کے خطّی نسخے ملک اور بیرونِ ملک کے مختلف کتاب خانوں میں ہیں مگر ایسے نسخے کم ہیں جن میں ترقیمہ ہو اور اُس میں سنہِ کتابت بھی لکھا ہوا ہو۔ کسی متن کے خطّی نسخے متعدد ہوں، تو تدوین کے نقطۂ نظر سے حقیقی اہمیت ایسے قدیم نسخوں کی ہوسکتی ہے اور وہ زیرِ بحث آسکتے ہیں جن کا سنہِ کتابت معلوم ہو۔ مثلاً انڈیا آفس لائبریری لندن میں کلامِ جعفر کے چار نسخے ہیں [بلوم ہارٹ کے مرتبہ کٹلاگ کے مطابق] دو نسخوں کے ترقیمے میں تاریخِ کتابت ملتی ہے۔ [اِن دونوں نسخوں کا عکس پیشِ نظر ہے] ایک نسخہ کٹلاگ کی صراحت کے مطابق ناقص الآخر ہے اور ایک نسخہ ترقیمے سے خالی ہے۔ یا جیسے ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدرآباد میں دو نسخے ہیں۔ ایک نسخے

میں ترقیمہ ہے [اُس کا عکس پیشِ نظر ہے] اور دوسرے نسخے میں ترقیمہ موجود نہیں [ڈاکٹر انور معظم نے میری درخواست پر ادارے کی لائبریری میں جاکر بہ چشمِ خود اُس نسخے کو دیکھا اور اُس کے احوال سے مجھے مطلع کیا]۔ سالار جنگ میوزیم حیدرآباد کے کتاب خانے میں کلامِ جعفر کے دو خطی نسخے ہیں۔ ایک ناقص الآخر ہے اور ایک ناقص الاوّل ہے اور ترقیمے سے خالی ہے [یہ تفصیلات ڈاکٹر انور معظم نے حیدرآباد سے بھیجی ہیں]۔ یہی احوال ایسے دوسرے کتاب خانوں کے نسخوں کا ہے جہاں کلامِ جعفر کے ایک سے زیادہ نسخے ہیں [مثلاً رضا لائبریری رام پور، جس کے نسخوں کی مکمل تفصیلات برادرم ڈاکٹر شعائر اللہ خاں نے رام پور سے بھیجی ہیں]۔ اس طرح ایسے خطی نسخے نسبتاً کم ہیں جن کا تدوین کے نقطۂ نظر سے پیشِ نظر رکھا جانا ضروری ہو۔

اِس کتاب کے حواشی میں جا بہ جا مآثرالامراء اور مآثرِ عالم گیری کے حوالے ملیں گے۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ دونوں کتابوں کے اردو ترجمے پیشِ نظر رہے ہیں۔ مآثرالامراء (تین جلدیں) مصنف: صمصام الدولہ شاہ نواز خاں۔ مترجم: محمد ایوب قادری۔ ناشر: مرکزی اردو بورڈ، لاہور، سنہِ اشاعت: ۱۹۶۸ء۔ مآثرِ عالم گیری، مصنف: محمد ساقی مستعد خاں۔ مترجم: محمد فدا علی طالب۔ ناشر: بک لینڈ کراچی، سنہِ اشاعت: ۱۹۶۱ء

تحقیق کی اصطلاح میں ترجمہ، ثانوی ماخذ کا درجہ رکھتا ہے۔ میری مشکل یہ تھی کہ اصل فارسی متن میری دسترس سے باہر تھے اور بہت کوشش کے باوجود میں اُن کو حاصل نہیں کر سکا؛ اس مجبوری سے اِن ترجموں سے کام لینا پڑا ہے۔

## طریقِ کار

کلامِ جعفر کے جو خطی نسخے پیشِ نظر ہیں، اُن میں چار مجموعے ایسے ہیں جن کو قدیم نسخے کہا جا سکتا ہے: کلکتہ (۱۲۰۶ھ)، برلن (۱۲۱۰ھ)، آزاد (۱۲۱۱ھ)، لندن ا (۱۲۱۸ھ)۔ اِن میں سے آخری نسخہ لندن ا اِس لحاظ سے کم درجہ ہے کہ اس میں الحاقی اجزا بہت ہیں۔ ''اخباراتِ سیاہۂ دربارِ معلی'' کی تمہید میں، مختلف نظموں کے حواشی میں اور ضمیمہ ۲ میں اس سے متعلق بہت سی تفصیلات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اِس طرح ایسے تین نسخے رہ جاتے ہیں جو باقی نسخوں کے مقابلے میں زمانی اعتبار سے مقدم ہیں۔ اس کتاب میں بنیادی طور پر اِنھی تین نسخوں (کلکتہ، برلن، آزاد) کے مشتملات کو شامل کیا گیا ہے۔ ایسی کوئی چیز اِس کتاب میں شامل نہیں کی گئی جو اِن تینوں نسخوں میں یا اِن میں سے دو نسخوں میں موجود نہ ہو۔ چونکہ آزاد اصلاً برلن کے مطابق

ہے، اور کلکتہ میں اِن دونوں کے مقابلے میں بعض اجزا کم ہیں [میری راے میں اِس کا تعلق ناقل کے حذف و اختیار سے ہے] اِس لیے نثر و نظم کے وہ سارے اجزا جو اِس کتاب میں شامل کیے گئے ہیں وہ (عموماً) محوّلۂ بالا تینوں نسخوں میں پائے جاتے ہیں، یا موخرالذکر دو نسخوں میں لازماً موجود ہیں۔

ضروری الفاظ کے معنی ہر نظم کے اشعار کے ساتھ ہی حاشیے میں لکھے گئے ہیں۔ جعفرؔ کے کلام میں عجیب عجیب لفظوں کی اور مشکل لفظوں کی جو بہتات ہے، اُس کے پیشِ نظر مناسب سمجھا گیا کہ قاری کی نظر فرہنگ کی ورق گردانی کے بغیر اشعار کے معانی کو ساتھ ساتھ بہ آسانی دیکھ سکے۔ ضروری لفظوں پر اعراب لگائے گئے ہیں۔ تشدید اور اضافت کے زیر لگانے کا التزام کیا گیا ہے۔ پنکچویشن (توقیف نگاری) کا اہتمام بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ علامات وہی استعمال کی گئی ہیں جنھیں انجمن ترقّیِ اردو نے منظور کیا تھا۔ ''بابائے اردو مولوی عبدالحق سیریز'' کی جو کتابیں مرتب کی گئی ہیں (فسانۂ عجائب، باغ و بہار، گلزارِ نسیم، سحرالبیان، مثنویاتِ شوق) اُن میں بھی اِسی طریق کار کی پابندی کی گئی ہے۔ ایک تو یوں کہ یہ سب تدوین میں عبارت نگاری کے لازمی اجزا ہیں، دوسرے یہ کہ اِن سے پڑھنے کی اور عبارت کو صحیح طور پر سمجھنے کی آسانی کا بے حد ضروری فائدہ حاصل ہوتا ہے، نیز ان کی مدد سے اجزاے جملہ اور اجزاے عبارت کے صحیح تعیّن میں بہت مدد ملتی ہے۔

## ضمیمے

اِس کتاب میں تین ضمیمے شامل کیے گئے ہیں۔ پہلے ضمیمے میں ایسا کلام شامل کیا گیا ہے جس کے متعلق مرتب کی راے یہ ہے کہ جعفرؔ سے اُس کا انتساب مشکوک ہے۔ اصلاً تو یہ کلام غیر معتبر کلام کے تحت آتا ہے؛ مگر بعض قدیم خطّی نسخوں میں اُس کے موجود ہونے کی وجہ سے قطعیت کے ساتھ جعفرؔ سے اُس کے انتساب کا انکار تحقیق اور تدوین کی احتیاط پسندی کے خلاف ہوتا۔ مرتب کی راے تو یہی ہے کہ یہ کلام جعفرؔ کا نہیں، بس از روے احتیاط اُسے مشکوک سمجھا گیا ہے۔

دوسرے ضمیمے میں ایسا کلام ہے جو ہر لحاظ سے غیر معتبر ہے۔ جعفرؔ سے اُس کا انتساب کسی بھی صورت میں درست نہیں۔ یہ الحاقی کلام ہے۔ تیسرے ضمیمے میں کلامِ جعفرؔ میں اہم مفرد و مرکّب الفاظ کا گوشوارہ شامل کیا گیا ہے، جس کی مدد سے جعفرؔ کی زبان کی تفہیم اور اُس کا تجزیہ

بہتر طور پر کیا جا سکے گا۔

تدوینِ کلامِ جعفر کے سلسلے میں ایک قابلِ توجہ مسئلہ الحاقی کلام کا سامنے آتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ جعفر نے اپنا دیوان مرتب کیا تھا، جس کا نام ''زٹل نامہ'' تھا؛ لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اُس کے مشتملات کیا تھے، نثر و نظم کے وہ کون سے اجزا تھے جو اُس میں شامل کیے گئے تھے، یوں کہ وہ دیوان دست یاب نہیں۔ گردشِ ماہ و سال نے اُس نسخے کو کہیں محفوظ رکھا یا نہیں، یہ معلوم نہیں۔ ہمارے سامنے وہ مجموعے ہیں جنھیں اُس کے مرنے کے بعد تیار کیا گیا ہے۔

اِسی سلسلے میں یہ بھی نظر میں رہنا چاہیے کہ جعفر نے جن موضوعات پر نظمیں کہیں، وہ خاص پسند بھی ہیں اور عام پسند بھی۔ اُس کے اندازِ بیان میں جو چٹکیلا پن ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، یہ اُس کی پہچان بھی ہے۔ اِس میں بڑی کشش تھی اور ہے۔ عملی طور پر یہ بہ خوبی ممکن تھا کہ بعض دوسرے موزوں طبع اُس کے کلام میں اضافے کرتے رہیں، ایسا ہوتا بھی رہا ہے۔ اُس کی زبان اور اُس کا اندازِ بیان تو نہیں مل سکتا تھا، اُس کی نقل تو کی جا سکتی تھی۔ ہجویں اُس کے کلام کا دل چسپ حصہ ہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص جو طبعِ موزوں سے پوری طرح محروم نہیں، کسی شخص سے اپنی خفگی کے اظہار کے لیے اور اِس طرح اپنی تسکین کے لیے کسی کی ہجو کہے اور وہ بھی کلامِ جعفر میں شامل ہو جائے؛ خواہ اُس شخص کی بدولت، خواہ ناقل کی غلط فہمی کی وجہ سے، اور خواہ اِس وجہ سے کہ ناقل اور ہجو نگار ایک ہی شخص ہو۔

ضمیمہ ۱ کے تمہیدی حصے میں سحرالبیان میں بیانِ وصل سے متعلق الحاقی اشعار کے شامل کیے جانے کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ سحرالبیان کے جس خطّی نسخے میں یہ اشعار پہلی بار شامل ہوئے ہیں، اُس نسخے کا ناقل شاعر بھی ہے اور بہ ظاہر یہ اُسی کی کارگزاری ہے۔ اُس کی شاعرانہ طبیعت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وصل جیسی چیز کا بیان بس دو چار شعروں میں ہو اور شعر بھی چٹک بھڑک سے خالی ہوں؛ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی! اُس نے بہ خیالِ خویش موضوع کا حق ادا کرنے کے لیے ایسے سترہ شعروں کا اضافہ کیا جو خاصے مبتذل ہیں۔ اِس طرح اُس کے دل کو تسکین کی لذّت حاصل ہوئی ہوگی۔

سحرالبیان کے مختلف خطّی نسخوں میں اور بھی الحاقی اجزا ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی ناقلوں نے جو سُنّی تھے، یہ دیکھ کر کہ شاعر نے صرف حضرت علیؑ کی منقبت لکھی ہے اور باقی تینوں اصحاب کا نام ہی نہیں لیا اور اُن کی رائے میں یہ تو بڑی بے انصافی ہوئی؛ اُنھوں نے ''انصاف''

اس طرح کیا کہ بقیہ تینوں خلفا کی منقبت کے اشعار بھی اپنے نسخوں میں شامل کرلیے [ایسے کئی نسخے ہیں] اِس طرح گویا اُن کی تسکین ہوگئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اپنی اِس کارگزاری کو حصولِ ثواب کا ایک ذریعہ مان لیا ہو۔ اِس طرح اُن ناقلین نے میر حسن کو، جو شیعہ تھے، سُنّی بنا لیا؛ یعنی اپنے قبیلے میں شامل کرلیا۔ غرض کہ مختلف قدیم شاعروں کے دواوین کے خطّی [اور مطبوعہ نسخوں میں بھی] الحاقی اجزا محفوظ ہیں۔ یہی احوال کلامِ جعفر کے خطّی اور مطبوعہ نسخوں کا ہے۔ جعفر صاحبِ استعداد تھا، پختہ مشق اور درست نگار تھا؛ اِن سب خوبیوں کے ساتھ اُس کی زبان ملواں ہے۔ کہیں وہ عربی کے ٹکڑوں کو ریختہ کے انداز میں شاملِ عبارت کرتا ہے اور کہیں فارسی لفظوں کے ساتھ دیسی لفظوں کی ایسی گرہ بندی کرتا ہے کہ لطفِ بیان میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ مشّاقی، قادرالکلامی اور اُس کی اچھی علمی استعداد کہیں بھی اُس کی زبان کو بگڑنے نہیں دیتی۔ بندشوں کی سُستی سے اُس کا کلام خالی ہے اور ضرورتِ شعری کی مجبوری سے بھی اُس کے کلام میں عربی، فارسی کے لفظوں کا تلفظ بگڑنے نہیں پایا۔ عُمَر، شُتُر، عَقَل جیسے لفظوں نے اُس کے کلام میں دخل نہیں پایا۔ پیوندکاری ہے مگر لفظوں کا تلفظ بگڑنے نہیں پاتا، بس دل چسپ ترکیبیں اپنی بہار دکھاتی ہیں۔

اب اگر ایسی نظمیں سامنے آئیں جن کی زبان میں ایسی صفائی اور بیان میں ایسی روانی ہو جو جعفر کے چالیس پچاس برس بعد کی زبان کا حصّہ ہے تو دل میں شک لازماً پیدا ہوگا کہ یہ جعفر ہی کا کلام ہے؟ یا پھر یہ صورت ہو کہ زبان اور بیان دونوں میں شاعرانہ پھوہڑپن نمایاں ہو؛ عربی، فارسی کے معمولی لفظوں کو صحیح طور پر نظم نہ کیا جاسکا ہو؛ بیان اُکھڑا اُکھڑا ہو، بندشیں سُست ہوں؛ اِس صورت میں ذہن میں اِس خیال کا پیدا ہونا لازمی سا ہے کہ یہ جعفر کا کلام نہیں ہوسکتا، یہ تو کسی کم سواد کی مشقِ خام ہے، جس نے اپنی بساط بھر جعفر کے انداز کی نقل کی ہے؛ یا یہ کوئی اور جعفر ہے۔ مثلاً ایک نظم ہے ''چیونٹی نامہ'' خاصی طویل نظم ہے۔ اُس کی زبان میں جو صفائی ہے، وہ عہدِ جعفر کا حصّہ نہیں تھی۔ ایک بات اور؛ جعفر کا جو خاص انداز ہے، وہ اُس کے کلام میں ہر جگہ ملے گا: ایک شعر اردو کا، دو چار شعر فارسی کے، دو تین شعر ریختے کے [اردو فارسی کی پیوندکاری کے ساتھ]۔ کچھ ایسا ہی احوال مفرد اور مرکّب لفظوں کا ہوتا ہے۔ کوئی نظم طویل ہو اور اُس کے کسی حصّے میں یہ رنگ نہ پایا جائے تو یہ بات شک پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔ نظم ''چیونٹی نامہ'' کلامِ جعفر کے قدیم نسخوں میں ملتی ہے [اس کی صراحت اِس کے حواشی میں کی گئی]۔ یہاں یہ

بھی ممکن ہے کہ یہ جعفر کی آخری عمر کی تخلیق ہو اور یہ بھی بہ خوبی ممکن ہے کہ نظم کے عنوان کو دیکھ کر اُسے شاملِ کلامِ جعفر کر لیا گیا ہو [اور میری رائے میں یہی ہوا ہے]۔ ایسی صورتوں میں احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی نظموں کو (مکمل صورت میں) ایک مستقل ضمیمے (ضمیمہ ۱) میں یک جا کر دیا گیا ہے، ضروری حواشی کے ساتھ۔

ایک اور نظم ہے ''لشکر گہی نامہ''۔ اس نظم کے ہر شعر پر کم سوادی اور کم مشقی کی گویا مہریں لگی ہوئی ہیں۔ یہ بات قطعیت کے ساتھ بہ آسانی کہی جا سکتی ہے کہ یہ نظم جعفر کی نہیں۔ ایسی متعدد نظمیں ہیں، اُن میں سے کئی نظموں کے آخری شعر میں ''جعفر'' بہ طورِ تخلص آیا ہے؛ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور جعفر ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو یا پھر ناقلین نے اِس لفظ کا اضافہ کیا ہو۔ ایسی نظموں کو الحاقی مانا گیا ہے اور ضمیمہ ۲ میں اُن کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اردو کی لسانی تاریخ میں شمالی ہند کے حوالے سے کلامِ جعفر کی بنیادی اہمیت ہے۔ اُس کے یہاں قدیم لفظیات کا قابلِ لحاظ ذخیرہ محفوظ ہے۔ میں نے یہ کیا ہے کہ تیسرے ضمیمے میں ایسے جملہ توجہ طلب مفرد اور مرکب لفظوں کو، ٹکڑوں کو حروفِ تہجی کی ترتیب کے ساتھ یک جا کر دیا ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ اُس صفحے یا صفحات کا نمبر شمار لازماً لکھا گیا ہے جہاں وہ ملے گا۔ چونکہ لفظوں کے معنی ہر نظم کے حواشی میں لکھ دیے گئے ہیں، اِس لیے اِس ضمیمے میں معانی نہیں لکھے گئے، اُن کو نشان زدہ مقامات پر بہ آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ جعفر کی زبان پر گفتگو کرنے والوں کے لیے یہ ضمیمہ کار آمد ثابت ہوگا۔ چونکہ ضروری الفاظ کے معنی ہر نظم کے حواشی میں لکھ دیے گئے ہیں، اِس لیے فرہنگ کا اضافہ کرنا غیر ضروری ٹھہرا۔

## سپاس گزاری

اِس کتاب کی تکمیل میں جن احباب اور عزیزوں نے مدد کی، اُن کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ میں کچھ دوسرے ضروری کاموں میں مصروف رہا لیکن میرے مخلص کرم فرما اسلم محمود صاحب پیہم اصرار کرتے رہے اور توجہ دلاتے رہے۔ اب جو یہ کام مکمل ہونے کو آیا ہے تو اِس میں اُن کے اصرارِ پیہم کو بہت دخل ہے ـــ میں اِس لحاظ سے خوش بخت ہوں کہ دنیا کے مختلف ملکوں کے کتاب خانوں میں محفوظ خطی نسخوں کے عکس احباب کی نوازش سے جلد یا بہ دیر مل ضرور جاتے ہیں جن کو میں خود حاصل نہیں کر سکتا۔ میں نے اب تک جتنے متن مرتب کیے ہیں اُن سب کے سلسلے میں یہی ہوا ہے اور یہ بھی کہ اُن عکسوں کے حصول کے لیے کبھی مجھے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا

پڑا۔ عزیزوں نے اور مخلص احباب نے مجھے ہمیشہ سارے جھگڑوں، جھمیلوں سے اور ذمے داریوں سے محفوظ رکھا؛ اِس بار بھی یہی ہوا۔

ڈاکٹر معین الدّین عقیل (شعبۂ اردو کراچی یونیورسٹی) نے از راہِ لطف برلن کے ذخیرۂ اشپرنگر میں محفوظ خطّی نسخے کا عکس فراہم کیا [قدامت کے لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے نمبر پر آتا ہے]۔ محبِّ مکرّم جمیل جالبی صاحب نے انڈیا آفس لندن کے ایک اہم نسخے (لندن ۱) کا عکس بھیجا۔ عزیزی ڈاکٹر اطہر فاروقی اپنے کسی کام سے لندن گئے تھے، میری فرمایش پر وہ انڈیا آفس کے ایک اور نسخے (لندن ۲) کا عکس بنوا کر لائے۔ بیدار بخت صاحب نے کناڈا سے ایک خطّی نسخے (بیدار) کا عکس بھیجا۔ برادرم شعائراللہ خاں نے رضا لائبریری رام پور کے دو خطّی نسخوں (رضا ۱ اور رضا ۲) کے عکس بھیجے۔ ڈاکٹر ظفراحمد صدّیقی [شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی] کی وساطت سے خدابخش لائبریری پٹنہ کے نسخے کا عکس ملا۔ کالی داس گپتا رضا (مرحوم) نے نسخۂ ادارۂ ادبیات حیدرآباد (ادبیات) کا عکس بھیجا تھا۔

میں کوشش کرتے کرتے تھک گیا لیکن کتاب خانۂ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (حالیہ کولکتہ) میں محفوظ خطّی نسخے کا عکس حاصل نہیں کر پایا تھا۔ اِس خطّی نسخے کی اہمیت یہ ہے کہ کلامِ جعفر کے معلوم خطّی نسخوں میں سب سے پرانا نسخہ ہے۔ محبِّ مکرّم ڈاکٹر اصغر عبّاس (شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ) سے میں نے اپنی مشکل بیان کی۔ معلوم نہیں انھوں نے کیا اچھر پڑھ کر پھونکا کہ پندرھویں دن نسخے کا عکس مجھے مل گیا۔ اِس کے ساتھ ہی نسخۂ آزاد (مخزونۂ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ) کا عکس بھی بھیج دیا۔ اصغر عبّاس صاحب کی عنایت شاملِ حال نہ ہوتی تو میں تدوینِ کلامِ جعفر کے اِس کام کو انجام نہ دے پاتا۔ محبّی ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے نسخۂ بمبئی کا عکس فراہم کیا۔ عزیزِ مکرّم ڈاکٹر ظفراحمد صدّیقی نے عربی کے بہت سے الفاظ کے معنی لکھ کر بھیجے [جو ہجوِ دخترِ ذوالفقار بیگ میں آئے ہیں] نیز کئی معرّب اشعار کی تصحیح کی۔ میرے کرم فرما مشفق خواجہ صاحب نے مآثرالامراء کی جلدیں کراچی میں بہت تلاش و جستجو کے بعد حاصل کیں، نیز مآثرِ عالم گیری بھی ڈھونڈ نکالی اور یہ سب کتابیں بھیجیں۔ عزیزہ منصورہ نے لاہور سے شاہ جہاں نامے کی جلدیں فراہم کیں۔ اگر یہ کتابیں مجھے نہ ملتیں تو بہت سے حواشی نہیں لکھے جاسکتے تھے۔ اِن سب کرم فرما احباب اور عزیزوں کا شکر گزار ہوں۔

برادرِ عزیز ڈاکٹر اطہر فاروقی نے اِس مشکل اور صبر آزما متن کی کمپوزنگ کا بہ طورِ خود اہتمام

کیا اور عزیزہ ڈاکٹر ارجمند آرا (شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی) نے تصحیح میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اِن دونوں عزیزوں کی محبت شاملِ حال نہ ہوتی، تو اس مرحلے کو طے کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

جناب عبدالوہاب خاں سلیم کا بہ طورِ خاص ممنون اور شکرگزار ہوں، جن کی کتاب دوستی نے تکمیلِ اشاعت کے سب سے زیادہ مشکل مرحلے کو آسان بنانے میں مدد کی۔ محبِّ صادق الوداد ڈاکٹر خلیق انجم میرے غم گسار ہیں، اُن کی کارسازی نے بھی اِس سلسلے میں بہت کچھ کیا۔ ان دونوں حضرات کے تعاون کے بغیر تکمیلِ اشاعت کی مشکلوں کو میں تو کسی بھی طرح حل نہیں کرسکتا تھا۔

کلامِ جعفر کو اصولِ تدوین کے مطابق مرتب کیے جانے کی یہ پہلی کوشش ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ شمالی ہند کے اِس نہایت درجہ اہم شاعر کے کلام کی اِس تدوین کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور یہ مجموعہ اہلِ نظر کی پسندیدگی سے محروم نہیں رہے گا۔

پُرانے متون کو جدید اصولِ تدوین کے مطابق مرتب کرنے کا جو پروگرام بنایا گیا تھا اُس کے تحت اب تک پانچ کلاسکی متن (فسانۂ عجائب، باغ و بہار، گلزارِ نسیم، سحرالبیان، مثنویاتِ شوق) شائع ہوکر اہلِ نظر کی پسندیدگی کا شرف حاصل کرچکے ہیں۔ مصطلحاتِ ٹھگی چھپنے کے لیے جاچکی ہے۔ کلاسکی ادب کی فرہنگ کی پہلی جلد بھی مکمل ہوکر کمپوزنگ کے مرحلے میں ہے [اِس فرہنگ کی تین جلدیں ہوں گی]۔ لفظیاتِ غالب کا کام بھی شروع کردیا گیا ہے۔ اِس میں کلامِ غالب کے مفرد اور مرکّب الفاظ کا مکمل گوشوارہ ہوگا، مع امثال۔ مقصد یہ ہے کہ بہ یک نظر یہ معلوم کیا جاسکے کہ غالب نے مختلف الفاظ کو کن کن نسبتوں کے ساتھ استعمال کیا ہے اور اُن سے کلام میں کون کون سی معنوی جہتیں ابھری ہیں۔ اردو کے جملہ مفرد و مرکّب الفاظ ہوں گے اور فارسی کلام کے صرف مرکّبات۔ خیال ہے کہ سال بھر میں یہ کام مکمل ہوسکے گا۔

ایسے مواقع پر حسن نعیم مرحوم کا یہ شعر بے اختیار یاد آجاتا ہے:

کون مجھ سے پوچھتا ہے روز اِتنے پیار سے — کام کتنا ہوچکا ہے، وقت کتنا رہ گیا

وقت کم رہ گیا ہے اور کام بہت ہے؛ مگر جذبۂ شوق میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی؛ اِسی لیے اِس کا یقین رہتا ہے کہ یہ کام بھی ضرور مکمل ہوسکے گا۔

رشید حسن خاں

یکم ستمبر ۲۰۰۲ء

# حصّهٔ نثر

# اخبارات سیاہۂ دربارِ معلّیٰ

## تمہید

یہ مجموعۂ وقائع بجاے خود ایک مستقل رسالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس میں بہت سے نام آئے ہیں؛ جن میں سے چند نام عہدِ اورنگ زیب کی معروف شخصیتوں کے ہیں اور اکثر نام مزاحیہ نشانات کے طور پر آئے ہیں۔ بیش تر اندراجات حکومتِ وقت، یعنی اورنگ زیب کی حکومت اور اُمراے دربار کی کم زوریوں کے اشارہ نما ہیں۔ مزاح اور تمسخر کے پردے میں سماجی اور انتظامی خرابیوں کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ مختلف اندراجات کے شروع میں جو نام آئے ہیں، اُن کی مضحکہ خیز بناوٹ خرابیوں کے نشانات کو اُبھارتی ہے اور اُجاگر کرتی ہے۔ نظم ونسق کی بعض خرابیوں کے بیانات تو ایسے ہیں جنھیں اُس زمانے کے سماجی اور حکومتی مسائل کے مطالعے کے ذیل میں قابلِ توجہ نشانات کے طور پر سامنے رکھا جاسکتا ہے۔ محض بہ طورِ مثال یہاں چار اندراجات نقل کرنے پر اکتفا کروں گا:

(۱) ''ستھاور سنگھ راٹھور عرض نمود کہ نوکرانِ پشت انداز خاں سلاح خودمی فروشند، کسے بہ نرخِ کاہ نہ می گیرد۔ فرمودند: سپاہی کا مال جھانٹ کا بال''۔

(۲) ''یک پہر و پنجاہ گھڑی روز بر آمدہ غسل خانہ فرمودند۔ عرضداشتِ خان جہاں بہادر(۱) بہ نظرِ اقدس گذشت۔ خلاصۂ مضمون آنکہ از مقدمِ ایں پیر

۱ خانِ جہاں بہادر ظفر جنگ کوکلتاش۔ اصلی نام: میر ملک حسین، ابنِ میر ابوالمعالی خوافی۔ خانِ جہاں کی

غلام در بلدۂ لاہور بجز شغال و روباہ وبجو وکژدم وافعی، اصلاً و مطلقاً اثرِ انسان نہ مانده، و نرخ غلہ بہ قیمتِ جوہر زواہر برابر شدہ۔ بہ ہمیں دستور باغ و بوستانِ نزہت افزاے اطراف و جوانب را سوختہ، صد صد کروہی آبادانی طرُق وسُبُل از چپ و راست صفاً صفاً ودَگا دگا نمودہ، و میانۂ شہر را نمونۂ دشتِ کربلا کردہ، و خشت خشتِ قلعہ را پرانده بہ ہوا رسانید۔ رعایا برایا را از جرعۂ ارادتِ خود سرمست ومخمور ساختہ بہ جہنّم فرستاد، و جمیع حرکات و سکنات وتحیات وطیبات و زاکیاتِ بلدۂ مذکور راہِ تحت الثریٰ گرفتہ۔ باوجودِ ایں قدر سعی و تردّد بریں پیر غلام لطفِ حضرت معطّل است— فرمودند: تھکی داڑھی پھبئے[1] منہ"۔

(۳) عصمت پناہ بی بی چرخا چوتی التماس نمود کہ حضرت در تسخیرِ ملکِ دکھن چناں مشغول اند کہ از خرابیِ ملکِ ہند خبر نہ دارند۔ فرمودند: اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈرنا"۔

(۴) ناظر صفاً صفا التماس نمود کہ دیہاتِ مفسداں متصل اکبرآباد بسیار اند، ازیں جہت بر شہر ڈاکا می آید۔ فرمودند: ندی کنارے رُوکھڑا ابنت اٹھ ہوئے بناس"۔

وقائع کے متعدد اندراجات میں امرد پرستی کے متعلقات کا ذکر آیا ہے، اِن سے اُس عہد کی دہلی میں امرد پرستی کے گہرے اثرات کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، یہ تہذیبی زندگی کا جُز بن گئے تھے۔ اِن اندراجات کی روشنی میں بعض موخر بیانات مثلاً درگاہ قلی خاں کی کتاب مرقعِ دہلی

---

ماں نے اورنگ زیب کو دودھ پلایا تھا، اس طرح وہ اورنگ زیب کا دودھ شریک بھائی تھا۔ "اٹھارویں سالِ جلوسِ عالم گیری ۱۰۸۶ھ (۷۶-۱۶۷۵ء) میں "خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکل تاش" کا خطاب، اصل و اضافے کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور کروردام کا انعام دے کر اُس کو ہم عصروں میں مفتخر کیا" [ مآثر الامرا، جلدِ اوّل، ص ۷۹۰] "چوبیسویں سالِ جلوسِ عالم گیری میں صوبۂ پنجاب کے انتظام پر مقرر رہوا" [ مآثرِ عالم گیری ] تیسرے سال اُسے معزول کردیا گیا تھا۔ اکتالیسویں سال جلوسِ عالم گیری میں ۱۹ر جمادی الاوّل ۱۱۰۹ھ (۲۳ر نومبر ۱۶۹۷ء) کو اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ [ مفصل حالات کے لیے دیکھیے: مآثر الامرا جلد اوّل، ص ۷۸۶ سے ص ۸۰۰ تک۔ نیز مآثرِ عالم گیری ]

(۱) جعفر نے اس کی جو جو کہی ہے، اُس کی ردیف یہی ہے۔ اُس کا آخری شعر یہ ہے:

ہندستاں چوں باغ وگلستاں، آمدہ کردی گورستان
کہتی تجھ کو بی بی وکنواری، تھکی داڑھی پھبئے منہ

کے بعض بیانات کی وضاحت ہو جاتی ہے اور آبرو کی مثنوی ''در موعظۂ آرایشِ معشوق'' کی معنویت بھی روشن ہو جاتی ہے۔ صرف ایک اندراج:

''بعارہ خانم عرض نمود کہ دُبُر داد خاں دعویٰ تہوّر می کند و دمِ شجاعت می زند، با آنکہ مفعول است: فرمودند:

ہیچ دانی کو نیاں را ذوقِ شمشیر از کجاست

شیرِ مرداں را بجائے شیرِ مادر خوردہ اند''

کلامِ جعفر کے بہت سے دوسرے اجزا کی طرح اِس رسالے کے مختلف نسخوں کے متن میں بھی باہم اختلافات ملتے ہیں اور بہت۔ اُن میں سے کچھ اختلافات واضح طور پر نقل کرنے والوں کی کارگزاری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ناقلین کی ایسی کارگزاریوں میں اُن کی کم سوادی کا بھی اچھا دخل رہا ہے۔

اِس رسالے کے متن میں اضافے بھی ملتے ہیں اور تبدیلیاں بھی؛ اس کا اندازہ ہوتا ہے مختلف نسخوں کے تقابلی مطالعے سے۔ مثلاً موخّر نسخوں میں ہر اندراج کے شروع میں یہ لفظ ضرور ملتے ہیں: ادرک ظلِّ شیطانی بارِ عام فرمودند، یا دیوان فرمودند (وغیرہ)۔ ''ادرک ظلِّ شیطانی'' کسی قدیم خطّی نسخے میں نہیں؛ یہ بعد والوں کا اضافہ ہے۔ لندن-۱ میں بہت سے غیر معتبر اجزا موجود ہیں؛ مگر یہ الفاظ اُس میں بھی نہیں۔ یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ جعفر نے اورنگ زیب کے بیٹوں کے متعلق عموماً بُری رائے ظاہر کی ہے، لیکن اورنگ زیب کا احترام اُس نے ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔ ''مرثیۂ اورنگ زیب عالم گیر'' سے اُس کے جذبات کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ''ادرک ظلِّ شیطانی'' جیسے ٹکڑے جعفر کی اپنی عبارت کا حصہ نہیں (اور ہو بھی نہیں سکتے)۔ نظم و نسق کی خرابیوں پر بہ اندازِ تمسخر اظہارِ رائے ایک بات ہے اور ''ظلِّ شیطانی'' کہنا بالکل مختلف بات ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ وقائع کے بعض اندراجات میں قدیم نسخوں [آزاد، کلکتہ، برلن] میں ''ظلِّ سبحانی'' کے الفاظ آئے ہیں، مثلاً اندراج ۲۸ کی یہ عبارت: ''پانزدہم شہر صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ ۱۵، ظلِّ سبحانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند''۔ یا اندراج ۵۰ کی یہ عبارت: ''ظلِّ سبحانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند''۔ ''ظلِّ سبحانی'' کو ناقلین نے ''ظلِّ شیطانی'' بنا دیا اور پھر اِس

تحریف شدہ ٹکڑے کو ہر اندراج کے آغاز میں شامل کر دیا۔ یا جیسے علوی اور بعض دوسرے نسخوں میں اِس رسالے کا عنوان ہے: ''دربارِ شرارت۔'' یہ بھی ایسا ہی اضافہ ہے۔ یہ الفاظ کسی قدیم نسخے میں موجود نہیں۔

اِسی سلسلے میں خاص طور پر لندن ۱ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ اس نسخے میں متعدد وقائع ایسے ہیں جو کسی اور نسخے میں شامل نہیں۔ اِن میں سے بیش تر اندراجات کی عبارت ایسی ہے کہ صاف طور پر کسی دوسرے شخص کی گڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً آغازِ وقائع کے اِس اندراج کو دیکھیے:

> ''غرّۂ روزِ شنبہ ہر دو دیوان موقوف۔ حکم شد: آلت دردست گرفتہ، عریاں شدہ، درمحل دویدند (کذا)''۔

عبارت کی سخافت یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ کسی دوسرے شخص کا اضافہ ہے، جس کا واحد مقصد تضحیک ہے۔ ایسے کئی اندراجات ہیں۔

شیرانی صاحب نے لکھا ہے:

> ''اس رسالے کے متعلق ایک حیرت خیز واقعہ یہ ہے کہ اس میں عالم گیرِ ثانی متوفّٰی ۱۱۷۳ھ اور شاہ عالم ثانی متوفّٰی ۱۲۲۱ھ کے زمانوں کے بعض واقعات درج ہیں، مثلاً احمد شاہ درانی، سورج مل جاٹ اور مرہٹوں کا دہلی میں استیلا وغیرہ...... اِس صورت میں یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ میر کے کسی فرزندِ معنوی نے میر کی وفات کے بعد بھی اخبارِ دربارِ معلّیٰ کو جاری رکھا۔''
> (پنجاب میں اردو، ص ۱۹۹)۔

اِس قول کی اصلیت یہ ہے کہ شیرانی صاحب نے یا تو نسخۂ لندن-۱ کو دیکھا تھا یا اُس کی کسی نقل کو۔ اِس نسخے میں واقعتاً ایسے اندراجات موجود ہیں۔ مثلاً ص ۱۱۲ پر ایک اندراج کے یہ جملے: ''بہ سمتِ صوبۂ اودھ رفت نوّاب عمادالملک بہادر...... درخیال کشتنِ سورج مل جاٹ مصروف گشتہ است''۔ نسخۂ لندن-۱ بہت سے غیر معتبر اندراجات کا مجموعہ ہے۔ کلامِ جعفر کے جو قدیم نسخے ہیں، مثلاً نسخۂ کلکتہ (۱۲۰۶ھ)، نسخۂ برلن (۱۲۱۰ھ)، نسخۂ آزاد (۱۲۱۱ھ)، یا کچھ موخّر نسخے جیسے علوی، اُن نسخوں میں ایسا کوئی اندراج نہیں جس کے لیے یہ کہا جاسکے کہ وہ عہدِ اورنگ زیب کا نہیں۔

شیرانی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے: ''محمد معظم کے دور میں میر نے ایک رسالہ اخبارِ دربارِ معلیٰ کے نام سے لکھا ہے'' [ایضاً ص ۱۹۸]۔

شیرانی صاحب کا یہ قول [جو بجائے خود درست نہیں] دراصل لندن-۱ ہی کی عبارت پر مبنی ہے، اُس میں اِس رسالے کے عنوان کے طور پر یہ عبارت ہے:

> ''وقائعِ دربارِ معلیٰ حضرت ظلِ سبحانی، خلیفۃ الرّحمانی، حماقت پناہ، غفلت دست گاہ، بادشاہ بے ہوش محمد معظم شاہ بہادر۔''

یہ عبارت کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ اس نسخے کی اِسی تحریر نے شیرانی صاحب اور جالبی صاحب کو مبتلائے غلط فہمی کیا ہے۔ جالبی صاحب نے لکھا ہے:

> ''ان میں سے چند وقائع ایسے ہیں جن سے دورِ عالم گیری پر روشنی پڑتی ہے اور زیادہ تر ایسے ہیں جن سے محمد معظم بہادر شاہ اوّل کے زمانے کے حالات و انتشار کا پتا چلتا ہے۔ ''وقائعِ دربارِ معلیٰ'' کی ابتدائی سطور ہی میں جعفر نے واضح کردیا ہے کہ یہ بہادر شاہ اوّل کے دورِ حکومت میں لکھے گئے۔''

(تاریخ ادبِ اردو، جلد دوم، حصۂ اوّل، ص ۱۱۰)

جالبی صاحب نے حوالہ نہیں دیا، لیکن اُن کا یہ قول قطعی طور پر لندن ۱ کی اُس عبارت پر مبنی ہے جس کو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ جالبی صاحب نے یہ فرض کرلیا کہ یہ عبارت خود جعفر کی لکھی ہوئی ہے اور یہ قطعی طور پر درست نہیں۔ یہ عبارت اُس ناقل کی ہے جس نے اِس نسخے کی یا اس نسخے کے منقول عنہ کی کتابت کی ہے۔ یہ کسی اور نسخے میں نہیں ملتی۔ دوسرے قدیم نسخوں میں اِس رسالے کے جس قدر اندراجات ہیں، وہ سب دربارِ اورنگ زیب سے متعلق ہیں۔ لندن ۱ میں ایسے حصۂ اندراجات ہیں جو الحاقی ہیں؛ میں نے پیشِ نظر متن میں ایسے کسی اندراج کو شامل نہیں کیا۔

کلکتہ، برلن، آزاد یہ تینوں قدیم خطی نسخے ''اخباراتِ سیاہۂ دربارِ معلیٰ'' کے اندراجات کی تعداد کے لحاظ سے باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ اگر نقل کرنے والوں کے پیدا کیے ہوئے معمولی اختلافاتِ کتابت سے قطعِ نظر کرلی جائے تو پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بہ لحاظِ متن بھی یہ تینوں نسخے باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ اِن میں کل تہتّر اندراجات ہیں۔ میں نے اِن سب وقائع کو کسی

طرح کی کمی بیشی کیے بغیر اِس کتاب میں شامل کرلیا ہے۔ متن میں بھی اور ترتیب میں بھی محولۂ بالا قدیم نسخوں کی مطابقت کو ملحوظ رکھا ہے۔

بیدار، علوی، ادبیات اور بمبئی میں وقائع کے اندراجات عموماً باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ میں نے حواشی میں صرف بیدار کے اختلافاتِ متن کو درج کیا ہے، مگر مجموعی طور پر یہ اختلافات اُن چاروں نسخوں کے اختلافات پر حاوی ہیں۔ بیدار میں سولہ ایسے اندراجات ہیں جو کلکتہ، آزاد اور برلن میں موجود نہیں۔ میں نے اُن سولہ وقائع کو اپنے مرتب کیے ہوئے اِس متن میں شامل نہیں کیا۔ ہاں، نعیم میں جو سب سے موخر مطبوعہ نسخہ ہے، وقائع کے کل چھیاسٹھ اندراجات ہیں۔

بیدار کی جو عبارتیں حواشی میں نقل کی گئی ہیں، اُن میں اور کلکتہ وغیرہ کی عبارتوں میں جو اختلافات ہیں، خاص کر ابتدائی الفاظ میں اور ناموں میں، اُن کو دیکھ کر اِس کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نقل کرنے والوں کے قلم نے اپنی کارگزاری دکھانے میں بہت کم تکلّف کیا ہے۔

اِسی سلسلے میں یہ صراحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ کلکتہ، آزاد، برلن، اِن تینوں قدیم نسخوں میں مجموعۂ کلام میں نثری حصّہ پہلے ہے، نظم کا حصّہ اُس کے بعد ہے۔ نیز یہ کہ نثری حصّے کا آغاز اِسی رسالے "اخبارِ سیاہۂ دربارِ معلّیٰ" سے ہوتا ہے۔ دوسرے نسخوں کا احوال یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں نثر کا حصّہ پہلے ہے۔ ہاں ایک دو نسخوں میں نظم کا حصّہ پہلے ملتا ہے۔ میں نے نثری حصّے کی ترتیب میں محولۂ بالا نسخوں کی ترتیب کی مطابقت اختیار کی ہے [مرتب]۔

# اخبارات[1] سیاہہ[2] دربارِ معلّٰی

یک چومہ[3] و نیم سکّی روز برآمدہ غسل خانہ[4] فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ ذوالفقار خاں[5] اگرچہ با بادشاہ زادۂ والا گہر محمد کام بخش عناد دارد، ولیکن بر نامِ حضرت از جان و مال فداست۔ فرمودند: گانڈ سے دوستی،[6] ڈُم سے بیر۔

(۲) جفتہ بانو[7] التماس نمود کہ بادشاہ زادہ محمد کام بخش یک نیمہ[8] آستین از توشہ

---

۱ بیدار: دربارِ شرارت (کلکتہ، برلن، آزاد: اخباراتِ سیاہہٗ دربارِ معلّٰی)۔

۲ سیاہہ: احکامِ شاہی کا روزنامچہ [اردو لغت]۔

۳ بیدار: یوم البائس ۵ ماہ پنج کھائی وقت لاٹھی روز برآمدہ اورک ظلِ شیطانی غسل کردہ دربارِ عام فرمودند [علوی: اورک ظلِ شیطانی بارِ عام فرمودند]۔

۴ غسل خانہ: ''مغلیہ عہد میں بادشاہ کا وہ خصوصی کمرا جہاں خاص معتمد ہی صلاح و مشورے کے لیے بلائے جاتے تھے'' [اردو لغت]۔ داروغۂ غسل خانہ مغل سلطنت میں ایک اہم عہدہ تھا جس پر کسی معتمد علیہ امیر کا تقرر کیا جاتا تھا۔ بیدار کا ناقل اِس اصطلاحی لفظ کے مفہوم سے واقف نہیں تھا، یوں اُس نے ''غسل کردہ بارِ عام فرمودند'' لکھا ہے۔ [غسل خانہ فرمودند: بادشاہ اپنے خاص کمرے میں تشریف فرما ہوئے]۔

۵ ذوالفقار خاں: محمد اسماعیل نام۔ اسد خاں آصف الدّولہ کا بیٹا تھا۔ ولادت: ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷ء)۔ تیسویں سالِ جلوسِ عالم گیری میں غسل خانے کا داروغہ مقرر رہا۔ انتالیسویں سالِ جلوس میں اسے پنج ہزاری ذات اور چار ہزار کا منصب اور ''نصرت جنگ'' خطاب ملا۔ چھیالیسویں سالِ جلوس میں میر بخشی مقرر رہا۔ بہادر شاہ اوّل [محمد معظم] نے سات ہزار ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور ''صمصام الدّولہ امیر الامرا بہادر نصرت جنگ'' کا خطاب مرحمت کیا۔ ۱۱۲۵ھ میں مغل بادشاہ فرخ سیر کے حکم سے اُس کے گلے میں چمڑے کا تسمہ ڈال کر (گلا گھونٹ کر) مار ڈالا گیا اور اُس کی لاش کو اُلٹا کر کے ہاتھی کی دُم میں باندھ کر تشہیر کی گئی [مآثر الامرا جلدِ دوم]۔ (ذوالفقار خاں کے باپ اسد خاں اور جعفر زٹلی کو بھی فرخ سیر کے حکم سے گلے میں تسمہ ڈال کر مروا دیا گیا تھا۔ سبھا چند اسی ذوالفقار خاں کا دیوانِ خاص تھا جس کی دو ہجویں کلامِ جعفر میں موجود ہیں)۔

۶ بیدار: پونچھ۔

۷ بیدار: یوم الغلہ بارہ ماہ یک منڑو پنج موٹھ روز برآمدہ اورک ظلِ شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ ناظر چوتڑ پھاڑ عرض نمود کہ۔

۸ نیمہ: مرزئی سے کسی قدر بڑا آدھی آستینوں اور چھوٹے یا آدھے دامنوں کا صدری نما شلوکا۔ ''دِلّی میں دربار

خانہ (۱) حضرت طلب داشتہ، چہ حکم است۔ (۲) فرمودند: گھر میں نہیں تا گا، البیلا مانگے باگا۔ (۳)

(۳) نیم نخرہ (۴)، چہار پلک روز برآمدہ عدالت فرمودند۔ کیرپسند خاں عرض نمود کہ اموالِ خانِ جہاں بہادر (۵) ضبط شد؛ لیکن ہرانچہ گمان بود، نہ برآمدہ۔ فرمودند: آگ لگنتی جھوپڑی جو نکسے سولا بھ۔

نفس (۶) پرورخاں عرض نمود کہ ایں قدر اُمرایاں دولتِ حضرت می خورند و کار موافقِ مزاجِ حضرت (۷) نمی کنند۔ فرمودند: گدھوں کھایا کھیت، نہ پاپ (۸) نہ پن۔

(۴) بہ عرض (۹) رسید کہ وزیر خاں فوجدارِ سرہند از خوشنودیِ متصدیانِ حضور معزول نمی شود۔ فرمودند: داتا کی ناو پہاڑ چڑھے (۱۰)۔

(۵) یک گز (۱۱) و چہار گرہ روز برآمدہ دیوانِ خاص و عام فرمودند۔ حافظ کام مراد عرض

---

مغلیہ کا آخری لباس یہ تھا.... سر پر پگڑی، بدن میں نیمہ، جامہ.... اِس لباس میں "نیمہ" سے مراد کہنیوں تک کی آدھی آستین کا شلوکا تھا۔ سینے پر سامنے اُس میں گھنڈیاں لگائی جاتیں۔ اُس کو نیچے پہن کے، اُس کے اوپر جامہ پہنا جاتا" (شرر: گذشتہ لکھنؤ، مکتبۂ جامعہ اڈیشن، ص ۲۹۹)

۱ توشہ خانہ: وہ مکان جہاں سلاطین و امرا کے لباس، پوشاک، زیورات (وغیرہ) جمع رہتے تھے۔

۲ بیدار: امیدوار حکم است۔

۳ باگا: دولھا کی پوشاک، ہرقسم کا خلعتِ نوشاہ۔

۴ بیدار: یوم الجمعہ یک پولہ و دوسر کی روز برآمدہ ادرک ظلِ شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ کیرپسند خاں ولد خایہ موافق خاں التماس نمود کہ۔

۵ خانِ جہاں بہادر ظفر جنگ کوکلتاش۔ اِس کے حالات کے لیے دیکھیے: مآثر الامرا جلدِ اوّل، ص ۷۸۶ سے ص ۸۰۰ تک۔ "چونکہ سرداری اور بلند مرتبگی سے خودرائی اور خود آرائی پیدا ہوتی ہے..... کچھ خطاؤں کا ثبوت پہنچا، لہٰذا حضور میں اِس کی طلبی ہوئی۔ خدمت و منصب سے معزول ہوا۔ خطاب اور منقولہ و غیر منقولہ مال و اسباب ضبط ہوگیا....." (ایضاً ص ۷۹۰)

۶ بیدار: یوم الگہر ائی ۱۶ ماہ ہفت سکہ و ہشت تنکہ روز برآمدہ ادراک ظلِ شیطانی دیوان خاص فرمودند۔

۷ بیدار: مبارک

۸ بیدار: پاپ نہ پن۔

۹ بیدار: یوم السنگر یزہ ۱۸ ماہ یک ٹھگری و پنج کنکری روز برآمدہ۔ ادرک ظلِ شیطانی عدالت فرمودند۔

۱۰ بیدار: چڑھی ہے۔

۱۱ بیدار: یوم الملیک ۷ ماہ یک جریب و شش لکڑی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ حافظ کام مراد چیلہ عرض نمود۔

نمود: اگر حکم شود، من ہم (۱) برابرِ پہلوے حضرت نشستہ باشم۔ فرمودند:

گوزے زدی کہ کلۂ کیرم کبود شد          گوزے دگر بزن کہ شود خایہ ہم سیاہ

(۶) بہ عرض (۲) رسید کہ اعظم شاہ از گجرات سفارشِ شخصے نبشتہ بود، منظور نہ شد و بوزینہ بیگ چیلہ براے ہر کہ می گوید، منظور می شود۔ فرمودند: دور کا سگا، حضور کا کتّا برابر ہے۔

(۷) یک ڈھول (۳) و چہار چھکڑ روز برآمدہ دیوانِ خاص فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ محمد یار خاں صوبہ دار بر فروغِ نظر نمی کند، مردِ دیانت دار است۔ فرمودند: مارا مُنہ طباق کا آگے دھرا نہ کھائے۔

(۸) عصمت (۴) پناہ بی بی چرخا چوتی التماس نمود کہ حضرت در تسخیرِ ملکِ دکھن چناں مشغول اند کہ از خرابیِ ملکِ ہند خبر (۵) ندارند۔ فرمودند: اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈرنا (۶)۔

(۹) یک بوند (۷) و چہار چھینٹ روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ نعمت خاں بکاول در غسل خانہ می آید (۸) و می خواہد کہ خوشدامنِ خود را نیز ہمراہ بیارد۔ فرمودند: چوہا بل میں سماوے نہیں اور کانوں باندھے چھاج۔

(۱۰) بہ عرض (۹) رسید کہ لالہ مرلی دھر (۱۰) باکمال دیانت خدمتِ دیوانیِ سرکار نواب امیر الامرا سربراہ می کند، (۱۱) حالا متصدّیانِ حضور بر ذمّۂ او مطالبہ برآوردہ اند۔ (۱۲) فرمودند (۱۳):

---

۱ بیدار میں ''ہم'' موجود نہیں۔

۲ بیدار: یوم الچوڑنت ۲۰ ماہفت گہنہ و ہشت تلہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۳ بیدار: یوم الاناری ۱۹ ماہ پنج کھپریل ہفت چھپر روز برآمدہ اورک ظل شیطانی۔

۴ بیدار: یوم الچوت ۱۱ ماہ یک شاہ دو پٹنا روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بی بی کس خوار عرض نمود کہ حضرت۔

۵ بیدار: ہیچ خبر۔

۶ بیدار: کیا ڈر۔

۷ بیدار: یوم الغرہ یک چومہ و شش سکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۸ بیدار: آمدہ می خواہد کہ خویشِ خود راہ ہمراہ آورد و کونش بزند۔ فرمودند: اوّل خویش بعدہ درویش۔

۹ بیدار: یوم الکبت یک کھانسی و پنج ہانسی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔

۱۰ بیدار: لالہ مچھندر ناتھ۔

۱۱ بیدار: سربراہ می کرد۔

۱۲ بیدار: برآوردند۔

۱۳ بیدار: فرمودند مثلہ ننگی نہائے سو کیا نچوڑے۔

تیلی ہوکر سوکھا نہ کھائے۔

(۱۱) آلت (۱) پرست خاں عرض نمود کہ پلنگ پوش خاں را حضرت (۲) بہ مرتبۂ اعلیٰ رسانیدند، آخر (۳) بہ کار نیامد۔ فرمودند:

پرستار زادہ نیاید بہ کار　　اگرچہ بود زادۂ شہریار

(۱۲) یک اُوجھڑ (۴) و چہار جھڑپ روز برآمدہ عدالت فرمودند۔ التماسِ سنبھا (۵) بہ نظرِ اشرف گذشت (۶):

شنوا اے شاہ عالم گیر انی عَبدُک (۷) دھنگ　　رکھوتم مہر ہمنا پر کہ تم ہو چھتر پت بے شک
ہمن ہیں فیلِ منگلوسی (۸)، نہ لو ہمنا ستی (۹) ٹکر　　ہمن ہیں موگری حق کی، اُتال (۱۰) اب مت کرو جھک جھک

فرمودند: در جواب ایں ابیات ایں نظم باید نوشت:

اَلا یا ایُّہاالپوں پوں! اَنتُم، ڈھوکڑوم، ہالِک　　فَاِنیِّ ...... شہنشہ، ملک را مالک
فَخافُوا وَاحذَرُوا مِنّی کہ ہم ہیں دھینگ دَلا ڈھوکڑ (۱۱)　　گہے لکڑ، گہے جھکڑ، گہے مجذوب، گہ سالک۔

(۱۳) بہ عرض (۱۲) رسید کہ میر (۱۳) جعفر زٹلی مدحِ فتح علی خاں (۱۴) اُزبک گفتہ۔

---

۱　بیدار: یوم الخمیسہ ۷ ماہ سہ پشم و چہار جھانٹ روز برآمدہ ادرک ظلِ شیطانی بار عام فرمودند۔
۲　بیدار: پلنگ پوش خاں از مرتبۂ سفلی بہ درجۂ اعلیٰ رسید۔
۳　برلن: آخرالامر بہ کار نیاید بیت فردوسی طوسی گفتہ کہ درحق بادشاہ گفتہ بود پرستار زادہ......
۴　بیدار: یوم الکسر ۱۴ ماہ یک بیگہ و پنج ٹھیکہ روز ادرک ظلِ شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ التماس سبھا نند مقہور بہ نظر اشرف بدیں عبارت گذشت۔
۵　سمبھاجی، شیواجی کا بیٹا۔
۶　کلکتہ آزاد، برلن میں ''گذشت'' پر عبارت ختم ہوجاتی ہے۔ باقی عبارت علوی اور بیدار سے نقل کی گئی ہے۔
۷　دھینگ دھوکڑ: بہت موٹا آدمی، خودسر۔
۸　بے شک میں تیرا خاص بندہ (وفادار ملازم) ہوں۔
۹　فیلِ منگلوسی: کنایتاً: ہٹا کٹا، فربہ۔
۱۰　ستی: سے، ساتھ۔ ہمناستی: ہمارے ساتھ۔
۱۱　اُتال: جلد باز، بے صبرا: اُتاولا۔
۱۲　بیدار: یوم الہانڈی ۱۵ ماہ یک چپنی پنج ڈھکنی روز برآمدہ ادرک ظلِ شیطانی غسل خانہ فرمودند۔
۱۳　کلکتہ: مرزا جعفر (برلن، آزاد: میر جعفر)۔
۱۴　بیدار: مدح عبداللہ خاں ازبک۔

خانِ مذکور فی الفور کونِ خود را بہ صلہ داد۔[1] فرمودند: ترت دان مہاپُن۔

(۱۴) نفیریا[2] بیگ ولد گنجِ شہیداں عرض نمود کہ امجد خاں از تپ خلاص شدہ، ہنوز نقاہت وضعف در بدن دارد، اماّ زنِ او برائے جماع وصحبت مُجوّز می گردد۔ فرمودند: کتّا مرے گانڈ کی پیڑ اور میاں مانگے شکار۔

(۱۵) ناظر[3] صفاً صفاً التماس نمود کہ دیہاتِ مفسداں متصلِ اکبر آباد بسیار اند، ازیں جہت بر شہر ڈاکا می آید۔ فرمودند: ندی کنارے رُوکھڑا[4] نت اُٹھ[5] ہوئے بناس[6]۔

بہ عرض[7] رسید کہ عباداللہ خاں قلعدارِ اکبر آباد طلب یومیہ داران و وظیفہ خواراں بعد ہرج مرج بسیار می دہد۔ فرمودند: ڈوم، پیادہ،[8] پوتی،[9] تینوں[10] بے ایمان۔

(۱۶) بہ عرض[11] رسید کہ در عہدِ حضرت اعلیٰ[12] کُس کم یاب بود وآلت ہا بسیار، و در عہدِ حضرت آلت ہا کم و کُس ہا بسیار۔ فرمودند: قِلّت اللّوڑاتِ و کثرت الچوتِ مِن آثارِ القیامت[13]۔

---

۱ بیدار: بہ میر مرقوم داد۔

۲ بیدار: یوم البصر ۴ ماہ یک تولہ و پنج ماشہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی غسل کردہ بار عام فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ مرزا اکرو پیچ را ہنوز نقاہت وضعفِ بدن باقی است وزنِ او بہ جماع وصحبت متصدیہ می گردد۔ فرمودند مثلہ کتا.............

۳ بیدار: یوم الزراعت ۱۶ ماہ ہفت گندم و ہشت جو روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ بھیاّ مدن سنگھ التماس نمود کہ۔

۴ چھوٹا درخت۔

۵ بیدار: جب تک۔

۶ بناس: تباہ، برباد۔

۷ بیدار: یوم الکوس ۱۷ ماہ یک جریب و پنج بسوہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔

۸ پیادہ: سرکاری ہرکارہ، چپراسی، کوتوال یا حاکم کا نوکر۔

۹ پوتی: ایلچی۔

۱۰ بیدار: یہ تینوں۔ لغت میں یہ مثل اس طرح ہے: "ڈوم، بنیا، پوتی، تینوں بے ایمان" [اردو لغت۔ جامع الامثال]۔

۱۱ بیدار: یوم الکبر ۲۲ ماہ یک منہ و پنج پچنہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوانِ خاص فرمودند۔ بہ عرض رسید۔

۱۲ مراد ہے شاہ جہاں بادشاہ۔

۱۳ بیدار: آثار قیامت است۔

به عرض (۱) رسید که در لشکرِ بادشاہی و بابسیار است۔ فرمودند که این دعا را بعد از اِعلام اگر ہفت بار خوانده برآلتِ خود ہا دم کنند، ہیچ اثرِ و بانخواہد ماند۔ دعا (۲) این است:

یَا اَیُّھَاالجُوْتُ اَنَا دھگڑکَ اَلدِھینگ وَالمُستَنڈا

فی غَجَکَ اَلغَجِیکِ دائم اَلقَرَارِ ھٰذَا ڈنڈا و لنڈا

تَحتَکِ الغَارُ کَالیَمِّ الجَحِیمِ مَحرَقٌ وٌ غَرِیقٌ

لکِ زَوَّارَۃُ الخُصیتَینِ وَ ھِیَ اَسوَدُ اللّونِ کَالھَنڈا

لَوْ کَانَ غَجِیکِ الغَاجَ فَبِھَا خُذِی لنڈا

یَا لَنڈُ یَا لَنڈُ کُلُّ لَوْڑَاھَا کَا اللّنڈا

اِلَیکِ شَوْقِیُ غَالِبٌ وَالِی الپُھَاخِ الپِھندِوَالکیر

فَانظُرُ اِلٰی وَجہِ الدُّفُوْ یُشبِہ کَالمَنَارِ وَالجَھنڈا

(۱۷) کچکچاہٹ (۳) خاں عرض نمود کہ از مُدّتِ مدید قدمِ مبارکِ حضرت در ملکِ دکھن روز بہ روز بیش تر است، مبادا کہ سلطان محمد اکبر یا کسے دیگر از آں طرف بر ملکِ موروثی بتازد و با خیالِ فاسد پردازد۔ فرمودند: راجا چھوڑی ناگری، جس (۴) بھائے، تس لے۔

بہ عرض (۵) رسید کہ خدمت خاں نمکِ حضرت می خورد و خیرخواہِ غنیم است۔ فرمودند: کھاویں پیویں محمود کے اور انڈے دیویں مسعود کے۔

(۱۸) لالہ لجلنڈ (۶) عرض نمود کہ حضرت سلامت! روزن چند وکیل عزّفہ خانم ہمسایہ بندہ می باشد، مادام کونِش می زدم؛ حالا حکم صادر شد کہ بھیاً کیر چند کونِ اورا می زدہ باشد، لہٰذا التماس می

---

۱ بیدار: یوم الموت تین ماہ یک سانس و چہار ہچکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔

۲ علوی: دعائے گانڈویہ: [ان اشعار کی صورت مختلف نسخوں میں بگڑ کر کچھ سے کچھ ہوگئی ہے۔ میری درخواست پر ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی (شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے اِن کی تصحیح کی ہے، اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں]۔

۳ بیدار: یوم النخرہ ۷ ماہفت چومہ وہشت سکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند: کچکچاہٹ خاں بانکا۔

۴ بیدار: جو چاہے سو لے۔

۵ بیدار: یوم الآدھون آدہ ۵ ماہ یک تولہ چہار ماشہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ گپ چپ رائے ہرکارہ عرض نمود کہ شیخ روٹی توڑ ولد مفت خور ابن نمک حرام نمک حضرت می خورد و خیرخواہ غنیم لیئم است۔

۶ بیدار: یوم الشکار ۸ ماہ یک باشہ و دو بہری روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

دارد کہ حق بندہ را تلف می کند، در کدام ملت رواست، با آنکہ حق شفعۂ من است۔ فرمودند: پانسا پڑے سو داو، راجا کرے سو نیاو۔

(۱۹) مرلنڈ (۱) خاں بہادر عرض نمود کہ جہاں پناہ سلامت! در ملکِ دکھن ایں قدر تردد و تلاش تا بکے۔ فرمودند: یا تو بھینسا بھینسوں میں یا قصائی کے کھونٹے۔

(۲۰) روز ینۃ النسا بیگم (۲) عرض نمود کہ حضرت بدولت تماشاے دکھن بسیار دیدند، حالا بہ ہندوستان مراجعت فرمایند۔ فرمودند: اِن نینوں کا یہی بسیکھ، کچھ (۳) دیکھا، کچھ اور بھی دیکھ۔

(۲۱) ترچھلا (۴) بیگ عرض نمود کہ بادشاہ زادہ محمد کام بخش از دستِ (۵) ذوالفقار خاں خیلے خفت کشید۔ فرمودند: ڈوبا بنس کبیر کا جو اُپجے (۶) پوت کمال۔

(۲۲) دھومُ (۷) النسا بیگم عرض نمود کہ بہ قاضی نذیر زنِ او خط بجشتہ بود بدیں مضموں:

یا اَیُّہا الدُّھنکیرِ (۸) توئی دھینگ (۹) وَالدَّ ھگرِ (۱۰)

اِنّی بسیفِ ہجرِ ک مذبوح کالبَقَرِ (۱۱)

ہیہات ہیہات! وقتے کہ حسن و جمال داشتم، لحۂ از من جدا نمی شدی۔ حالا کہ چرکھ (۱۲) و لپسی (۱۳) و زبوں شدہ ام دور تر رفتی۔ فرمودند: آٹا (۱۴) ہیرا، بوُچا سٹکا۔

---

۱ بیدار: یوم الکاہلی ۹ ماہ یک تپ و پنج لرزہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی ہر دو دیوان فرمودند۔ ترلینڈ خاں بہادر عرض نمود۔

۲ یوم السن ۱۰ ماہ سہ ربیع و چہار ڈوری روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ وکیل زینت النسا بیگم عرض کرد کہ حضرت خود بدولت تماشاے ملک دکن۔

۳ بیدار: یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ۔

۴ بیدار: یوم الدست چار ماہ یک آملا دو جمال گوٹا روز برآمدہ اورک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔

۵ بیدار: ذوالفقار خاں چیلہ۔

۶ بیدار: جو جائے۔

۷ بیدار: یوم الناخداے ۱۱ ماہ یک بانس و دو بلیچ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بھیّا کون پرشاد عرض نمود کہ قاضی نذیر رازنِ او۔

۸ دھنگوا: لحیم شحیم، طاقتور۔

۹ دھینگ: موٹا تازہ ۱۰ دھگو: فاحشہ عورت کا یار، آشنا

۱۱ بَقَر: گاے، [کالبقر: گاے کی طرح]۔

۱۲ چرکھ، چرخ: بدن کی کھال جس پر سوکھ کے جھرّیاں پڑ گئیں ہوں۔ بوڑھی دبلی پتلی عورت جس کے بدن کی جلد پر دبلاپے اور بڑھاپے سے جھرّیاں پڑ گئی ہوں، کھال سوکھ گئی ہو۔

۱۳ بوڑھا پھونس، جس کا گوشت بڑھاپے کے سبب لٹک گیا ہو۔

۱۴ یہ مثل ہے: مفلسی اور زوال کے عالم میں دوست آشنا کھسک جاتے ہیں۔

(۲۳) بہ عرض رسید کہ قاضی نذیر در جوابِ زنِ خود ایں ابیات نوشتہ:

لوڑا بہ شوقِ تو ہمہ شب چاق (۱) و بے اٹک — چوں چوبِ زاغنول (۲) پھاچَق (۳) و دھن گنک (۴)

چشم در انتظارِ غپاغپ و چرچوں — شوقی اِلی الپاخ چمرَ غچّی (۵) الغَچک

وہ ٹنگۂ (۶) الوسیع سزاوارِ انچ کھینچ — حالا نصیب غیر شدہ، لیس (۷) فیہِ شک

فرمودند: گوشتِ خر و دندانِ سگ۔

(۲۴) بہ عرض (۸) رسید کہ مادرِ فتح اللہ خاں ازبک فوت شد لیکن ہر آنچہ گمان بود، برنیامد۔ فرمودند: تلفُ (۹) المالِ خلفُ العمر۔

(۲۵) یوم الکنج (۱۰) شیخ پائے رُخ تھوہ عرض نمود کہ کھٹ پچڑ خاتون اگرچہ با شوہر موافقت نہ داشت، لیکن بعدِ مرُدنش مستعد بہ سفرِ خانۂ خداست۔ فرمودند: تریاچرتر جانے نہیں کوئے، خَصم مار کے ستی ہوئے۔

(۲۶) بی بی حرمت (۱۱) خانم عرض نمود کہ پسرِ شیرخوارہ دارم، شب و روز گریہ می کند، یک

---

۱ چاق: مستعد، تیار، سخت، تگڑا۔

۲ زاغنول: ایک قسم کا نوک دار فولادی ہتھیار۔ چوبِ زاغنول: اس ہتھیار کا بینٹ، دستہ [چوب: ڈنڈا، سونٹا، بانس، عصا]

۳ پھاچَق: نیزوں، تلواروں (وغیرہ) کے متواتر چلنے اور بدن پر پڑنے کی آواز: چکاچک۔

۴ دھن گنک: بہ ظاہر ''دھن گٹی'' سے بنا لیا ہے: دھان کوٹنے کا آلہ، اوکھلی اور موسل۔ مراد یہ کہ جس طرح اوکھلی میں دھان کوٹنے میں موسل کی ضربیں مسلسل پڑتی ہیں، اُسی طرح......

۵ مراداً: فرج، عورت کی شرم گاہ۔

۶ ٹنگۂ: ٹانگ، ٹنگڑی۔

۷ اِس میں کچھ شک نہیں۔

۸ بیدار: یوم البانس ۴ ماہ چہار تسو پنج گز روز برآمدہ ادرک ظلِ شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ ترچھلا بیگ ولد آنولہ بیگ ابنِ مرزا بڑی مٹر عرض نمود کہ مادرِ فتح اللہ خاں...... [لیکن ہر آنچہ...... برنیامد، یہ ٹکڑا اس میں نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ''یوم البانس'' اندراج ۔ا کے تحت آچکا ہے]۔

۹ مال جاتے رہنے سے عمر بڑھ جاتی ہے [جامع الامثال]۔

۱۰ بیدار: یوم الاناج ۱۳ ماہ بخ جو وشش برنج روز برآمدہ ادرک ظلِ شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ ناظر صفا صفا التماس نمود کہ بائی اخ تھو بنتِ گھس پچڑ خاتون با شوہر خود موافقت کمال داشت۔

۱۱ آزاد، برکن: چترمست خانم۔ بیدار: یوم الجھونت ۱۷ ماہ یک پھونک و دو چھوڑ روز برآمدہ ادرک ظلِ شیطانی بارِ عام فرمودند۔ بی بی بغارا خانم، بنتِ دوغارا خانم عرض نمود۔

تعویذ مرحمت شود۔ فرمودند: ایں افسوں را خوانده برو دم کند، ساکت خواہد شد۔ افسوں ایں است:

یا وَلَدُ الحرام! اُمّک و عمّک چِد گو     اَوُک بھڑوۂ و خالک پِدگو
اِشْرَب (۱) لبنی لا خیر فی بکاپک     اَخ تھو، اَخ تھو فی گانڈِ آباپک

(۲۷) بہ عرض رسید کہ امجد خاں بر لطفِ حضرت مغرور است۔ فرمودند: کنتھ (۲) نہ پوچھے بات ری، میرا دھن سُہاگن نانو۔

(۲۸) مرزا نابود بیگ عرض نمود کہ روزن قلی خاں اگر چہ از جنابِ حضرت بے وفائی کردہ، لیکن خراب ہم شد۔ فرمودند: جیسا بووے، تیسا پاوے۔

(۲۹) بہ عرض رسید کہ مرزا اللہ یار خاں برادرِ محمد یار خاں از کون دادن باز نمی آید۔ فرمودند: خوے بد در طبیعتے کہ نشست: نہ رود جز بہ مرگِ او از دست۔

(۳۰) پانزدہم شہرِ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر ۱۵۔ ظلِّ سبحانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند۔ یک (۳) پہر و پنجاہ گھڑی روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند: عرضداشتِ خانِ جہاں بہادر بہ نظرِ اقدس گذشت:

خلاصۂ مضمون آں کہ از مقدمِ ایں پیر غلام در بلدۂ لاہور بجز شغال و روباہ و بچو و کژدم واقعی اصلا و مطلقاً اثر انسان نہ ماندہ و نرخ غلہ بہ قیمتِ جواہر زواہر برابر شدہ۔ بہ ہمیں دستور باغ و بوستانِ نزہت افزاے اطراف و جوانب را سوختہ، صدصد کروہی آبادانی طرق و سُبُل از چپ و راست صفاً صفاً و دَکّاً دَکّاً نمودہ و میانۂ شہر را نمونۂ دشتِ کربلا کردہ و خشت خشتِ قلعہ را پراندہ بہ ہوا رسانید۔ رعایا و برایا را از جرعۂ ارادتِ خود سرمست و مخمور ساختہ بہ جہنم فرستاد۔ و جمیع حرکات و سکنات و تحیات و طیبات و زاکیاتِ بلدۂ مذکور راہ تحت الثریٰ گرفتہ۔ باوجودِ ایں قدر سعی و تردّد بریں پیر غلام لطفِ حضرت معطل است۔ فرمودند: جھکی داڑھی پھٹے مُنہ۔ (۴)

(۳۱) خانِ جہاں بہادر (۵) عرض نمود کہ امروز طرفہ قدرتِ الٰہی معاینہ شد کہ وقتِ ماحضر

---

۱ میرا دودھ پی، رونے میں تیری بھلائی نہیں۔

۲ "خاوند بات نہیں پوچھتا، کہنے کو میں سہاگن ہوں۔ مالک پروا نہیں کرتا اور نوکر مالک سے تعلق پر شیخی مارتا ہے" [جامع الامثال]۔ کنت، کنتھ: محبوب، آقا۔ مجازاً: شوہر۔

۳ بیدار: یوم الاثنین ۲۱ ماہ یک خمیازہ و پنج انگڑائی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۴ ہجوِ خانِ جہاں میں یہ ٹکڑا بہ طور ردیف آیا ہے، اُس کا آخری شعر یہ ہے: ہندستاں چوں باغ و گلستاں، آمدہ کردی گورستان: کہتی تجھ کو بی بی، کنواری جھکی داڑھی پھٹے مُنہ۔

۵ بیدار: یوم الجمعہ ۲۰ ماہ ہفت چٹکی وہشت پلکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی خاص و عام فرمودند (کذا)۔

تربوزے درمیاں آمد۔ چوں بہ کارد دو پر کالہ کردم، عراقی سوارے از میاں بدر جست، اسپ را جہانید و از نظر غائب شد۔ وتخمِ تربوز ہمہ بریاں بودند، بکاول را گفتم کہ ایں ہا را مُقشّر کن۔ چوں مُقشّر کرد، از ہردانہ بیضۂ مرغ پدید آمدہ و از ہر بیضہ صدائے مردنگ بیروں آمد و خفتگاں را بیدار ساخت۔ ایں پیر غلام را حیرت روئے نمود۔ گفتم: ایں ہا را وا کنید۔ چوں وا کردند، از ہر بیضہ بجز آلتِ فیل دیگر ہیچ نہ برآمد۔ فرمودند: لعنتُ اللہ علی الکاذبین۔

(۳۲) گھُس پھُس (۱) رائے ہرکارہ بہ عرض رسانید کہ راجہ پیر پتال ڈولۂ کلمُہی کھ (۲) دخترِ خود را بہ نظرِ مبارکِ حضرت فرستاد، احتمال آنکہ امروز و فردا برسد۔ فرمودند: بھوکھ گئے بھوجن ملے اور جاڑا گئے قبائے، جوبن گئے تریا ملے، تینوں دیو بہائے۔

(۳۳) مرزا ایندھن (۳) جنگلی التماس نمود کہ گوہر چند وکیل بھینسا سوڑ خاں زنِ شخصے بہ زور در تصرّفِ خود آوردہ۔ فرمودند: تجھے پرائی کیا پڑی تو اپنی نبیڑ (۴)۔

(۳۴) مرزا غچ غچا بیگ (۵) ولد ٹھک ٹھکا بیگ داروغۂ احتلام خانہ را خدمتِ امانتِ موضع چوماچاٹی مقرّر فرمودند۔

(۳۵) یک تولہ و چہار ماشہ روز برآمدہ (بارِ) خاص و عام فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ اندھا دُھند خاں در ملکِ غنیمِ لئیم دائرۂ لشکرِ خود را در کفِ دست میدان زدہ، مور چال نہ کردہ۔ فرمودند: اندھے کی جورو کا خدا رَکھوالا۔

(۳۶) از التماسِ (۶) مرزا بچھو بیگ گرز بردار قاضی نذیر را تولیتِ مقبرۂ شیخ چلی مقرّر

---

۱ بیدار: یوم الخرہ ۲۳ ماہ یک چنگی وشش سکی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔

۲ گل: کالی۔ پجُرکھ، چرخ: دبلی پتلی عورت، جس کی کھال پر سوکھ کر جھرّیاں پڑ گئی ہوں۔

۳ بیدار: یوم النّاپ یک ہاتھ و پنج انگل روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بھیّا گوبر چند ولد مینگنی داس وکیل بھینسا سُر خاں ابن ترلینڈ خاں التماس نمود کہ مرزا ایندھن جنگلی زنِ شخصے را۔

۴ بیدار: تو اپنی آپ نبیڑ۔

۵ بیدار: یوم النقرہ ۱۹ ماہ پنج تولہ وشش ماشہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ مرزا گوز قلی ولد بکن پھڑاک داروغۂ احتلام خانہ عرض نمود کہ حضرت سلامت خدمت امانت موضع چوماچاٹی بہ نامِ بندہ مقرر فرمایند۔ فرمودند: کنتھ نہ پوچھے بات ری، دُھن سہاگن نانو۔ [یہ مثل اس سے پہلے ایک اور اندراج کے تحت آچکی ہے]۔

۶ بیدار: یوم البھنی ۲۲ ماہ ہفت پشت پا وہشت انگشت روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوان فرمودند۔ از التماس مرزا بچھوا بیگ گرز بردار خبر رسید کہ۔

شدہ فرمودند: (۱) خلعتِ پاجامہ بر سرش نہند۔

(۳۷) از واقعہ (۲) دارابیکی بہ عرض رسید کہ فوجدارِ آں پھسکی خاں بہادر بہ کمال بے وقوفی رونقِ پرگنۂ بھوسڑی را چوپٹ و ڈھپٹ ساختہ۔ ہمہ عماراتِ چرگن گاہ آں جا را از بیخ و بُن برانداختہ، ویران ساختہ است۔ فرمودند: اناڑی کے آگے بُل کی خواری۔

(۳۸) از التماسِ (۳) مرزا اکڑ دھج بیگ بہ عرض رسید کہ بھوکڑ قلی ولد بھڑکول مرزا، دامادِ دھونکل بندو بہ قضائے الٰہی فوت شد۔ فرمودند: پشم از خایۂ رنداں کم۔

بھوبھل (۴) قلی خاں دامادِ پھسل قلی آغا بہ عرض رسانید کہ حاجی دربھر و مرزا کیرپسند بسیار بدعت می کنند۔ ہر چند بہ امرِ شنیع تاکید و منع نمودہ، باز نمی آیند۔ فرمودند: خوے بد در طبیعتے کہ نشست * نہ رود جز بہ وقتِ مرگ از دست۔

(۴۰) بہ عرض (۵) رسید کہ میر جعفر زٹلی شاعر مصنفِ زٹل نامہ بیکار نشستہ با حرف (۶) و الفاظِ لایعنی مشغول می باشد۔ فرمودند: ٹھالا بنیا پیلڑ (۷) تولے۔

(۴۱) یک جو (۸) و چہار رتی روز برآمدہ دیوانِ عام فرمودند۔ از التماسِ طرح سنگ خاں دیوانِ غارت غول خاں، ولد فیصل بھور خاں بہ عرض رسید کہ خانِ مذکور در ایّامِ افلاس ہیچ سائل را محروم نہ می گذاشت۔ حالاکہ متموّل و خزانۂ او پر شدہ، ممسک و تنگ دل شدہ۔ فرمودند: جوں جوں (۹) مرغی موٹی ہوئے، توں توں گانڈ سکوڑتی جائے۔

---

۱ کلکتہ اور آزاد میں ''فرمودند خلعتے فرمودند'' ہے۔ برلن میں: فرمودند خلعت و نعمت داد۔ اِن سب میں نقل کی غلطیاں نمایاں ہیں، اِسی بنا پر یہاں بیدار کی عبارت کو نقل کیا گیا ہے۔

۲ بیدار: یوم الکھسیت ۶ ماہ یک بیگہ و شش بسوہ روز برآمدہ اور ک ظل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔

۳ بیدار: یوم الچھینک ۲۴ ماہ یک ناس و شش ہلاس روز برآمدہ اور ک ظل شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ از التماسِ مرزا کھنگڑ اولد نوشادر بیگ ابن گھوبل بیگ بہ عرض رسید کہ مرزا ٹھوکر قلی ولد پھسل قلی داماد مرزا گرپڑا بیگ بن دھونکل سنگھ بہ قضاءِ الٰہی۔

۴ بیدار: یوم الزمین ۲۵ ماہ پنج بسوہ و شش بیگہ روز برآمدہ اور ک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ توندل خاں ولد موٹل خاں دامادِ آغا تھل تھل بہ عرض رسانید کہ مرزا تھرتھر بیگ بدعت می کند...... فرمودند: بھاری پتھر چوم چھوڑا۔

۵ بیدار: یوم الثول ۲۱ ماہ یک ماشہ و پنج تولہ روز برآمدہ اور ک ظل شیطانی خاص و عام فرمودند (کذا)۔

۶ بیدار: بہ تالیف و تصانیف حرف لایعنی و الفاظ بامعنی (کذا) مشغول می باشد و افراد و وقائع و با امثال بدائع جمع می سازد۔

۷ پیلڑ، پیلڑھ: خصیہ، فوطہ۔ لغت میں یہ مثل اس طرح ملتی ہے: خالی بنیا کیا کرے، اِس کوٹھی کے دھان اُس کوٹھی میں کرے۔ اِس کا مفہوم ہے: بیکار آدمی فضول کاموں میں لگا رہتا ہے [اردو لغت]۔

۸ بیدار: یوم الگوز ۲۶ ماہ یک پھسکی و پنج ٹھسکی روز برآمدہ اور ک ظل شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ از التماس بھیا آلت رام دیوان غارت غول خاں۔ ۹ بیدار: جوں جوں مرغی موٹی ہوئے دُم سکڑتی جائے۔

(۴۲) بہ عرض [۱] رسید کہ امیر الامرا ناظمِ صوبۂ بنگالہ بصارت کم دارد۔ فرمودند: جب [۲] ٹوں دیکھوں اپنے نَین، تب ٹوں پیچوں کر کے بَین۔

(۴۳) بہ عرض [۳] رسید کہ میر جعفر زٹلی مدحِ امیر الامرا گفتہ بود، ہزار روپیہ صلہ یافت۔ فرمودند: اونٹ کے منہ [۴] میں زیرہ۔

(۴۴) یک بالشت چہار انگل [۵] روز برآمدہ دیوانِ خاص فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ کھڑکی کھول خاں عاجزۂ دارد، اُمید وارِ کنیادان است۔ فرمودند: آپھی میاں مانگتے اور باہر کھڑے درویش۔

(۴۵) یک [۶] جریب و چہار تسو روز برآمدہ دیوانِ خاص فرمودند: بہ عرض رسید کہ دولت منداں بہ میر جعفر زٹلی متواتر رعایت و عنایت می کنند تا بہ شکوہ نہ پردازد و ہجو نہ گوید۔ فرمودند: دہنِ سگ بہ لقمہ دوختہ بہ۔

(۴۶) التماسِ [۷] چُومست خانم بہ عرض رسید کہ ازیں پیرداہ [۸] خدمتِ غُچ غُچ خانہ [۹] سربراہ نہ می شود۔ فرمودند: ناچ نہ جانوں، [۱۰] آنگن ٹیڑھا۔

(۴۷) سرکہ [۱۱] بیگم عرض نمود کہ ہرگاہ حضرت بہ ایں پیرداہ تصدّق و عنایت می فرمایند،

---

۱ بیدار: یوم الکھاٹ ۲۷ ماہ پنج کھٹل و شش جھینگر روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ برادر امیر الامرا ناظم صوبۂ اکبرآباد بصارت کم دارد، نابینا شدہ است۔ فرمودند: جب لوں دیکھوں اپنے نین، تب لوں نہ پیچوں کر کے بین۔

۲ جب ٹوں: جب بھی، جس وقت۔ تب توں: تب، اُس وقت۔ [توں: کو۔ ویسے ہی، اُسی وقت، تب]۔

۳ بیدار: یوم اللڑائی ۲۸ ماہ یک ٹکی و چہار ڈکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۴ بیدار: منہ کو، کلکتہ: اونٹ موتھ زیرے (اردو لغت: اونٹ کے منہ کا رمنہ کو رمنہ میں زیرہ)

۵ بیدار: یوم الفرج ۱۰ ماہ ہفت ٹہنہ و پنج دھکا روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند، بہ عرض رسید کہ انگیا کھُل کھسکوں بانو عاجزۂ دارد چناخۂ شادمانی و پٹاخۂ بارہ بانی جوبن بے نظیر، قابل طوے شدہ، امیدوار پان دان است۔ فرمودند: مثلہ بی بی میاں مانگتے باہر کھڑے درویش۔

۶ بیدار: یوم الچلن ۶ ماہ یک اشرفی و پنج روپیہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۷ یوم الکیر ۹ ماہ یک بوسہ و شش چومہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔ از التماس چرمست خانم۔

۸ داہ: کنیز

۹ بیدار: غُچ غُچا خانہ۔ غُچ غُچ خانہ: غالباً خواب گہ (کمرہ خواب گاہ) مراد ہے۔

۱۰ بیدار: ناچ نہ جانے۔ [جامع الامثال: ناچ نہ جانوں رنہ جانے، آنگن ٹیڑھا]۔

۱۱ بیدار: یوم القول ۲۹ ماہ یک دھڑی و دو سیر روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

بائی(۱) ڈھونکل بند وحسد می برد۔ فرمودند: داتا دے،(۲) بھنڈاری کا پیٹ پھٹے۔

(۴۸) چہار کروہ(۳) و پنج بسوہ روز برآمدہ عدالت فرمودند (بہ عرض رسید) کہ میر جعفر زٹلی بہ علتِ خرخشۂ زنِ ناموافق در خانہ کم می باشد۔ فرمودند: جس گھر میں سمبت نہیں، تا سوں بھلا بدیس۔

(۴۹) بہ عرض(۴) رسید کہ بہ بھیکن خاں قراول زنِ او خط نوشتہ بود بدیں نمط:

| | |
|---|---|
| بیا اے بال باندھے ڈھینگ(۵) میرے | بڑا سُکھ ہو، جو بیٹھوں سنگ تیرے |
| اکیلی رات کو تجھ بن چڈاؤں | چڈا کر، ساس کو تہمت لگاؤں(۶) |
| نہیں تجھ سا کہیں بھڑوا و گنڈیا | الٰہ آباد سے لے تا بہ ہنڈیا |
| بیا اَلحال اے بھیکن ابھی ری(۷) | وگرنہ پھاٹ جاگی چوت میری |

(۵۰) بہ عرض رسید کہ بھیکن قراول در جوابِ زنِ خود ایں ابیات نوشتہ فرستاد:

بشنو اے رنڈی نگنڈی، لنڈ باز من ز رفتارِ تو ہستم بے نیاز

---

۱ بیدار: بائی او وہ آہ با تو حسد می برد و بخل می کند۔

۲ بیدار: پیٹ پھاٹے، برلن: فرمودند داتا کی ناو پہاڑ چڑھے۔

۳ بیدار: یوم الکسر ۲۰ ماہ یک تولہ پنج ماشہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۴ بیدار: یوم الغرہ آغاز ماہ نحوست سنہ مذکور، یک سال و دو ماہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ...... خط نوشتہ فرستادہ بود، مضمون این است، ابیات۔

۵ ڈھینگ: موٹا تازہ، ہٹا کٹا۔

۶ اِس کے بعد ایک اور شعر ہے جس کا پہلا مصرع یہ ہے: بہ وقتِ صبح چوں خور سر برآرد۔ دوسرے مصرعے کے لفظ اِس قدر مسخ ہو گئے ہیں کہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتا۔

۷ پیشِ نظر سب نسخوں میں یہی ہے۔ "ابھی رے" کا محل ہے، مگر قافیہ بگڑ جائے گا۔ ممکن ہے کہ یہاں مکتوبی قافیہ ہو۔ قدیم روشِ کتابت میں آخرِ لفظ میں واقع یاے معروف و مجہول کی کتابت میں اُس شکلی امتیاز کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا جسے آج لازم سمجھا جاتا ہے۔ اِس طرح "ابھی رے" کو "ابھی ری" بھی لکھا جا سکتا تھا۔ فسانۂ عجائب میں ایسے مکتوبی قوافی آئے ہیں اور میں نے اُس کے مقدمے میں اِس کی وضاحت کی ہے۔ بہر طور، اور کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آتی۔

آنکھ اوجھل ہر چہ خواہی آں بکن     دھینگ (۱) ڈھونڈ اور بھوسڑی ارزاں بکن
میں نہ رکھی مُہر تیرے پوت پر     اے چھنلیا! تھوک تیری چوت پر
زود می آیم بہ تو پھکّل (۲)، اُدھیڑ     بُل میں تیری خشک موسل دوں گھسیڑ

فرمودند: سزاے (۳) لنڈباز ہمین است۔

(۵۰) ظلِ سبحانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند۔

(۵۱) بہ عرض (۴) رسید کہ سرگرداں بیگ سوداگر تا کہ جمعیت (۵) داشت، خلق پیرامنش نمی گذاشت۔ حالاکہ بہ گردشِ فلک درآمدہ مفلس گشتہ، ہیچ کس با او سخن نمی کند۔ فرمودند: کھاتے پیتے جگ ملے اور اوئسر ملے نہ کوئے۔

(۵۲) لالہ (۶) مچھندر ناتھ عرض نمود کہ مختار خاں را عارضۂ زکام شدہ بود، اغنیاے زمانہ کُلّہم اجمعین بہ عیادت رفتند۔ و شیخ محب اللہ درویش در ہمسائگی او می باشد، پسرش مُرد، بہ عادتِ ماتم پرسی کسے نہ رفت۔ فرمودند: دَھونتی کے کانٹا لگا، دوڑے لوگ ہزار؛ نردھن گرا پہاڑ سے، کوئی نہ پوچھے بات۔ (۷)

(۵۳) جفتہ بانو (۸) عرض نمود کہ ہر چند پسرِ پرشاد راے را از شیوۂ کون دادن پدرش منع نمودہ، باز نمی آید۔ فرمودند:

---

۱ دھینگ: موٹا تازہ، قوی ہیکل
۲ پھکّل: پھٹلی، [گالی کے طور پر، جس کی فرج پھیل چکی ہے]۔
۳ کلکتہ: فرمودند: ترت دان مہاپن۔
۴ بیدار: یوم المفلسی ۱۹ ماہ دوجوسہ برنج روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوانِ خاص فرمودند۔
۵ بیدار: مایۂ جمعیت۔
۶ بیدار: یوم الکوٹہ ۸ ماہ یک چھپڑ و دو پولہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ روزن چند ولد چھیدی پرشاد ہرکارہ عرض نمود کہ دبردادخاں ہرکارہ را زکام شدہ بود، اغنیاے زمانہ کلہم اجمعین بہ معذرت و عیادت رفتند۔ و شیخ چلی کہ مرد ہمسایۂ اوست، پسرش مرد، کسے بہ عزائش نہ رفت۔ فرمودند۔
۷ سب نسخوں میں "بات" ہی ہے۔
۸ بیدار: یوم الچھپڑ ۲۳ ماہ یک سرکی و پنج چھاونی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ مرزا لنڈیار خاں برادر بھنڈیار خاں از کون دادن باز نمی آید۔ فرمودند:
خوے بد در طبیعتے کہ نشست     نرود جز بوقت مرگ از دست

خوے بد در طبیعتے کہ نشست　　نہ رود جز بہ مرگِ او از دست (۱)

(۵۴) بہ عرض رسید کہ مرزا اسد بیگ (۲) بہ کوں دادن وعدہ کردہ بود، آخرش آں وعدہ وفا کرد۔ فرمودند: سخنِ مرداں جاں دارد۔

(۵۵) بغارہ (۳) خانم عرض نمود کہ دُبُرداد خاں دعویٰ تہوّری می کند و دمِ شجاعت می زند، باآں کہ مفعول است۔ فرمودند:

ہیچ دانی کونیاں را زعمِ شمشیر از کجاست　　شیرِ مرداں را بجاے شیرِ مادر خوردہ اند (۴)

(۵۶) گپ چپ (۵) خاں عرض نمود کہ مرزا موسل گیر بہ پایۂ اعتراض آمدہ طلب حضور شدہ بود۔ چوں بہ حضورِ لامع النور رسید، صد اشرفی نذر گزرانید، حضرت از تقصیرِ او درگذشتہ بہ خدمتِ عمدہ سرفراز نمودند۔ فرمودند: تانبا (۶) دیکھے چیتنا، مکھ دیکھے بیوہار۔ باز فرمودند: زر برسرِ فولاد نہی، نرم شود۔

(۵۷) بہ عرض (۷) رسید کہ مرزا خندق بیگ از ولایت آمدہ بود۔ امید وارِ تفضلات است، لیکن حذر می کند۔ فرمودند: عاشقی (۸) اور خالہ جی کا ڈر۔

---

۱　یہ شعر اندراج ۳۸ میں آچکا ہے [ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ]۔

۲　کلکتہ: اسعد بیگ: برلن: سعید بیگ۔ بیدار: یوم الکسیل ۱۶ ماہ یک چکئی و دوپہر کی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوانِ خاص فرمودند۔ کھپائی خانم عرض نمود کہ پسر مرزا آلت نوش بیگ با مرزا اکڑ و پیچ بیگ بہ کوں دادن وعدہ کردہ بود۔

۳　بیدار: یوم التیز ۱۴ ماہ یک بھالا و دوبرچھی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ مرزا نابود بیگ ولد بے نشان خاں عرض نمود کہ دبرداد خاں ولد آلت پرست خاں دعوی تہوّری کند باآنکہ مفعول است۔

۴　کلکتہ: می خورند

۵　بیدار: یوم الجلن ۲۱ ماہ یک روپیہ و پنج پیسہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ موسل بیگ ولد موتل بیگ در پایۂ اعتراضے آمدہ۔

۶　نقد روپیہ دیکھ کر انسان ہوشیار ہو جاتا ہے اور خریدار کا منہ دیکھ کر بات یا بیوپار کرتا ہے [جامع الامثال]۔

۷　بیدار: یوم الہوش ۱ ماہ یک جمہائی اور پنج انگڑائی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ نل سمندر بانو عرض نمود کہ مرزا خندق بیگ ہمشیر زادۂ پیرادہ از ولایت امیدوار نوکری آمدہ است اما از تعناتیہا حذر می کند۔ فرمودند: نوکری اور خالہ جی کا ڈر۔

۸　کلکتہ: عاشقی اور باباجی کا ڈر [عاشقی اور خالہ جی رماموں جی کا ڈر: جامع الامثال۔ اردو لغت]۔

(۵۸) بھٹ بیچا[۱] عرض نمود کہ سیدی ابراہیم عرف فوجدار خاں را کوتوالی شاہ جہاں آباد نمی زیبد۔ فرمودند: خارشی کتا اور مخمل کی جھول۔

(۵۹) بہ عرض [۲] رسید کہ پسرِ آلت پرست خاں بسیار صغیر است و شراب می خورد۔ فرمودند:

ہر آں طفلے کہ گردِ بادہ گردد  اگر رستم بود، کوں دادہ گردد

(۶۰) دولقمہ [۳] پنج تجکاری (کذا) روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ سمندر بانو عرض نمود کہ عاجزہٴ دارم بختِ او نہ می کشاید، یک تعویذ مرحمت شود۔ فرمودند: آلتِ فیل بر نافِ او بندند، بخت بکشاید۔

(۶۱) بدن [۴] شیر بیگ چیلہ التماس نمود کہ گناہ بسیار کردہ ام، چہ دعا بخوانم کہ نجات یابم۔ فرمودند: ایں شعر بعدِ فراغِ مجامعت با مادہ خر ہفت بار اگر بخوانی، از گناہاں پاک شوی، و آں شعر این است، ابیات:

اَنا الدّھی چود اِبنُ البھانڈ فِی الدّھر  نخواھد بود مثلی بھڑُوا فِی الشّھر
فَکیفَ حیلتی یا اَیُھا الکیر  بِھذالفَم یکونُ الگانڈ کَالنّھر

(۶۲) بہ عرض رسید کہ مرد چودند خاں استعفاے منصب خود می کند۔ فرموند: اُدھلی (۵) بہو بَلینڈے سانپ دکھائے۔

(۶۳) شحنہ [۶] خانم التماس نمود کہ حضرت بہ کرمِ الٰہی صد سال دیگر سلطنت خواہند کرد۔

---

۱ بیدار: یوم الحوت ۶ ماہ یک کیرو دو خصیہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی ہر دو دربار فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ اندھادھند خاں عرض نمود کہ کون پرست خاں را کوتوالی۔

۲ بیدار: یوم الاچپلی ۱۳ ماہ یک نخرہ و نیم غمزہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔ گھس پھس رائے ہرکارہ عرض نمود کہ پسرِ آلت پرست خاں۔

۳ بیدار: یوم الجماع ۷ ماہ یک نخرہ و پنج سسکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ بی بی کس پسار بانو بہ عرض رسانید کہ عاجزہٴ دارم چنانچہٴ شادمانی و پتانچہٴ پارہ بانی، ہر چند فکر کردم، بخت او کشادہ نمی شود...... تا بخت او کشادہ شود۔

۴ بیدار: یوم الکھیت ۲۲ ماہ ہفت سرما و ہشت میمنہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔

۵ بدکار عورت باہر جانے کے لیے بہانے بناتی ہے (اُدھلی: بدکار، بلینڈا: چھپر کا بڑا بانس، کھپریل کی لمبی اور موٹی بلی)

۶ بیدار: یوم الکھر ۲۴ ماہ یک صفہٴ و پنج کوٹھری روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان خاص فرمودند: ملا دوپیازہ عرض نمود کہ حضرت بہ کرم الٰہی و اقبال شاہنشاہی...... چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔

فرمودند: چار دن کا چاندنا،(1) آخر اندھیرا پاکھ۔

(۶۴) داعی (۲) چنڈال عرض نمود کہ دُبر داد خاں از کون دادن توبہ کردہ و قسم خوردہ۔
فرمودند: دو صدی ذات و سہ صد سوار کم۔ (۳)

(۶۵) پنج (۴) چمکہ نیم غمزہ روز برآمدہ دیوانِ خاص و عام فرمودند۔ ستھاور سنگھ راٹھور عرض نمود کہ نوکرانِ پُشت انداز خاں سلاحِ خود می فروشند، کسے بہ نرخ کاہ نمی گیرد۔ فرمودند: سپاہی کا مال، جھانٹ کا بال۔

(۶۶) بی بی (۵) فرج الشیخ التماس کرد کہ ایں بیوہ را حمل نہ می ماند، یک تعویذ مرحمت شود۔
فرمودند: ایں افسوں را مواظبت کن تا حمل قرار گیرد:

غَب غَبکَ الاوُہِ مِنَ الجرجوُن     غج غجۃُ الکِھسَۃِ ھَل مِن مَزید

(۶۷) شیخ ہل چل مشو عرض نمود کہ معاملاتِ ہندستان روز بہ روز ابتر است و مقدمِ خیر حضرت روز بہ روز در ملکِ دکھن بیش تر است۔ فرمودند: آگے دوڑ، پیچھے چھوڑ۔

(۶۸) بہ عرض (۶) رسید کہ مرزا عرق چونچ طرفِ آہو بندوق سرداد۔ قضا کار ضربش بہ قاضی نذیر رسید۔ فرمودند: ناحق چوٹ جلاہا کھائے ❊ کرگھا چھوڑ تماشے جائے۔

(۶۹) ہفت (۷) چومہ و نیم سکی روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ پُشت انداز خاں عرض نمود کہ جھانٹ نکار خاں پیش ازیں بہ نانِ جویں محتاج بود، حالا صاحبِ سیف و قلم و خداوندِ لوا و علم

---

۱ کلکتہ، آزاد، برلن میں "چاندنا" ہی ہے۔ "چاندنا" بہ معنی چاندنی لغت میں موجود ہے (مع اسناد) اس بنا پر اس کو برقرار رکھا گیا ہے۔

۲ بیدار: یوم الپردار ۲۵ ماہ یک پرو دو پنکھ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔ مرزا حواصل قلی ولد کنز پنکھ قلی عرض نمود کہ کون بخش پسرِ دبرداد خاں از کون دادن باز آمدہ توبہ کردہ است۔ فرمودند: گانڈو کا کیا اعتبار۔ باز فرمودند: دو صدی ذات و سہ صد سوار کم۔

۳ آزاد، کلکتہ، برلن میں "دو صدی سوار کم" ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ناتمام ٹکڑا ہے۔ "ذات و سہ صد" کا اضافہ بیدار سے کیا گیا ہے۔

۴ بیدار: یوم الکائی ۲۳ ماہ یک نکی و چہار ڈکی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوان فرمودند۔ چپ چاپ رائے ہرکارہ عرض نمود...... اسپ و سلاح می فروشند۔

۵ بیدار: یوم الپاد، ۸ ماہ یک ٹھسکی و پنج پھسکی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ بی بی فرج الیچ عرض نمود...... ایں افسوں را بر فرج خود دم کن افسونِ لیثمہ ایں است۔

۶ بیدار: یوم الپاد ۵ ماہ یک ٹھسکی و پنج پھسکی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ مرزا انگل بیچو بہ طرف آہو بندوق سر میداد۔

۷ بیدار: یوم الکود پھاند ۲۷ ماہ یک ڈگ و چہار قدم روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی ہر دو دیوان فرمودند۔ شیخ ہلچل ولد شیخ کھلبل عرض نمود کہ مرزا چیت پکار خاں پیش ازیں۔

گشتہ۔ فرمودند: مولا ہاتھ بڑائیاں، جس بھاوے (1) تس دیہ۔

(۷۰) کون (۲) شگوفہ بیگ عرض نمود کہ خواہرِ من خارش دارد۔ فرمودند کہ ایں افسوں خواندہ بر فرجِ او دم کن۔ افسوں این است:

اَیا اَہلَ (۳) الدّو پھڑکی وَ البغارا پٹاری اللنڈ وَالغپّ السپّارا

ثَلاثۃٌ تَلّۃِ الدُّفوُ شاکا فَہم فی اللّیلِ خُذ موٗتھ السپّارا

(۷۱) مرزا (۴) قضیبُ الخُفتہ عرض نمود کہ اکبرآباد تخت گاہ است، وزدان در قرب و جوارش نرسنگا (۵) زدہ می گردند، ہیچ کس نہ می پرسد۔ فرمودند: دیوے کی گانڈ تلے اندھیرا۔

(۷۲) روزِ (۶) پنج شنبہ دوگھڑی و چہار پہر روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ بی بی اُتھل پُتھل عرض نمود کہ در حویلی میر نظام الدین خفیہ نویسِ شاہ جہاں آباد ڈاکا افتادہ، ہر نقد و جنس کہ بود، ہمہ بردند۔ فرمودند: پاپی کا مال پراپت جائے، باسی رہے نہ کتا کھائے۔

(۷۳) مرزا (۷) غپ تپ بیگ بیمار بود، دریں ولا ملازمت نمود۔ دو تولہ چووہ (۸) و یک گز سایۂ طوبیٰ نذر گزرانید۔ حکم شد: ڈھولی کھال را در رہتاس گڑھ داخل نمایند۔ دلیر خاں را در حضور بیارد و مینارِ سلطان شمس الدین ولاٹھِ فیروز شاہ در قبرِ ڈلاری کلاونت داخل سازد۔

---

۱ بیدار: جس چاہیں تس دیں۔

۲ بیدار: یوم المسّتر ۲۸ ماہ یک پھونک و دو چھور روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی عدالت فرمودند...... دم کن خارش دفع خواہد شد۔

۳ ہجوِ عصمت النسا بیگم میں بھی یہ اشعار آئے ہیں۔ وہاں ''ثلاثۃ'' کے بجائے ''الوف'' ہے۔

۴ بیدار: یوم الخفت ۲۹ ماہ یک جھانٹ و دو پشم روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند...... تخت گاہِ حضرت است...... دیوے کی گانڈ تلے اندھیری۔

۵ نرسنگا: سینگ کا بنا ہوا بگل۔

۶ بیدار: یوم السوپ ۳۰ ماہ یک شاخ و دو موسل روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بی بی اتھل سٹھل خاتون عرض نمود کہ در حویلی شیخ امانی خفیہ نویس پھوپھانی شاہ جہاں آباد آتش چسپیدہ۔ ہر قدر نقد و جنس کہ بودہ، ہمہ بسوخت۔ فرمودند: باسی بچے نہ کتا کھائے۔ بیدار: یوم الجہاز ۱۴ ماہ یک بلی و پنج بانس روز برآمدہ۔ ادرک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔ شیطان قلی ولد اوزان قلی التماس نمود کہ در حویلی سرگرداں بیگ سوداگر ڈاکا افتاد۔ ہر نقد و جنس کہ بود ہمہ را وزداں بردند۔ فرمودند: پاپی کا مال پراپت جائے، ڈنڈ پڑے یا چور لے جائے۔

۷ بیدار: یوم الخواب یک جمہائی و دو انگڑائی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ مرزا ڈنڈ پیل ولد لنڈ کھیل بیمار بودہ، دریں ولا ملازمت نمود۔ دو تولہ چووۂ بکن ہٹی و دو ہون کھال و دو نیم تولہ عطر چرکیں گاہ و دو نیم تولہ شربت انار حیض مالزادپورہ و دو نیم سایۂ طوبیٰ نذر گزرانیدہ۔ حکم شد دو ہون کھال را در رہتاس گڑھ داخل نمایند و سلیم گڑھ را در حضور بیاورد و منارۂ سلطان شمس الدین ولاٹ فیروز شاہ را در قبر کوکا بائی مادر ڈلائی کلاونت داخل سازد۔

۸ چووَہ: قطرہ قطرہ کرکے ٹپکایا ہوا اور صاف کیا ہوا عود۔

# انعامات (۱)

انعام بہ جماعتِ ذیل:

| | |
|---|---|
| بہ راجہ گنڈ ساگر: | لنگوٹی ہزار میخی |
| بہ مرزا کوکر بیلی: | چھکوِ (۲) دستار مع طرّۂ نقرہ پیزار |
| بہ مرزا گوبر قلی: | سرپیچ سرِگین (۳) گاو |
| بہ مرزا لنگور بیگ: | یک طاقۂ (۴) پشمِ ذکر |
| بہ بی بی چرخا چوت: | دونیم ٹلۂ سمرقندی |
| بہ روزن چند وکیل: | کیرِ خرِ کہنہ لنگ |
| بہ شہ سوار خاں داروغۂ اصطبل: | دو خصیۂ اسپ بادخایہ (۵) |
| بہ بلغار خاں: | یک آلتِ فیل |
| بہ مرزا موسل کیر: | دونیم پشمِ خایہ |

---

۱ مختلف نسخوں میں یہ سب نام تین عنوانات کے تحت آئے ہیں: (۱) عنایاتِ خلعت بہ امرایاں (۲) انعاماتِ خاص حضور (۳) شرح بعضے اسمہا کہ بروزِ عید خلعت از سرکار مرحمت شود۔ کلکتہ، برلن، آزاد میں یہ تقسیم نہیں۔ ان نسخوں میں یہ بھی نام صرف ایک عنوان ''انعام بہ جماعۂ ذیل'' کے تحت ملتے ہیں، اسی کی پابندی کی گئی ہے۔ مختلف نسخوں میں ایک اور عنوان ملتا ہے: انعاماتِ اوِلش خاصہ۔ اس عنوان کے تحت چار انعامات کا اندراج ملتا ہے، اس طرح: بہ شیخ حواصل: مزبائے نفس: بہ مرزائے خمیری: آچار نگس۔ بہ شیطان قلی: دھول پلا و مع بریانی گردنی۔ بہ مرزا روغنی: سہ لولہ کباب۔ وہ عنوان اور اُس کے تحت یہ چار اندراجات کلکتہ، آزاد، برلن میں موجود نہیں، اس بنا پر انھیں شاملِ متن نہیں کیا گیا۔

۲ چھکو: کفِ دست (ہتھیلی اور انگلیوں) کو پھیلا کر کسی کے سر پر مارنا۔

۳ سُرگیں: گوبر۔

۴ طاقہ: ریشمی یا اونی تھان۔

۵ بادخایہ: وہ بیماری جس میں گھوڑے کے فوطے بڑھ جاتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| رائے ڈَنّو داس: | پنج گھونسا، ترت گالی |
| بی بی دَبپٹ خاتون: | دولتۂ حیض |
| مہتر چرپوزالچرخی: | نیم تولہ استخوان |
| مرزا اندھلاہٹ بیگ: | ہفت ٹلّۂ سمرقندی |
| پانڈے بلغوری: | دو نیم دھکۂ متھرا باشی |
| لالہ کچ لنڈ: | یکِ و نیم گوزِ گجراتی |
| خولجہ غپک چند: | دو تخمِ خُصیتین |
| رائے کپور داس: | دو کپورۂ بکرۂ پہاڑی |
| بھیاّ آلت رام: | دوازدہ گوزِ پنجابیِ چوتڑ پھاڑ |
| بھیاّ چوتڑ پھاڑ سنگھ: | دو آوازِ گوزِ دماغ سوزِ دالِ ماش |
| بی بی شکو چوت: | دو آثار (۱) خونِ حیض |
| بچائیل منڈل: | دو گز سایۂ مٹک چال |
| ناظر صفاً صفاً: | دو عدد خایۂ بیدانہ |
| چرغینہ بیگ: | دو میلِ چرمینہ (۲) |
| بی بی نفس ٹٹکا: | یک صبورۂ (۳) چینی |
| بی بی گس تر: | یک و نیم پوٹلی کسیسِ (۴) چوت سکیڑ |

---

۱ آثار: سیر۔ دو آثار: دو سیر۔

۲ چرمینہ: چمڑے کی بنی ہوئی کوئی چیز، مثلاً جوتا۔

۳ صبورہ: مصنوعی عضوِ تناسل جو عورتیں کئی طرح سے بناتی تھیں۔ ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک مضبوط پتلی، لمبی اور چکنے کپڑے کی تھیلی میں ایک روپے کے پیسے بھر کر اُسے کس لیا جاتا تھا۔ یہاں پرانے پیسے مراد ہیں جو گول، تانبے کے ہوتے تھے اور ایک روپے میں چونسٹھ پیسے ہوتے تھے۔ پرانا پیسہ آج کل کی اٹھنی سے پھیلاو میں کچھ زیادہ ہوتا تھا۔

۴ کسیس: ایک دوا کا نام۔

# التماس (۱) در مضمونِ ترکاری

بندۂ درگاہ کدو پنڈت، ولد توری (۲) پنڈت، متوطنِ موضع سؤیا، من اعمالِ (۳) پرگنۂ پالک، سرکارِ (۴) میتھی، صوبۂ چولائی، بہ ذُروۂ (۵) عرضِ بندگان حضرت پنڈالو (۶) می رساند۔

غریب پرور سلامت!

کریلا پنڈت، ولد چچینڈا ناتھ، نبیرۂ کندوری (۷) داس، باکگری، ساکنِ پکوَل (۸) موضع بادرنگ (۹) تعلق باہم دارد۔ در سرحدِ گانڈل (۱۰) بادخترِ اروی (۱۱) بدستی کردہ۔ ادرک و پیاز را بہ جاں گشتہ، کاہو و پودینہ، وترہ تیزک، (۱۲) ہمہ کاچھی ہارا برباد ساختہ خود بدر رفت۔

دریں ہنگام چنیں مسموع شدہ کہ بہ وسیلۂ مرزا خربزہ بیگ و شیخ تربوز، کچالو سنگھ راجپوت را درمیاں انداختہ، کہ بہ حیلہ وحرکت از مبادَرت (۱۳) خون بہ ذمۂ خود ساقط گرداند۔

---

۱ برلن: التماس مضمون ترکاری نوشتہ است۔ آزاد: مضمونِ ترکاری۔ بیدار: التماس در باب ترکاری ہا۔

۲ سب نسخوں میں یہی ہے۔ اس کو "ترئی" بھی کہتے ہیں۔

۳ اعمال: مضامات، پرگنے، دیہات۔

۴ سرکار: کئی پرگنوں پر مشتمل علاقہ، ضلع۔

۵ ذُروَہ: اونچائی، بلندی، جاہ و مرتبے کی بلندی۔

۶ پنڈالو: رتالو، مُنڈا۔

۷ کنڈوری، کُندرُو: جنگلی کدو۔

۸ پکوَل: پرَوَل۔ متعدد لفظوں میں لام اور رے کا ابدال ملتا ہے؛ اس لفظ کو بھی ایسے ہی لفظوں میں شامل سمجھنا چاہیے۔

۹ بادرنگ، بادرنج: کھیرا، لیمو۔

۱۰ گانڈل: سرسوں کا ساگ۔

۱۱ اروی: اس کو "گھئیاں" بھی کہتے ہیں۔

۱۲ ترہ تیزک: جرجیرہ، ترہ تیزک: ایک قسم کا ساگ، جس کی چٹنی بھی بنتی ہے۔

۱۳ مُبادَرت: کسی کام کو کرنا، جلدی کرنا، سبقت لے جانے کی کوشش کرنا۔

اُمید کہ قاضی القضاۃ میر ترنج (۱) شلغم بیگ امین و کسیر و داس کروری و زَرْدَک مل (۲) کارکن و بینگن ناتھ قانون گو راپیشِ بالم خاں (۳) فوجدار روانہ فرمایند، تا کسے نیرنگی نہ نماید۔

وکھرنی واقعہ نویس رامعلوم باشد کہ مرچ سنگھ پیادہ و نمک سنگھ راجپوت، زمینداران مثلِ کٹھل و بڑھل و زمین قند و شکرقند را چشم نمائی نمایند۔ واجب بود، بہ عرض رسانید۔

کم ترینِ بندہ ہائے درگاہِ والا جاہ خُرماخاں ولد ناریل خاں، ہمشیرزادۂ کشمش بیگم صوبہ دارِ سبزآباد وغیرہ، و متصدّیان: کٹھل و بڑھل بہ موقفِ عرضِ بار یافتگانِ بارگاہِ خوبانی، باعثِ امن و امان و راحتِ زندگانی حضرت اناس جیو ادام اللہ سلطنتہٗ فی رساند کہ حسبُ الحکمِ عالی بہ اتفاقِ جمیع متصدّیاں (۴) خصوصاً کیلا دیوان، و سدا پھل (۵) بیگ بیوتات نویس، (۶) نبیرۂ نارنگی بیگم، بنتِ امرت پھل و ترنج قلی خاں، و مرزا ادرک بیگ کوتوال، ہمشیرزادۂ پیاز آغالہسن قلی خاں داروغۂ عدالت، و مرزا سیب قلی سمرقندی، نبیرۂ ناشپاتی بیگم و ہمشیرۂ بہی (۷) اتکہ (۸) شاہ زادۂ والا گہر سلطان انبہ وامینِ (۹) شرعی کمرکھ بیگ تغائی (۱۰) زادۂ آلو بالو (۱۱) و خواہر زادۂ شفتالو، واحدیانِ سرکار: انجیر بیگ و انار بیگ، باگولڑخاں، پسر زادۂ کھرنی بانو و مرزا فالسہ بیگ دامادِ شیخ جامن، پسرِ سیتا پھل (۱۲) ویوز (۱۳) باشی فالسہ، گولہ انداز لیمو ولد گلگل (۱۴) ابنِ جھڑبیری (۱۵)، باجماعتِ

---

۱ تُرنج: ایک قسم کا بڑا نیبو، چکوترا۔
۲ زَردَک: گاجر۔
۳ برلن: بہ کھیرا خاں فوجدار۔
۴ مُتصدّی، جمع خرچ کا حساب رکھنے والا (جمع خرچ نویس)، منشی، محرر۔
۵ وہ درخت جس میں ہر سال پھل آئیں، جس میں ہمیشہ پھل رہیں۔ ناریل، گولڑ، کٹھل وغیرہ کو بھی کہتے ہیں۔
۶ بیوتات نویس (دیوانِ بیوتات): شاہی محلوں کا حساب کتاب رکھنے والا، حساب کتاب کا نگراں۔
۷ بہی: امرود سے مشابہ ایک پھل: سفرجل۔
۸ اَتکہ: دودھ پلانے والی عورت۔
۹ امین: وہ عہدے دار جو کسی جائداد کی نگرانی، انتظام اور مال گزاری وغیرہ وصول کرتا اور جمع کرتا ہے۔ عدالتِ دیوانی کا عہدے دار جو کسی قرض دار پر ڈگری ہوجانے کی صورت میں، اُس کی جائداد کو جانچنے اور قرق کرنے کا ذمے دار ہوتا ہے۔
۱۰ سب نسخوں میں یہی ہے۔ میں اس لفظ کی اصلیت معلوم نہیں کرسکا۔
۱۱ آلو بالو: فندق کے برابر سرخ رنگ کا ایک میوہ، جو دوا کے طور پر مستعمل ہے۔
۱۲ سیتا پھل: شریفہ، گول کدو۔
۱۳ یوزباشی: سو سواروں یا سپاہیوں کا افسر: رسالدار۔
۱۴ لیمو کی ایک قسم جسے غلغلا کہتے ہیں۔
۱۵ جنگلی بیر کا درخت اور اُس کا کانٹوں دار جھاڑ۔

پیادگانِ سرکارِ اقدس فرستادہ کہ بہ تلاشِ تمام در معرضِ خطاب آوردہ باشد۔

تحقیق شد کہ بینگن و چکوترا را کہ دہقانِ مفسد و تہمت گیرِ روزگارانند، بہ گواہی آوردند۔ ایں ہر دو کذّاب در جاگیرِ خربزہ بیگ رفتہ می خواستند کہ بہ دروغ گواہی دہند، حالاں کہ ایں ہر دو کذّاب در جاگیرِ خربزہ بیگ نمی باشند۔

خربزہ بیگ جاگیردارِ کھیراپور برائے گواہاں بر ملکیتِ اراضیِ مذکور درخواست نمود و شیخ سنگھاڑا را، کہ مردِ نمازیست، شب و روز برلبِ آب می باشد، و حقائق پناہ شیخ کسیرو درویش را، کہ تارک الدّنیا، مردِ سیاہ پوش است، بہ گواہی آورد۔ ہردو بزرگ آمدہ گواہی دادند کہ اراضیِ مذکور داخلِ جاگیرِ خربزہ بیگ است، وآں دہقاناں بہ دروغ تہمت ہائے بے حساب برآں بے چارہ می نہند و ملازمانِ اورا می آزارند۔

فی الجملہ بہ اثبات رسید کہ حق بہ طرفِ خربزہ بیگ است۔ بنابرآں بہ کھجور قلی بیگ محتسب گفتہ شد کہ سزائے ایں تہمت بدہد، تاباعثِ عبرتِ دیگراں باشد۔ محتسبِ مذکور بیگن را از جا برکندہ بہ انواع عقوبت بکشت و چہار پارہ ساختہ در دیگ جوشانیدہ، طعامِ لذیذ ساختہ، بہ خانۂ جمیع مسلماناں فرستادہ کہ بہ نانِ گندم و پلاو و خشکہ بخورند۔ ایں باعثِ امن و امان تمام پرگنہ گردید۔ اقبالِ سلطنت تابندہ باد۔

## مضمونِ فرمان

بہ عنایاتِ نامتناہی و الطافِ شاہنشاہی امّید وار بودہ بدانند کہ بینگن ولد ڈھینڈس بیگ، ابنِ چچینڈا، برادرِ کندروخاں، و سرسوں داس و توری ابنِ زَردَک از زمانِ دراز در مکانِ انگور تاحال سکونت داشتند۔ زیرہ زور آوری کردہ، از جا برداشتہ، بیخ و بُنِ آنہارا برکندہ، از سکونت ایشاں را پریشاں ساخت۔ لہٰذا کم ترینِ بندہ ہا بہ محکمۂ شریعت پناہ قاضی القضاۃ قاضی چقندر فریادی شدند۔

بنابرآں، حکمِ جہاں مطاع، آفتاب شعاع شرفِ صدور یافت کہ مشیخت مآب شیخ شلغم مفتیِ عدالتِ احتساب، چکوترہ بیگ محتسب، شجاعت پناہ بالم بیگ و نے شکر خاں فوج دار معاملہ را صحیح نمودہ، فکر براصل نمایند کہ من بعد ہیچ آفریدہ جور و ستم بر رعایا نہ نماید۔

# گفتگو نامۂ ملّا (۱)

رسائی (۲) بگوشِ ہوشِ منتہیانِ (۳) خدا پہچان و خداوندِ کھپریل و چھان (۴) باد کہ مردکے (۵) چِرپاڑے (۶)، پُشت کوڑے (۷)، وابستۂ بدانجامی، پختہ بہ خامی ملّا ساہو نامی بہ عہدۂ تعلیمِ پسرِ من در ایامے (۸) بود۔ بہ علّتے و قلّتے حقِ طلبش (۹) افزود۔ روزے بہ اختلافِ (۱۰) ہوا پان می خوردم کہ دریں اثنا آمدہ صورتِ پُرکدورت و مورتِ بدمہورت نمود و بہ تقاضاے سخت مُتَصَدِّع (۱۱) گردید و دھوپِ (۱۲) زبان را بہ طعن و لعن برکشیدہ گفت کہ ایں پان خوردنت حمل (۱۳)

---

۱ پیشِ نظر نسخوں میں عنوان کے الفاظ مختلف ہیں، کئی نسخوں میں کوئی عنوان نہیں اور بعض میں صرف ''رقعہ'' ہے۔ میں نے علوی اور محمدی کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۲ اس طویل جملے [''در ایامے بود'' تک] میں نسخوں میں اختلافِ عبارت بہت ہے، بعض الفاظ مغشوش بھی ہیں۔ میں نے تین قدیم نسخوں آزاد، برلن، کلکتہ کے الفاظ کو ترجیح دی ہے۔

۳ برلن، آزاد: منہیان [مُنہی: خبررساں، جاسوس] باقی سب نسخوں میں 'منتہیان'' ہے اور یہی مرجح معلوم ہوتا ہے۔ مُنتہی: عالم فاضل، وہ شخص علم کی تحصیل پوری کر چکا ہو (آصفیہ)۔ ''مبتدی'' کا مقابل۔

۴ چھان: بانسوں سے بنا ہوا ٹھاٹھر جس پر پھوس بچھا کر چھپّر چھاتے ہیں۔ گھاس پھوس سے بنا ہوا چھاجن (سایبان، منڈیا)۔

۵ ''مرد'' کی تصغیر (تحقیر کے لیے) ''مَردَک'' کلمۂ حقارت ہے: ادنا، ذلیل، حقیر۔ یہ گالی کے طور پر بھی استعمال میں آتا ہے۔

۶ احمق، سفلہ، بدذات۔

۷ کُبڑا۔

۸ لندن: در ایامِ سابق۔

۹ طلب: تنخواہ

۱۰ پٹنہ، محمدی، علوی، بمبئی: روزے ہوا پان می خوردم۔ لندن: بیڑۂ پان۔

۱۱ تکلیف دینے والا، دردِ سر پیدا کرنے والا۔

۱۲ دھوپ: سیدھی لمبی تلوار۔

۱۳ قیاس، گمان (آصفیہ)۔

بر فلاکت و دلیل بر دِلدَر (۱) و سبیل بَر بھدَر (۲) و بَکھدَر (۳) نمی کند۔ گفتم کہ از یک بِرۂ پان (۴) مُتموّل نہ شدم، بلکہ حال من بداں ماند کہ لکھو بندریا (۵) چابے پان: اُڑ گئی چٹیا، رہ گئے کان۔ بجز یک بنی (۶) و دو گوش نہ مرا بساطے، وسوائے ہمیں دو سہ برگِ سبز نہ مرا نشاطے۔

گفت: باوَر نمی کنم، مثل: دائی کے آگے پیٹ کیا چھپاوے۔ منصبے کہ داشتی و برتنا ریری (۷) زرے می پاشتی، اکنوں (۸) آں چہ شد؟ گفتم نہ شنیدہ کہ گفتہ اند: بخت (۹) اڑ گئے، بلندی رہ گئی۔ حالا کجا معاش و کجا راگ و پھاگ (۱۰) و کجا سہاگ۔ (۱۱) مبلغے دِہ تا ڈنکور (۱۲) و ڈھنڈھور (۱۳) نمودہ مبلغے جمع سازم کہ در

---

۱ دلدَر: افلاس، تنگ دستی، بدحالی، فلاکت۔

۲ اصلاً ''بھدَر'' ہے: ماں باپ کے مرنے پر سوگ کے طور پر سر کے اور داڑھی مونچھوں کے بال مُنڈانا۔ ''بھدرا'' (جو عام طور پر مستعمل ہے) اسی سے بن گیا ہے۔ جعفر نے اسے ''بھدَر'' بنا لیا ہے، مراد ہے: پریشان حالی۔

۳ بَکھد: بُرا، بہت بُرا، منحوس، ناکارہ۔ اسی سے ''بَکھدَر'' بنا لیا گیا ہے ''بھدَر'' کے ہم وزن کے طور پر اور اُسی کے قیاس پر۔

۴ علوی، محمدی، پٹنہ، بمبئی: از یک سبزۂ پان۔

۵ ''بندریا کو دیکھ کر چڑانے کا فقرہ جو بچے پکار پکار کر کہا کرتے ہیں۔'' (آصفیہ)

۶ بنی: ناک۔ یہ فقرہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جب یہ کہنا ہو کہ روپے پیسے کے نام سے میرے پاس کچھ نہیں۔

۷ ''عوام: تاناریری۔ چند معیّن کلمے جو گویّے گانا سیکھنے میں استعمال کرتے ہیں'' (آصفیہ)۔ یہاں مراد ہے گانا بجانا۔ یعنی تم جو گانے بجانے کی محفلوں، جلسوں میں روپے انعام کے طور پر لُٹایا کرتے تھے۔

۸ اکنوں: اب۔

۹ اقبال جاتا رہا مگر نام رہ گیا (آصفیہ)۔

۱۰ پھاگ: پھاگن کا تہوار جس میں راگ رنگ افراط سے ہوتا ہے، ہولی کے کھیل تماشے۔ [پھاگ کھیلنا: خوشی منانا، رنگ رلیاں کرنا]۔

۱۱ خوشی، عیش، جشن۔

۱۲ سب نسخوں میں ''ڈنکور'' ہے۔ میں اس لفظ کی حقیقت معلوم نہیں کر سکا۔ معنی وہی معلوم ہوتے ہیں جو ''ڈھنڈور'' کے ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ اصلاً ''ڈھکھوڑ'' جیسا کوئی لفظ ہو جو نقل در نقل کے نتیجے میں بگڑ گیا ہو۔ میں نے اس لفظ کو بدلنا مناسب نہیں خیال کیا کہ شاید یہ واقعتاً کوئی لفظ ہو، جس سے میں واقف نہیں۔ ویسے خیال میرا یہی ہے کہ یہ ''ڈھکھوڑ'' کی بدلی ہوئی یا بگڑی ہوئی شکل ہے۔

۱۳ اصل لفظ ''ڈھنڈول'' ہے۔ مصدر: ڈھنڈولنا: تلاش کرنا (اردو لغت)۔ اردو میں لام اور رے کا ابدال ہو جاتا ہے [جیسے دھور، دھول، تکوار، تروار (وغیرہ)] اس طرح ''ڈھنڈول'' استعمال میں آ کر ''ڈھنڈور'' بن گیا۔ [لام

جھولیِ (۱) تو اندازم۔

عذرِ من نہ پسندید و ازیں سخن سخت برنجید۔ گفتم کہ نیکو گفتہ اند، مَثَل: بے درد قصائی (۲) کیا جانے پیر پرائی۔ از استماعِ ایں بَت کہاو (۳) بہم برآمد و گفت، مثل: تیرا (۴) سو میرا اور میرا سو ہیں ہیں۔ چنانکہ بتوانی زر بدہ۔ گفتم: ہموں مَثَل شد: مردہ دوزخ جائے یا بہشت، مجھے حلوے مانڈے سے غرض۔ گفت: بلے، مَثَل: اپنے نین (۵) مجھے دے اور تو بہلاتی پھر۔ مُشتِ زر کہ سرمایۂ عمرِ من است، بتو گذارم و من گدائی کردہ بگذرانم۔

گفتم کہ غریبم، نادارم، بر حالِ من رحم کُن۔ گفت: بلے، مَثَل: ایک غریب کے مارے نو من چربی نکلی تھی۔ گفتم: اگر بہ کشتنم مقصودت برآید، چہ بہ ازیں؛ لیکن ہموں (۶) قصہ خواہد شد، مثل: بگلا (۷) ماریں پنکھ ہاتھ۔ گفت: بے خبر! من ملّا سا ہو ام، پوستِ مچھر می کَشم و خونِ پسوّ می چَشم؛ بگلا و پپیہا پیشِ من چہ پشم است۔ حیلہ را نمی دانم؛ اغنیاے زمانہ ترا دوست می دارند و واجب الرّعایت می شُمارند؛ ایں ہمہ ملاقات ازینہا بے نفع نیست۔ گفتم: غلط، دائی (۸) کے سر پان

---

اور رے کے ابدال کے سلسلے میں ضمنی طور پر اس دل چسپ حوالے کو پیش کرنا غالبًا بے محل نہ ہوگا۔ محمد حسین آزاد نے آبِ حیات میں سودا کے تذکرے کے تحت لکھا ہے: ''کسی شخص نے سودا سے پوچھا: ''بلبل'' مذکر ہے یا مونث۔ مسکرا کر بولے کہ نوعِ انسان میں ایک ہو تو مرد سے عورت ہو جاتی ہے، لفظ کو دیکھو، دو موجود ہیں۔'' لفظِ ''بلبل'' میں دونوں لاموں کو رے سے بدل دیا جائے تو بات واضح تر ہو جائے گی (ویسے ''بُل'' بھی مستعمل رہا ہے، جیسے بُل مرانی]۔

۱ لندن: درجھولیت۔

۲ سخت دل آدمی دوسرے کی تکلیف محسوس نہیں کر سکتا (نور) پیر: پیڑ، درد، دکھ، تکلیف۔

۳ بَت کہاو: گفتگو، بات چیت، گفتگو کا انداز (بت: بات)۔

۴ کسی کی خود غرضی ظاہر کرنے کے لیے ایسے موقع پر بولتے ہیں جب ایک دوست دوسرے سے فائدہ اٹھائے اور خود اُس کی مدد کرنے یا فائدہ پہنچانے سے پرہیز کرے (اردو لغت)۔ ہیں ہیں: ایسے ہی موقعے پر بات کو ٹالنے والی ہنسی کی آواز۔

۵ اپنے کام اور اپنی ضرورت کی چیز تم کو دے دیں تو ہمارا کام کیوں کر چلے گا (اردو لغت)۔ آخری ٹکڑے کی ایک قرائت ''اور تو جھلاتی پھر'' بھی ہے۔

۶ ہموں: وہی۔

۷ بے فائدہ کام: ایسا کام جس میں کچھ حاصل نہ ہو۔

۸ ''یعنی نیکی بدی سب دائی کے سر۔ ہر بلا، ہر بہتان بے چارے غریب و بے زبان آدمی پر پڑتا ہے'' (آصفیہ) [آصفیہ میں ''پھول پان'' ہے]۔ یعنی مال دار ہونے کا الزام ہے مجھ پر، میرے پاس کچھ نہیں۔

پھول، دیگر ہیچ نیست۔ گفت: بر غلطی؛ مرا نیز ہمراہ بِبَر تا مطلع شوم از التفاتے کہ بتو می کنند۔ گفتم: بہ صحبت لئیماں بے امر خود نمی توانم رفت، پس ترا چگونہ ہمراہ برم۔ نشنیدہ کہ گفتہ اند، مَثَل: چوہا(1) بل میں سماوے نہیں اور کانوں باندھے چھاج۔ ایں ہم قبول نہ کرد۔

ہر چند گرہِ دل گشودم و او ہیچ نمودم، دُم سگ راست نہ شد۔ مَثَل است: کتّا(2) ٹیڑھی پونچھ ہے، کبھی نہ سیدھی ہو۔ گفت: پھُرت(3) کُن، زر بیار و حیلہ بگذار؛ وگرنہ گھُسَم گھُستا و دھکم دھکا شدن حلاوت ندارد۔ دانستم کہ ہموں مثل است کہ سارا(4) دن پیسا اور چھَپنی بھر اٹھایا۔ می خواستم کہ بَر قبیح روے او(5) نہ بینم و چُپ کردہ بنشینم؛ امّا قولِ قدیم یاد آمد کہ نرم چوب را بِرَم(6) می خورد؛ برجستم و گفتم: اے ہنڈل بھنڈو، پیپ خوردہ آلت عریاں، لنڈ الغنّو! گوہا چھی چھی کیوں ڈالی ہے؟ کون فراخ پھنکی کی اوقات، لولی(7) نشان؛ کھکھول برات(8)، کنجر کی ذات، از بھُس و چرچوں و غُرفش(9) باز نمی آئی و نمی دانی کہ مار پیچھے(10) سنوار ہے۔ ہمیں زمان دَو و عَنو چرغینا(11) حرامی بچگاں را بفرمایم کہ بھُس از کانچ تو بر آرند۔

ملّاے دل خستہ چوں تیور برگشتہ دید، بارِفق(12) و مدارا التجا کردہ، بہ یک جامۂ کہنہ اِکتفا نمودہ گفت، مَثَل: آگ لگتی جھوپڑی جو نکسے سولا بھ۔ آخر الامر متہور لید کرد و رفت۔

حرمتِ اوستاد کردن بہ
گفتۂ جعفرا تو راست بنہ

---

1 اپنی گزر نہ ہونے کی حالت میں دوسرے کا ذمہ لینا۔ [اس کہاوت میں ''کانوں'' کی جگہ ''دُم'' بھی ملتا ہے۔ اسی طرح ''سمائے'' کی جگہ ''سماتا'']

2 مَثَل کا مفہوم یہ ہے کہ بُرے آدمی کی خصلت نہیں جاتی۔ برلن: کتا تیری پونچھ کبھی نہ سیدھی ہوئے۔ کلکتہ لندن: کتا تیری پوچھری کبھی نہ سیدھی ہو۔

3 پھرت کن: جلدی کر [پھرت: پھرتی، جلدی]

4 محنت بہت، حاصل بہت کم۔ [اس کہاوت میں ''سارا دن'' کی جگہ ''ساری رات'' بھی ملتا ہے۔ [اردو لغت]۔

5 رضا-ا: برصورت قبیح او۔

6 بِرَم: کیڑا، یہاں مراد ہے گھُن، جو اندر ہی اندر لکڑی کو کھالیتا ہے۔

7 لولی: پتریا، کسبی۔ لولی نشان: رنڈی کی اولاد۔

8 اس ٹکڑے کی معنویت کا تعین نہیں کر سکا۔ مراد وہی ہے گالی۔

9 غُرفش: غراہٹ، تکرار، دھمکی، ڈانٹ ڈپٹ۔

10 ذلت کے بعد عزت کے محل پر بولتے ہیں (نور)۔

11 چرغینا: بدمعاش، بدچلن، کمین۔

12 رِفق: نرمی۔ بارفق و مدارا: نرمی اور صلح صفائی کے ساتھ۔

# شکوہ نامۂ[1] نفرِ خود[2] کہ دُزدی کردہ گُریختہ بود

طرفہ آوائے[3] وسخت ماجرائے کہ بگفتن عقدۂ کارنکشاید و بہ نہفتن[4] بخراشِ دل نہ برآید؛ عَلَی الخصوص در چنیں وقتِ ناداری و عین بے کاری دَنی، مُتفنّی، چرغینہ[5] نفرے بے پدرے[6]، ماچہ خرے[7]، فرصت یافتہ متاعِ قلیل[8] وکثیر را گرفتہ بہ گوشۂ خزید[9]۔ قولہٗ تعالیٰ: یفعَلُ[10] مایَشآءُ وَ یحکُمُ ما یُرِید۔ مَثَل: موئے[11] پر سودُرّے۔ مَثَل: کوڑھ[12]

---

۱ عنوان کی عبارت رضا-۱، ۲ سے منقول ہے۔ کئی نسخوں میں عنوان یوں ہے: شکوۂ میر جعفر از نفرِ خود کہ دزدی کردہ گریختہ بود۔

۲ نفر: معمولی درجے کا نوکر، ادنا ملازم۔

۳ آوا: آواز، شہرت (آوازہ) فارسی میں ''آوائے'' کلمۂ افسوس بھی ہے (بہ معنی آوخ)۔ بہ ظاہر یہاں یہ لفظ اسی مفہوم میں آیا ہے، یعنی: عجیب افسوسناک بات ہے۔

۴ نہفتن: چھپانا: فارسی میں اس مصدر کا پہلا نون مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی (نَہفتن۔ نِہفتن)

۵ چرغینہ (چرغینا): بدمعاش، بدچلن، کمین۔

۶ بے پدر: حرامی۔

۷ ماچہ خر: احمق، گدھا [بہ طور گالی کے مستعمل ہے]۔

۸ یعنی جو تھوڑا بہت سامان تھا۔

۹ خزیدن: کسی جگہ آہستہ سے داخل ہونا (جگہ ہو یا چھید)۔ آہستگی کے ساتھ داخل ہوکر کسی جگہ چھپ جانا۔ [مراد یہ ہے کہ نفر سامان چرا کر کسی طرف چلا گیا، کہیں چھپ رہا]۔

۱۰ یہ دو الگ الگ ٹکڑے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ''یَفعَلُ مایَشآءُ'' کئی جگہ آیا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَفعَلُ مایَشآءُ (سورۂ الحج آیت ۱۸): بے شک اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفعَلُ مایَشآءُ (سورۂ آل عمران، آیت ۴۰): اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ وَ یَفعَلُ اللّٰہُ مَایَشآءُ (سورۂ ابراہیم، آیت ۲۷) اِنَّ اللّٰہَ یَحکُمُ مایُرِید (سورۂ مائدہ، آیت ۱): بے شک خدا جیسا چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔ (ترجمے کی عبارتیں مولوی (ڈپٹی) نذیر احمد کے ترجمۂ قرآن سے منقول ہیں، طبع سیزدہم، مطبع مفید عام اسٹیم پریس آگرہ)۔

۱۱ مصیبت پر مصیبت پیش آئی۔ ایک آفت تو تھی ہی، ایک اور آفت آئی۔

۱۲ آفت پر آفت [ایک تو کوڑھ، اُس پر کھجلی اور غضب ہے]۔

میں کھاج۔ مَثَل: بے خرچی میں آٹا گیلا۔

بیا جعفر! مجوش و مخروش۔ نشنیدہٴ کہ گفتہ اند: تنگی (۱) بھلی کہ نِبل میں بانس۔ معاذاللہ! اگر در گوشِ بے ہوشِ حاکمِ وقتِ تازہ روزگارِ دل افگار ایں حرف جا کند، ندانم چہ طوفان (۲) برپا کند۔ و غمِ دیگر آنکہ از استماعِ ایں خبر یاراں خندہ می کنند و مارا شرمساری می سازند۔ آرے (۳) یکے نقصانِ مایہ، دوم شَماتتِ (۴) ہمسایہ۔ مَثَل: چڑیوں (۵) مرن گنواروں ہانسی (۶)۔

---

۱ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس دولت، آرام، خوش حالی سے مصیبت ملے اُس سے تو مفلسی اچھی۔ اسی مفہوم میں یہ امثال بھی آئی ہیں (۱) تنگی بھلی کہ نینک چود۔ (۲) تنگی بھلی کہ چھینکے پانو [جامع الامثال، ص ۳۹۱]۔ ("نِبل" وہی لفظ ہے جو "نِبل مرائی" میں آتا ہے۔ اردو میں متعدد لفظوں میں لام اور رے کا ابدل ملتا ہے، یہی عمل اس لفظ میں بھی ہوا ہے]۔

۲ برکن، رضا-۲،۱: طوفان غیر مکرر۔

۳ ہاں۔

۴ شماتت: کسی کے نقصان (یا برائی، خرابی) پر دوسروں کا ہنسنا، مذاق اڑانا، خوشی ظاہر کرنا۔

۵ جب کسی شخص کے نقصان پر دوسرے ہنستے ہیں وہاں یہ کہاوت کہی جاتی ہے [اس کہاوت میں ترتیب الفاظ کی کئی شکلیں ہیں: چڑیا مرن گنوارن (گنواروں) ہانسی: چڑیوں کا مرن گنواروں کا ہانسا]۔

۶ کئی نسخوں میں اس کے بعد یہ شعر ہے: ٹھگ لاگا ہے ہاٹ میں اور سب کے ڈالے پھانسی — جعفر تو مت بھولیو کرموں لکھا سو پائے۔ آزاد برکن، رضا-۲،۱ میں یہ موجود نہیں۔ میں نے اس کو متن میں شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ بہ ظاہر یہ کسی ناقل کا اضافہ معلوم ہوتا ہے۔

# رقعہ (۱) بہ شیخُ الاسلام

## برائے دستک (۲) قریبِ موسمِ برسات نوشتہ بودم

حضرت سلامت! گھڑگھڑاہٹُ الرّعدِ فی الغَمام (۳) و کڑکڑاہٹُ البرقِ عنِ البہرام (۴) قریب رسید (۵) و ہنگامۂ گھٹا گھنگھور صبح و شام و آوازِ مور بردوام (۶) سر برکشید و آوانِ (۷) لرزۂ العمارات عِلم الیقین گشت؛ لہٰذا دلِ وسعت طلب علَی الگچ پچ۔ وَالکیچ کا چ کوچہ ہاے چھی چھی (۸) آگیں اِکراہ (۹) می ورزد و از چھینٹ چھانٹِ مَضیقُ (۱۰) السّوق گوَرقِ الأشجار (۱۱) می لرزد۔ اگر

---

۱ کئی نسخوں میں اس رقعے کی ایک اور دوسرے رقعے کی عبارتوں کو مع عنوان خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ میں نے تین قدیم نسخوں: آزاد، کلکتہ، برلن کے اندراجات کو بنیاد بنایا ہے۔ اس رقعے میں معرب ترکیبیں جو زیادہ ہیں، بہ ظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مکتوب الیہ (شیخ الاسلام) کی شخصیت کو ذہن میں رکھا گیا ہے۔

۲ دستک: پروانۂ راہ داری۔ وہ تحریری اجازت نامہ جو حاکم کی طرف سے سفر کرنے والے (والوں) کو دیا جائے۔ وہ اجازت نامہ جس میں یہ اطلاع دی گئی ہو کہ اس شخص کے لیے چنگی کا محصول معاف کر دیا گیا۔ مہر شدہ حکم نامہ جو کسی کچہری سے جاری ہوا ہو۔

۳ غمام: بادل۔

۴ بہرام: ستارۂ مرّیخ۔

۵ محولۂ بالا تینوں نسخوں میں "عنقریب" ہے۔

۶ "بردوام" بہ ظاہر یہاں مسلسل و متواتر کے معنوں میں آیا ہے۔ یہ برمحل یا یوں کہیے کہ بہتر محل استعمال تو نہیں، مگر سب نسخوں میں یہی ہے۔

۷ آوان: وقت، ساعت۔

۸ چھی چھی آگیں: گندگی سے بھرے ہوئے۔

۹ اِکراہ: گھن، نفرت، کراہت۔

۱۰ مَضیق: جاے تنگ۔ سوق: بازار۔ مضیقُ السّوق: بازار کے تنگ راستے۔ اکثر نسخوں میں "مضیق الشوق" ہے، مگر یہاں یہ قطعی طور پر بے محل ہوگا۔ اوپر کے جملے میں "کوچہ ہا" آیا ہے، اُسی کی مناسبت سے "مضیق السوق" لکھا گیا ہے۔

۱۱ درختوں کے پتوں کی طرح۔ [وَرَق: پتا۔ کَ: مثل، طرح]۔

دریں موسمِ بوند باند و موسلا دھار وتَواترِ الجھڑ وَ الُبوچھار فیضِ حضرت بانہہ (۱) بَل و مددگار شود، بندہ کود پھاند پُل پار گردد۔

کشتی (۲) امّیدِ جعفر در بھنور اُفتادہ است
ڈُبکوں ڈُبکوں می کند، از یک توجہ پار کُن (۳)

۱ بانہہ بَل: زورِ بازو۔ رفیق، مددگار [یہاں یہ لفظ آخری معنی میں آیا ہے]۔

۲ رضا-۱: کشتی مسکین جعفر۔ علوی، محمدی، پٹنہ، بیدار: کشتی جعفر زٹلی۔ رضا-۲: کشتیِ بے چارہ جعفر۔

۳ کئی نسخوں میں اس کے بعد یہ دوہا بھی ہے: یہ ندیا ادھک گہری تھاہ نہیں اس بیچ: سچّا نانو نبی کا ٹوٹی گنیا لیویں کھینچ۔ آزاد، برلن، کلکتہ اور کئی دوسرے نسخوں میں یہ موجود نہیں۔ مجھے یہ کسی ناقل کا اضافہ معلوم ہوتا ہے۔

# عرضداشت (۱)

مدّاح (۲) و خیر خواہِ حقیقی جعفر زٹلی، گاہے مرد و گاہے لَلّی، (۳) بہ جنابِ فیض مآب قاضی حیدر می رساند کہ زن ہائے سبھا چند گستاخ، برہنہ ساق، کُس فراخ، بالائے کاخ زر در خانہ نگاہ داشتہ بودند۔ بندہ بہ طرفِ کابل روانہ شد۔ ہر دو زناں بہ خانۂ بندہ آمدہ زرِ مذکور را برداشتہ بُردند و بریارانِ و ہمسایگان و گایندگانِ (۴) خود تصرّف نمودند۔ شوہرِ چنڈال سبھا چند دعویِ زر بر بندہ نہادہ متہم ساخت و از شیوۂ یار پرستی و بدمستیِ زن ہائے خود بے خبر؛ لہٰذا شمّہ شرحِ قلتبانی (۵) و وضعِ ڈکوتی آنہا دریں بحرِ طویل بیان نمود — بحرِ طویل (۶):

ہر دو زن ہائے سبھا چند چہ مکّارہ و بدکارہ و عیّارہ، دھگڑباز و لٹک ساز و طنّاز، چنچل (۷)، چنچل و اَچپل (۸)، مٹک چال و جنجال و چھنال اند و خواہانِ سُپارا۔

روز و شب کُس دِہ و کیر طلب بہرِ غپاغپ و شپاشپ، با فرجِ لپالپ، دہند چوت بہ ہر جن

---

۱ یہ عرضداشت اور جو نظم ہے (ہجوِ سبھا چند)، یہ دونوں تحریریں ایک ہی شخص سے متعلق ہیں۔

۲ بعض نسخوں میں "التماس مداح و خیر خواہِ حقیقی" ہے۔

۳ لَلّی: نامرد (یہ لفظ ایک رباعی میں بھی آیا ہے، چوتھا مصرع: ہر کہ گم نام زیست، لَلّی شد۔ اِس سے متعلق حاشیے کو دیکھا جائے)۔

۴ گائیدن: جنسی عمل کرنا۔

۵ قلتبانی: دیوّثی (قلتبان: وہ شخص جس کی بیوی بدکار ہو اور وہ جان بوجھ کر روک ٹوک نہ کرے، بھڑوا، دیوّث۔

۶ علوی اور بعض دوسرے نسخوں میں ضمنی عنوان کے طور پر یہ عبارت ہے: بحرِ طویل در ہجو سبھا نند دیوانِ نواب ذوالفقار خاں چوکی نویس سرکار کہ گاہے با میر جعفر متواضع نمی شد۔

۷ چنچل: شوخ، چنچل، تیز و طرار۔

۸ اَچپل: شوخ و شنگ۔

و بہ ہر بھوت، گائیدۂ ہاروت و ماروت؛ نگہ دار دو صد ڈھینگ[1] غپک لنڈ و سیہ بھنڈ؛[2] تلے چھید بُخارا[3]۔

زر چنڈال سجا چند بہ ہر دُنبہ[4] خورانند و بہ یارانِ چُرغینہ[5] رسانند ہمیں ہر دو پد گو، بہ کمیں گاہ چُد گو، بہ تماشاے نفسِ[6] لکّو، بفشانند دو صد مُہر بہ ہرتلۂ ڈفو[7]؛ کہ او زر ندہد ہیچ گدارا۔

بے خبر بھڑوا سجا چند ازیں چھند[8]، ازیں پھند[9] کہ زن ہا دگراں را زر و نقدی بخورانند کہ ایں مردکہ[10] خود حق دگراں جمع نمودہ وگلوے شان بریدہ بہ زنِ خویش سپردہ، چہ داند کہ خورانند کساں را کہ بگایند بہ ہر صبح و مسارا۔

بھڑوا بے غیرت و ناداں کہ عیان است و نمایاں، چہ غلط داں کہ نہد تہمتِ زر بہ سرِ مردمِ دیگر؛ عجب انصاف، خدا را!

---

۱ ڈھینگ: دھگڑا، یار، موٹا تازہ، لمبے قد کا۔
۲ بھنڈ: منحوس۔ بھنڈ: تمباکو وغیرہ کا پنڈا، ڈھیر۔
۳ بُخارا: بڑا سوراخ، گڈھا۔
۴ دُنبہ معروف جانور ہے، مجازاً بہت موٹے تازے آدمی کو کہتے ہیں۔
۵ چُرغینہ (چرغینا): بدمعاش، بدچلن، کمین (یہ لفظ ''گفتگو نامۂ ملا'' میں آیا ہے)۔
۶ نفس: عضوِ تناسل۔
۷ ڈفو: مجازاً: عضوِ تناسل۔
۸ چھند: راز، خفیہ بات، مکر و فریب۔
۹ پھند: ترکیب، چال، مکر، فریب۔
۱۰ مردکہ: مرد کی تصغیر بہ طور حقارت، گھٹیا آدمی۔

# رُقعہ حسبِ حالِ خود

سُبحان اللہ! حالِ زمانہ چہ پُرکٹھن(۱) و چلنِ جہاں چہ پُربھن(۲) است۔ ہر کرا کرّ وفر، زیب وزاب، پچّر وپر، ٹیپ ٹاپ بیش تر؛ اورا آدر ومنوہار بسیار می کنند، و ہر ٹرّ پوں کہ ازو صادر می شود، خُلاصۂ(۳) الموسیقار و نادرۂ الادوار گویند، و ریجھ(۴) بوجھِ بے حاصل را بہ کار برند۔ خواہ بالنّسل ابن المینڈک، وَلدُ الکَشف(۵)، ذَوِی التّراک و فی الحقیقت بے اِدراک باشد۔ مَثَل: اندھلا(۶) بگلا کھائے کیچ، از ہمیں جاست۔

اگر صحیح الکُنب(۷) وَاَلِپر وار فی اَلگھچ پچ اِدبار گرفتار آید؛ لُنڈے(۸)، بوچے(۹) بہ خاطرش نیارند و در گلی کوچہ قُربتش روا ندارند؛ خواہ بہ ذاتِ خود نہایت سادھو آٹھوں گانٹھ جوہرِ پاک واصیل باشد۔ مَثَل: اَندھلا(۱۰) ملا، پھوٹی مسیت(۱۱) دریں موقع واقع است۔

حالاہم چنیں حالت جعفرِ مسکینِ دل حزیں روبہ کار است، کہ کم ترینِ اپاہجان و سرگروہِ

---

۱ کٹھن، کٹھِن، دونوں طرح درست ہے۔
۲ بھن: دکھ، تکلیف، غم۔
۳ خلاصہ: کسی راگ کے ساتھ لگایا جانے والا ضمنی سُر — منتخب بہترین۔
۴ ریجھ بوجھ: پسندیدگی، پسند۔
۵ کَشف: کچھوا۔
۶ اندھلا: اندھا۔ یہ معروف مثل ہے: غافل آدمی ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے۔
۷ کُنب: خاندان، نسل، قبیلہ
۸ لنڈا: دُم کٹا۔
۹ بوچا: کن کٹا: جس کے کان کا باہری حصہ گانٹھ کی شکل کا ہو۔ جس کے کان کٹے ہوئے ہوں۔
۱۰ ناقص کو ناقص چیز ملتی ہے، جیسا منہ ویسا ملیدہ، جیسی روح ویسے فرشتے۔
۱۱ مسیت: مسجد۔

نکھتوانِ روزگار است۔ گاہ در سانگ (۱) مانگِ حلوا (۲) خاتونِ نفس و روحِ خود را در جھونٹک جھانٹا (۳) و گاہ بہ خیالِ مُنیا (۴) و لال پنجرہ دار، موافقِ ایں مَثَل: بھولے بسرے پی کہاں، می پردازد۔ و گاہ جَوشنِ (۵) ''اُطلُبو الرِّزقَ بِالیَمین'' پوشیدہ ہنرِ جمیلہ می نماید۔ و گاہ خرقۂ ''وَمامِن (۶) دابّۃٍ فی الارضِ اِلّا عَلَی اللّٰہِ رِزقُھا'' را پوشیدہ، در بَیٹھورہ (۷) ''اَلصَّبرُ مِفتاحُ الفَرَج'' می درآید۔ و گاہ بر اصحابِ اَلفَخر وَالبھوک تیر (۸) می زند، و گاہ بہ اَربابِ الپھوکِ وَ الجھانجھ (۹) مُنڈ بھیڑی نماید۔ و گاہ چوں اُلجھیڑا منداں قضا و قَدَر راضی بہ رضا می شود، و گاہ ڈوباکِ الشَّرَہ (۱۰) و بہ بحرالفکرِ تحتَ الثَّریٰ می گردد۔ و گاہ ٹوپِ العمل، مِن ظلِّ سیاہِ ''مَن (۱۱) جَدَّ فَوَجَدَ'' بر مُنڈاسۂ (۱۲) اُمّید می نہد، و گاہ در بلادِ ''جَفَّ القَلَمُ (۱۳) بِما ھُوَ کائنٌ'' گھرولہۂ (۱۴) جاوید می نماید۔

---

۱ سانگ: تمثیل، کھیل، تماشا، بہروپ۔ [''مانگ'' یہاں بہ طورِ تابع مہمل آیا ہے]۔

۲ حلواخاتون: کاٹھ کی وہ چھوٹی چھوٹی پتلیاں جنھیں فقیر لباس پہنا کر بچّوں کے سامنے انگلیوں پر نچاتے اور لڑاتے پھرتے ہیں: اَختو بختو۔

۳ جھونٹک جھانٹا: لڑائی میں ایک دوسرے کے بال پکڑ کر کھینچنا، مارنا، سخت لڑائی ہونا۔ یہاں نفس و روح، یعنی ذہن اور عمل کی کشمکش مراد ہے، کیسے شخص کو کیسا کام کرنا پڑ رہا ہے۔

۴ مُنیا: لال کی مادہ

۵ زرہ۔ لوہے کا صدری نما حلقے دار لباس جو جنگ کے موقعے پر پہنا جاتا تھا۔ ڈھونڈو (اپنا) رزق داہنے ہاتھ سے۔

۶ مفہوم یہ ہے کہ ہر جان دار جو زمین پر ہے اُس کا رزق اللہ کے ذمّے ہے۔

۷ بَیٹھورہ: بیٹھنے کی جگہ، آرام گاہ۔ صبر، مسرّت و کشادگی کی کنجی ہے۔

۸ مراد یہ ہے کہ اعتراض کرتا ہے، ہجویں لکھتا ہے۔

۹ جھانجھ: بے حد خواہش، بے تابی، مباشرت کی تمنّا۔

۱۰ شَرَہ: لالچ، حرص۔

۱۱ جس نے کوشش کی، اُس نے پایا۔ (اصل قول میں ''وَجَدَ'' ہے۔ سب نسخوں میں ''فوجد'' ہے، اُنھی کی مطابقت اختیار کی گئی ہے)۔

۱۲ مُنڈاسا: صافہ، پگڑی، دستار۔ یہاں بہ طورِ مجاز سر کے معنی میں آیا ہے۔

۱۳ حدیث ہے: جو کچھ لکھا جانا تھا اُس کو لکھ کر قلم سوکھ گیا۔ مراد یہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ لکھا جا چکا ہے، اب اُس میں ترمیم یا اضافہ ممکن نہیں۔

۱۴ گھرولہا: گھر کی تصغیر حقارت کے ساتھ۔ معمولی گھر (آصفیہ)

کجا جواں مردے کہ فرو رفتۂ باوری (۱) نیستی و نکال (۲) را دست گیرد و ہرتال خوردۂ بے جمعیتی را آدھار (۳) و استقلال (۴) بخشد، و کو صاحب وردے کہ گجی (۵) خوردۂ دکھڑا و تلاوری (۶) گربت و جنجال را اماں دہد، و چنڈول (۷) ڈانواڈولِ عناصر الھول را بر ٹھکانا رساند۔ یا اَیُّہا الدَّھیان وَالکیان وَالقیل وقال! بر مثالِ ایں بیت (۸):

اہلِ دنیا بک بک جھک جھک، قیل قال　　　ادھر چوکی ڈومنی گاوے تال بے تال

معذور فرمایند و پَر یکھا (۹) نہ نمایند، بریں کہاوت: اونٹ رے اونٹ تیری کون سی جا گہ سیدھی ہے۔

دریں دنیا اگر مغرور گردی　　　کرامت (۱۰) از خدا مہجور گردی

---

۱　باوری: باولی۔
۲　نکال: سخت عذاب، شکنجے میں کسنا کسی کو، سخت سزا دینا۔
۳　آدھار: سہارا، آسرا۔
۴　استقلال: سکون، اطمینان۔
۵　گج اور گجا کا کے معنی ہیں: تلوار، چھری وغیرہ کے گوشت میں گھسنے کی آواز۔ میرا خیال ہے کہ جعفر نے ''گجی'' اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ گجی خوردۂ دکھڑا سے مراد ہے دکھوں کے زخم کھایا ہوا۔
۶　تلاوری، تلاوڑی: سرہند کے پاس ایک مقام کا نام، جہاں رہ زنی ہوتی تھی، بہت لٹیرے رہتے تھے۔ مجازاً ہر خطرناک جگہ کو کہنے لگے (سودا نے ہجو کوتوالِ دہلی میں لکھا ہے: راہ دیکھی جو ہم نے چاوڑی کی: ختم ہے رہ زنی تلاوڑی کی)۔
۷　چنڈول: ایک طرح کی پالکی (جسے کہار اٹھاتے تھے)۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مسرت و اطمینان کے جو عناصر قدرت میری طرف آنے کا راستہ بھول گئے ہیں (عناصر، گویا پالکی بردار ہیں جو راہ بھول کر صحیح ٹھکانے پر اب تک نہیں پہنچے) کوئی ایسا ہے جو اُن کو صحیح ٹھکانے پر پہنچادے۔
۸　کسی نسخے میں ''بیت'' ہے کسی میں ''ابیات''۔ یہاں اِن میں سے کوئی لفظ برمحل نہیں ہے۔ اسے دو اقوال کا مجموعہ ماننا چاہیے۔ میں نے ''بیت'' کو بدلنا درست نہیں خیال کیا، اسی لیے اسی کو نقل کر دیا ہے۔ وضاحت یوں کی ہے کہ صورتِ حال واضح ہوجائے۔
۹　پریکھا: گلہ شکوہ، الزام دینا۔
۱۰　سب نسخوں میں ''کرامت'' ہے۔ میں اس شعر کی تخریج نہیں کر سکا۔ معلوم نہیں ''کرامت'' کسی شاعر کا تخلص

# به کمال الدّین (۱) خاں نوشتہ بودیم

التماسِ (۲) فقیرِ خستہ حال ونٹروں ٹوں، بے زبان و بخت زبوں، شکستہ بال وگگڑوں کوں میر جعفر چرخ (۳) چوں آنکہ، نواب صاحب قبلہ! سلامت۔

فقیر از ہیر پھیرِ دَورِ اختلاف و کج کچاہٹ الوقتِ پُرگزاف (۴) ٹھور و ٹھانو ہم گانو را گذاشتہ، "آگے دوڑ پیچھے چھوڑ" نمودہ، در خیال و اشتغالِ "گھر چھوڑ حظیرہ (۵) قائم" پرداختہ، مثلِ غُول ڈانواڈول، سراسیمہ وار، بایک سُتھنی (۶) و دستار از لشکرِ ظفر آثار برآمدہ، تُخ تُخ کناں در چھپرۂ ارض...... روزگار در اُفتادہ۔ از قُربِ اصحاب البھاڑِ وَالتّور و ارباب الجدالِ (۷) وَالپھکور اِحتراز نمودہ، دامنِ ملاپ فراہم کشیدہ، از بھونک بھانکِ کِلاب (۸) سراسیمہ گشتہ؛

---

ہے یا اصلاً یہاں کوئی اور لفظ تھا۔

۱ آزاد: حسبِ حال خود۔ برٹن: رقعہ میر جعفر: بیدار: رقعہ بہ کمال الدین دادہ بود۔ (میں نے کلکتہ کی مطابقت اختیار کی ہے)۔

۲ بیدار: التماس سخت حال ونٹروں ٹوں بے پر و بال گگڑوں کوں آنکہ نواب صاحب گانڑ پھاڑ بے چارگاں و کار سازِ اودھ ماندگاں سلامت۔ (مختلف نسخوں میں اس رقعے میں اختلافِ متن بہت ہے، غلطی ہائے نقل مزید برآں۔ بیدار کی جو عبارت نقل کی گئی ہے، یہ محض بہ طورِ مثال ہے، اِسی سے اختلافِ متن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ناقلین نے اضافے اور تحریف سے خوب کام لیا ہے (جیسے: "گانڑ پھاڑِ بے چارگاں") میں نے اپنے مقررہ طریقۂ کار کے مطابق تین قدیم ترین خطّی نسخوں: کلکتہ، آزاد، برٹن کی مطابقت اختیار کی ہے)۔

۳ چرخ چوں: ڈھیلے انجر پنجر والا چوں چوں بولتا ہوا، کھٹارا۔

۴ گزاف، گراف: بیہودہ، ہرزہ (فرہنگِ فارسی)۔

۵ حظیرہ: قبرستان کی چھاردیواری، مجازاً: قبرستان۔ گھر چھوڑ حظیرہ قائم: مکان چھوڑ کر جھونپڑے میں رہنا۔ نفع چھوڑ کر نقصان کی طرف دوڑنا۔

۶ سُتھنی: پاجامہ۔ تنگ پاجامہ، حقارتاً چھوٹے، تنگ پجامے یا بچّوں کے پجامے کی نسبت زیادہ بولتے ہیں: سُتنا، سُتھنی (آصفیہ)۔

۷ جدال: لڑائی۔

۸ کِلاب، کَلب کی جمع: کتے۔

گوشِ ہوش را بر آہٹ و کھنکھناہٹِ سُمِ سمندِ گیتی نُورد داشتہ، منتظرِ حصولِ شرف و سعادتِ ملازمتِ کثیر المقصود بود۔

حالا بہ رہ نمونیِ بھاگ و سُہاگ، نالہ و بُوکھرِ فلاکت و بیہڑ و جوہڑِ ہلاکت را پلنگ وار چھلنگ [1] زدہ، بریں چوکھٹِ نِردھن [2] نواز، مُنڈاسۂ [3] عجز و گدائی را فرسودہ، تا بہ مطلبِ اعلیٰ برسد۔

۱ چھلنگ: چھلانگ۔

۲ نِردھن: مفلس۔

۳ مُنڈاسا: پگڑی، صافہ۔ مجازاً: سر۔

# رُقعہ

میتِ (۱) راسخ الپیت! سلامت۔

بعد از تمنائے دیکھا دکھائی (۲) مشہودِ (۳) ضمیرِ خُلّت تخمیر (۴) آں کہ رُقعۂ گرامی و نمیقۂ (۵) عِظامی کہ درباب حسب ونسب وصورت و سیرتِ ذاتِ والا صفاتِ دخترِ مرزا کائنات

---

۱ مختلف نسخوں میں اس عبارت میں خاصے اختلافات سامنے آتے ہیں اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بعض ٹکڑے ناقلین کا اضافہ ہیں یا نتیجۂ غلط نگاری ہیں۔ ذیل میں بہ طور مثال چھے نسخوں کے اختلافات درج کرتا ہوں: پٹنہ: راسخ المیت، ثابت الپیت، نائب المیت، اہل الکھوٹ و الپریت۔ علوی: راسخ المیت، ثابت النیت، اہل الکھونٹ والترتیب۔ بمبئی: راسخ الپیت، ثابت النیت، اہل الکھونٹ والترتیب۔ آزاد، برکن: راسخ الپیت، ثابت المیت، اہل الکھونٹ والپریت۔ ادبیات: راسخ الپیٹ، نائب المیت، اہل الکھوت والپریت۔

پہلا ٹکڑا ''راسخ الپیت'' چار نسخوں میں ہے اور بہ لحاظ معنویت درست ہے۔ دو نسخوں میں ''راسخ المیت'' ہے اور معنویت کے لحاظ سے یہ درست نہیں۔ دوسرے ٹکڑے کی کئی شکلیں سامنے آتی ہیں: ثابت النیت، ثابت الپیت، ثابت المیت، نائب المیت۔ ان میں سے کوئی بھی ٹکڑا برمحل نہیں۔ ''ثابت الپیت'' یوں برمحل نہیں کہ لفظِ ''پیت'' پہلے آچکا ہے (راسخ الپیت)۔ تیسرا ٹکڑا اہل الکھونٹ یا اہل الکھونٹ قطعی طور پر بے محل ہے۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قافیہ بندی کے خیال سے ناقلین نے بہت کچھ دخل دیا ہے۔ میں نے پیشِ نظر سبھی نسخوں کی عبارتوں کو سامنے رکھ کر، زائد اور بے محل ٹکڑوں کو الگ کرکے بہ لحاظِ معنویت صحیح اور برمحل عبارت کے تعین کی کوشش کی ہے۔ اس سے بہتر کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آسکی۔

۲ علوی: دیکھا داکھی۔ بمبئی، ادبیات، پٹنہ، بیدار: دیکھا دیکھی: آزاد، برکن: دیکھا دکھائی۔ میں نے ''دیکھا دکھائی'' کو مرجح خیال کیا ہے۔

۳ مَشہُود: حاضر کیا گیا، ثابت کیا گیا، ظاہر، موجود، مقصود (آصفیہ۔ نور)

۴ کئی نسخوں میں ''خلت تصویر'' ہے۔ خُلّت: دوستی، محبت۔ ضمیرِ خلت تخمیر: وہ دل جس کا خمیر محبت اور دوستی سے اٹھا ہے جس کے خمیر میں دوستی اور محبت شامل ہے۔

۵ نمیقہ: خط۔ عظامی: ''عظام'' جمع ہے عظیم کی؛ بڑے، بزرگ۔ نمیقۂ عظامی: بزرگی رکھنے والا خط، قابلِ احترام خط۔

مُرسول (۱) داشتہ بودند، بہ وصولِ آں مُعزّز گردید۔ از اَعِزّہ ٔ قُرب و جوار، اڑوسی پڑوسی، گُجوا و گھوسی مفصّل و بہ وَجہِ احسن تنقیح (۲) و تحقیق شدہ کہ چَرغِنی (۳)، کرودھنی (۴)، قد کی بَونی؛ یاوہ گو (۵)، زشت رو (۶)، تُندخو، لُتی، بلّتی، باگڑبلّی (۷)، رنگ نیلا، رخت (۸) ڈھیلا، چِپچا (۹) گیلا؛ اَن بھاونی، شکل مراونی، پُرفنی (۱۰)، گُرسنی (۱۱)، دل کی کڑی، صورت کی بُری، جبیں تنگ، ابرو نَچ پیچ (۱۲)، لب ہشتہ (۱۳)، چوچیاں لُچ لُچ (۱۴) قابلِ تھلم تھال و لائقِ تھلم تھال (۱۵)؛

---

۱ مرسول داشتہ بودند: بھیجا تھا۔

۲ تنقیح: تلاش و تحقیق، چھان بین۔

۳ چَرغِنی: کمینی، بدچلن۔

۴ کرودھنی: غصّے والی، طیش میں آجانے والی، غضب ناک۔

۵ یاوہ گو: بیہودہ باتیں کرنے والا (والی)۔

۶ زشت رو: بدصورت۔

۷ لُتی: نامرد، ہیجڑا، زنخا (آصفیہ)۔ مؤلفِ نور نے "نیلی گھوڑی" کے ذیل میں لکھا ہے: "ڈفالی کھچیوں کا گھوڑا کاغذ اور کپڑے سے منڈھ کر بناتے ہیں اور اُس کو زیرِ ران رکھ کر بھیک مانگتے پھرتے ہیں، اُس کو 'بلّتی گھوڑی' بھی کہتے ہیں۔ جعفر نے ایک قطعے میں لکھا ہے:

جعفرا! شکر کن کہ در عالم ——— جا بہ جا نامِ تو زٹلی شد

شہرتِ مرد بہتر از ہر قسم ——— ہر کہ گم نام زیست، لُتی شد

میرا خیال ہے کہ یہاں "لُتی" ایسی عورت کے لیے آیا ہے جو پھوہڑ اور بے وقوف ہو۔ "بلّتی" اور "لُتی" تقریباً ایک ہی مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ باگڑبلا: ڈراونی شکل کا ایک قسم کا بڑا بلا، ہَوّا: بچّوں کو ڈرانے کا ایک نام جس سے خوفناک اور مہیب شکل کا تصور ہوتا ہے (آصفیہ)، باگڑبلّی: ڈراونی صورت شکل کی۔

۸ رَخت: لباس، پوشاک، ہیئت، دھج، ٹھاٹھ، یہاں کنایتاً بدن مراد ہے۔

۹ فرج کے اندر کا اُبھرا ہوا گوشت (آصفیہ)۔

۱۰ پُرفن: چالاک، مکّار، عیّار۔

۱۱ رُونی صورت (گُرسنا: سسکیاں لے کر رونا، دم بند کر کے رونا)۔

۱۲ ابرو (بھووں) کے لیے بہ طورِ تحسین "جُٹی بھویں" آتا ہے: ملی ہوئی، گھنی؛ نَچ پیچ ابرو اُس کا متضاد ہوا۔

۱۳ لٹکے ہوئے (ہشتن: چھوڑنا۔ ہشتہ: چھوٹے ہوئے یعنی لٹکے ہوئے)

۱۴ برہنہ۔ ۱۵ آزاد: قابلِ پیلم پال۔

سزاوارِ اِتّصال (۱) نیست۔ اصلا (۲) بہ گفتۂ دلّالۂ محتالہ (۳) فریب و مُجا (۴) نخورند۔ پرستار (۵) زادی نہایت اُدماتی (۶) است۔ بیت:

گر ضرورت بود روا باشد
بے ضرورت چنیں خطا باشد (۷)

---

۲ اِتّصال: پیوستگی، لگاو، قرب، وصل۔ یہاں مراد ہے جسمانی قربت۔
۳ ہرگز
۴ مکّار
۵ دھوکا، فریب، جھانسا۔
۶ لونڈی کی اولاد۔
۷ اُدماتی: بیہودہ عورت، شہوت پرست، بدمست۔
۸ برٹن میں اس سے پہلے یہ شعر ہے:

پرستار زادہ نیاید بکار ؛ اگرچہ بود زادۂ شہریار

یہ کسی اور نسخے میں نہیں اور یہاں قطعی طور پر بے محل بھی ہے۔ میری رائے میں یہ ناقل کا اضافہ ہے۔ اُس نے ''پرستارزادی'' کے جوڑ پر ''پرستارزادہ'' والا معروف شعر نقل کردیا۔

# رُقعہ (۱) بہ جمال الدین خاں پسرِ نوّاب کمال الدین خاں

خانِ (۲) عالی شان! سلامت۔

دختر حمید خاں (۳) چناخۂ شادمانی و پٹاخۂ بارہ بانی است (۴)۔ گوہر (۵) اَن بیدھ و جوہر بے چھید۔ آٹھوں (۶) گانٹھ اصیل و جوبن (۷) بے تمثیل دارد۔ بلند بالا، سیزدہ (۸) سالہ؛ چھب (۹)... شیریں لب؛ شکرخند (۱۰)، پورن چند (۱۱)؛ ہرگ لوچن (۱۲)، دل دبوچن؛ ساجدہ و پارساست، پذیرفتن (۱۳) مبارک و برجاست۔

---

۱ پیشِ نظر نسخوں میں عنوان کی عبارت مختلف ہے۔ میں نے ادبیات کلکتہ، بمبئی کے مطابق عنوان اختیار کیا ہے۔

۲ پٹنہ، علوی، رضا-۱، ۲، بیدار: محمدی: خان حیوان شان سلمہ الشیطان۔

۳ مذکورۂ بالا نسخوں میں: دختر جینتی خانم۔

۴ بانی: آواز (یہ لفظ "پٹاخہ" کی رعایت سے آیا ہے)۔ پٹاخا: چنچل، شوخ و شنگ، طرح دار (نوعمر خوب صورت لڑکی کے لیے)۔

۵ کئی نسخوں میں "گوہر پاک و جوہر ناپاک" ہے۔ بہ لحاظِ معنویت "ناپاک" یہاں قطعاً بے محل ہے۔ کلکتہ میں "گوہر بیدا" اور بمبئی میں "گوہر آبیدہ" ہے۔ حسنِ اتفاق سے قائم چاندپوری نے اپنے تذکرے مخزنِ نکات میں جعفر کے احوال میں اس خط کی کچھ عبارت درج کی ہے۔ اُس میں یہ ٹکڑا بھی ہے اور اس عبارت میں "گوہر اَن بیدھ" اور "جوہر بے چھید" ہے (مخزنِ نکات مرتبۂ ڈاکٹر اقتدا حسن خاں۔ ناشر: مجلسِ ترقی ادب لاہور)۔ یہ بامعنی اور برمحل ٹکڑے ہیں۔ اِن کو دیکھ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ "بیدا" اور "آبیدا" دراصل "ان بیدھ" کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ "ان بیدھ" سے مراد ہے: دوشیزہ (جس کے موتی میں ابھی تک سوراخ نہیں کیا گیا، جسے بیدھا نہیں گیا)۔ بیدھنا: سوراخ کرنا، چھیدنا (اردو لغت)۔

۶ آٹھوں گانٹھ: مکمل طور پر، ہر طرح سے۔

۷ جوبن: اٹھتی جوانی، چڑھتی جوانی، خوب صورتی، حسن و جمال (آصفیہ)۔ [اساتذۂ لکھنؤ نے اسے پستان (عورت کی چھاتیاں) کے معنی میں استعمال کیا ہے، جیسے: آنکھیں دکھلاتے ہو، جوبن تو دکھاؤ صاحب: وہ الگ باندھ رکھا ہے جو مال اچھا ہے]۔ بے تمثیل: بے مثال۔

۸ سیزدہ: تیرہ۔

۹ کوشش کے باوجود متعلقہ لفظ پڑھنے میں نہیں آسکا۔ نقطے اِس توقع پر لگائے ہیں کہ شاید کوئی ایسا نسخہ بھی مل جائے جس میں یہ لفظ خوانا ہو۔

۱۰ شکرخند: مسکراہٹ جو میٹھی، ہلکی اور پرکشش ہو۔ یعنی وہ جس کے تبسم میں مٹھاس ہے، کشش ہے۔

۱۱ پورا چاند، ماہِ کامل، چودھویں کا چاند۔

۱۲ ہرن جیسی آنکھوں والی، آہوچشم (ہرگ: ہرن: لوچن: آنکھ)۔

۱۳ پذیرفتن: قبول کرنا۔

# ہجوِ (۱) دخترِ مرزا ذوالفقار بیگ کوتوالِ دہلی

این ذکریست در بیانِ آنکہ دخترِ مرزا ذوالفقار بیگ، بُخارہ بانونام، مدخولۂ خاص و عام، مفعولۂ روم و شام، نطفۂ احتلام، ریمُ الأرحام (۲)، معمولۂ اِزدحام، مشغولۂ جمہورالانام، مقبولۂ خواجہ و غلام، بنتُ الحرام، لعنتُ اللہ علیہا وعلیٰ والدیہا بردوام بلکہ اِلیٰ یومِ القیام؛ بالِغہ، مالِغہ (۳)،

---

۱ کلکتہ: ہجو دختر ذوالفقار خاں فوجدار و کوتوال دہلی۔ برلن: ہجو دختر مرزا ذوالفقار خاں فوجدار و کوتوال شاہ جہاں آباد۔ علوی: شرح نسبت دختر مرزا ذوالفقار بیگ کوتوال اکبرآباد (ہم نے آزاد کے مطابق عنوان رکھا ہے)۔

۲ ریم: پیپ: ارحام: رحم (عورت کی بچہ دانی) کی جمع۔

۳ معانی الفاظ: مالِغہ: فحش کلامی کرنے والی، بدکار، بے وقوف۔ کاتِلہ: چمٹنے والی۔ عاجِلہ: جلد باز۔ ہازِلہ: بیہودگی کرنے والی، بکواس کرنے والی۔ جادِلہ: لڑاکا: قابِلہ: دائی، خامِلہ: بے قدر، گم نام۔ طامِعہ: لالچی۔ خامِعہ: بجو۔ لنگڑا کر چلنے والی۔ قامِعہ: آنکھوں میں ورم یا خرابی والی۔ غائمہ: بہت پیاسی۔ لائمہ: ملامت کرنے والی۔ خائمہ: بزدل، نافرمان۔ نائمہ: اونگھنے والی، سونے والی، موت۔ سانپ۔ خاصِمہ: جھگڑالو، ساحِقہ: بوسیدہ۔ باہِقہ: مصیبت، تھوکنے والی، درازقد۔ خاسِقہ: مُنہ پھٹ۔ سیاہ، تاریک۔ لاعِقہ: چکنے والی، چمٹنے والی۔ طالِقہ: آزاد، شوہر سے جدا حارِقہ: غضب ناک، غصّے میں دانت پیسنے والی۔ سارِقہ: چوری کرنے والی۔ حارِصہ: چھیلنے والی، پھاڑنے والی۔ زخم جو کھال کو پھاڑ دے۔ کاذِبہ: جھوٹی۔ حارِسہ: رات میں چوری کرنے والی۔ نگہبان۔ کاسِبہ: کمائی کرنے والی۔ غالبًا اردو کے لحاظ سے کسبی کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ شارِبہ: پینے والی، سیراب، پیاسی۔ جارِیہ: کنیز، باندی۔ عارِیہ: عریاں، ننگی۔ عاصِیہ: نافرمان، مخالف۔ طالِیہ: پیلے دانتوں والی، ثقیل زبان والی۔ لاغِیہ: بیہودہ بکنے والی۔ جالِیہ: جس کے سر کے اگلے حصّے کے بال اڑ گئے ہوں۔ ناقِصہ: کاملہ کی ضد۔ خائنہ: خیانت کرنے والی۔ راہِزہ: مجازاً حرکت کرنے والی (ہم بستری کے وقت)۔ باہِرہ: بہتان باندھنے والی، غالب۔ فاجِرہ: زناکار، گناہ گار، جھوٹی۔ زاجِرہ: روکنے والی، ڈانٹنے والی، چلّا کر دُھتکارنے والی۔ ناظِرہ: نگہبانی کرنے والی۔ خادِرہ: سست، کاہل۔ قانِیہ: تنگ نتھنوں والی۔ ساہِرہ: کم نیند والی، بیدار رہنے والی۔ شاغِرہ: دھتکارنے والی۔ وہ زمین جس کا کوئی محافظ نہ ہو۔ فاسِدہ: خراب، بگڑی ہوئی۔ کاسِدہ: کھوٹی، جس کی کسی کو خواہش نہ ہو، بے رواج۔ حاسِدہ: حسد کرنے والی، برا چاہنے والی۔ فاحِشہ: بدکار، زانیہ۔

کاہلہ، جاہلہ، کاتِلہ، عاجِلہ، ہازِلہ، جادِلہ، قابِلہ، خامِلہ، طامِعہ، خامعہ، قامِعہ، ظالمہ، غائمہ، لائمہ، خائمہ، نائمہ، خاصِمہ، عاشقہ، فاسقہ، سابِقہ، بارِقہ، غاسقہ، شائقہ، لاعقہ، ناطقہ، طالقہ، حارقہ، سارقہ، حارصہ، کاذبہ، حارسہ، کاسبہ، شاربہ، جاریہ، عاریہ، عاصیہ، طالیہ، لاغیہ، جالیہ، ناقصہ، خائنہ، راہزہ، باہرہ، فاجرہ، زاجرہ، ساحرہ، ناظِرہ، خادِرہ، قانیہ، زانیہ، ساہرہ، شاغرہ، فاسدہ، کاسدہ، حاسدہ، فاحشہ شدہ۔

چوں کارِ خیراست، لہٰذا چند گندا پرآگندہ کہ بہ نامِ چیچڑ (۱) چمریچہ، طولیچہ، باسچہ، دَغریچہ، چغریچہ، سغریچہ، باغیچہ، صافچہ، طاقچہ، بارچہ، کلیچہ، ماہچہ ادا کردہ باشد، و ہر بندۂ خدا کہ مینارِ کیر و گنبدِ خایہ داشتہ باشد؛ نقدِ شہوت و امساکِ خود را امداد نماید (۲)، تائلِ پُرچُل بہ نامِ او بہم ساختہ، بالشکرِ شیاطین گٹھ جوڑ کردہ دادہ شود، امرِ ثواب است۔ کونِ مُمسکان و کیرِ کریماں دراز باد، بہ حرمتِ الگوزِ والپاد۔

---

۱ چیچڑ: گوشت کا ابھرا ہوا گھنڈی نما ٹکڑا جو فرج کے دونوں پاکھوں کے بیچ میں ہوتا ہے: ٹنا ـــــ اس کے بعد کے سب لفظ بہ طور قافیہ بندی آئے ہیں۔

۲ امداد نماید: عطا کرے، دے دے ـــــ [ان سبھی الفاظ کے معانی میری درخواست پر عزیز مکرم ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی (شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے لکھ کر بھیجے ہیں۔ ان کا ممنون ہوں]۔

# رقعۂ سیّد اٹل کہ از نارنول فرستادہ (۱) بود

پناہِ بڑائی و چوڑائی میر جعفر زٹلی بڑے بھائی! ہر روز از یادِ حق سُکھی باشند۔ از سیّد اٹل بعد از اَدِھک جُوہار (۲)، بسیار آدر (۳) و منوہارِ (۴) بے شمار او جھل و مخفی نماند کہ پریتِ آں ہم وطن و امنگ و اشتیاقِ ملاقاتِ آں یکۂ آفاق از حدِ پرگھٹ (۵) نپٹ (۶) بیرون و از جہتِ اندیشہ (۷) نہایت افزوں۔ لیک بہ موجب آں کہ کُلّ اَمرٍ مرھُونٌ (۸) باوقاتِہا، دو اَنچھر می نگارد کہ بعضے بدبختانِ کافر، گٹھ (۹)، بے بوجھ، مرتد، غٹہ، در جوے خودی چوں غوک (۱۰) ازندی، ٹرٹر کردند و اکھاڑ پچھاڑ کردند۔ در نارنول ٹھیکا ٹھاک بودم۔ بعضے ٹرٹون چڑ چوں براے ایں نپٹ مہربان از دہانِ کوّن نشان چوں گوز پڑپڑ بر زباں می آورند۔

---

۱ رضا–ا: نوشتہ بود۔

۲ جُوہار: کورنش، نمشکار، پاے لاگن (سلام کے طور پر پانو چھونا)۔ اَدِھک: بہت۔

۳ آدر: عزت، تعظیم۔ اصل لفظ "منوہر" ہے: اچھی خواہشات، نیک تمنائیں۔ لکھنے والے نے بہ طور خود اس کی جمع بنالی ہے۔

۴ پرگھٹ: ظاہر، نمودار (از حدِ پرگھٹ نپٹ بیروں: بیان سے باہر)۔

۵ اندیشہ: خیال، فکر۔

۶ نپٹ: مکمل طور سے، کلّی طور پر۔

۷ ہر بات اپنے وقت پر ہوتی ہے۔

۸ اَنچھر: حرف۔ وہ کلمہ یا بول جس کا خاطر خواہ اثر ہو۔ منتر۔ جادو کے بول۔ یہاں مطلق "لفظ" کے معنی میں آیا ہے۔ ("حرف" بھی لفظ کے معنی میں آتا ہے)۔

۸ بیدار: دو انچھر تازہ ایں کہ۔

۹ گٹھ (گٹا): سنگ دل، شقی۔

۱۰ غوک: مینڈک۔

زٹل تیری جعفر! جہاں گیر شد زٹل گفتن اندر توئی میر شد(۱)

سدا دندناتا دریں پنتھ(۲) رہ ارے دُنت(۳)، چودُنت(۴)، مہ منت(۵) رہ

امید کہ خود دریں بٹیا(۶) ہادی بودہ از خط کتابت بھول جانا روا ندارند۔

نامِ حق روز و شب پکارا کر خط کتابت کو بھی بچارا کر(۷)

---

۱ سب نسخوں میں یہی ہے۔ "توئی میر شد" بے معنی ٹکڑا ہے۔ میں یہ متعین نہیں کرسکا کہ اصلاً یہاں کیا تھا۔

۲ پنتھ (پنت): راستہ، طور طریق، مسلک۔

۳ دُنت: نیزے کی نوک، پہاڑ کی چوٹی (مراد یہ ہے کہ اسی طرح کارگر اور سربلند رہو)۔

۴ چودُنت: بہادر، دلیر۔

۵ اس لفظ کے معنی میں معلوم نہیں کرسکا۔

۶ بٹیا: پگڈنڈی، وہ پتلا سا راستہ جو کھیتوں، میدانوں میں لوگوں کے آنے جانے سے بن جاتا ہے۔

۷ شیرانی صاحب نے پنجاب میں اردو میں جعفر زٹلی کے احوال کے تحت لکھا ہے: "غزلِ ذیل سید اکمل کا نمونۂ کلام ہے جو ایک بیاض نوشتۂ عہدِ محمد شاہی سے نقل کی جاتی ہے۔" اس غزل میں سات شعر ہیں، مطلع و مقطع نقل کیا جاتا ہے:

رُخسار پُر بہار جن رونقِ چمن یا گُل گلاب کا کہوں یا لالہ یا سمن

بر توسنِ کرشمہ سوار است نازنیں سیّد اکمل زبادۂ دیدار او تمن

# جوابِ(۱) رقعۂ سیّد اٹل

شنو اے سخن داں برادر عزیز — اٹل نارنولی توئی باتمیز
کتابت فرستادہ بودی، رسید — ترا عمر بادا و دولت مزید
اگرچہ منم در زٹل نامور — تو ہم سفتۂ خوب سلکِ گہر
بہ فکرِ دقیقِ تو صد آفریں — بہ تحسینِ تو ساکنانِ زمیں
بہ دیدارِ(۲) تو گشتہ ام بے قرار — ملاوے مجھے اور تجھے کردگار
منم کم تریں بندہ شاگردِ تو — شب و روز در یاد و در وردِ تو
کپٹ کھوٹ تیرے سخن میں نہیں — سخن فہم تجھ سا نہ دیکھا کہیں
ہمارا تمھارا اگر ہو ملاپ — تو گاویں خوشی ساتھ باہم الاپ
سخن گرچہ چوں دُر، لآلی بود — ولے جاے استاد خالی بود
چو(۳)...... من و تو ہم است از وطن — ہمی خواہمت نامور ہر زمَن
فرستادۂ شعرِ خود باصلاح — بہ نزدِ منِ خستۂ بے گناہ(۴)
بہ دیدارِ تو دل تپیدن گرفت — زہجرِ تو غم سرکشیدن گرفت
خدا در جہانت گرامی کند — بہ فضل و کمالات نامی کند
تجھے دے خدا پھول پھل، دودھ پوت — بہ فرمانِ حَیِّ الّذی لا یَمُوت
وہ سبحان ہے پاک پروردگار — اسی پر کروں جان و تن میں نثار

---

۱ چونکہ یہ تین نثری رقعوں سے متعلق نظم ہے، اس لیے اس کو یہاں اُن نثری رقعوں کے ساتھ ہی رکھا گیا ہے، تاکہ بے ربطی پیدا نہ ہونے پائے۔

۲ کئی نسخوں میں مصرعِ اوّل، مصرعِ ثانی ہے۔ میں نے بیدار، بمبئی کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۳ اس مصرعے کا متن متعین نہیں ہو سکا۔ سبھی نسخوں میں "چو شرم من تو" لکھا ہوا ہے۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ "شرم" یہاں بے محل ہے، کوئی اور لفظ ہوگا۔ "ہم است" بھی توجہ طلب ہے۔ میں نے بہ طور خود الفاظ لکھنا مناسب نہیں خیال کیا، اس بنا پر نقطے رکھے گئے ہیں۔

۴ احتیاطاً یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ سبھی نسخوں میں "بے گناہ" ہے۔

# التماسِ سیّد اٹل

التماس و ہانک پکارِ سیّد اٹل بیگانۂ رزگار، بہ حضورِ قبا پوشان و چادر اندازاں آں کہ:

شکوتا ہوں میں از ترسِ زمستاں | چو طفل از ترسِ ملّا در دبستاں
ہمن غُربا اوپر سرما کرے خشم | نہیں گھِستا دوشالہ پوشوں (۱) کی پشم

سردیِ سرما مانندِ گُنہ گار دست و پا (۲) بستہ، و ایں بے سامان مانند اُولا مارے سر کے در گوشہ نشستہ۔ ہر چند ایں مسکیں مانندِ بانکاہاے دہلی در یک جامہ می اکڑد (۳) ولیکن اکڑ در مزوڑ با تھرتھر پیش نہ می رود، و ڈکیل (۴) گزاری نہ می شود۔ بالضرور بہ حضورِ آں آفتابِ آکاش سیّد اٹل یہ عرض کرے ہے:

سورج سورج! دھوپ دے، تیرا اچھڑا بچھڑا جاڑے ہے۔

---

۱ بعض نسخوں میں "دوشالے والوں" ہے۔ میں نے برلن، بیدار، بمبئی کی مطابقت اختیار کی ہے۔
۲ بیدار: بمبئی: دست بستہ۔
۳ بیدار، بمبئی میں اس کے بعد یہ جملہ ہے: نہ از بڑائی و چوڑائی بخویش می سکڑد۔
۴ برلن میں اس کے بعد یہ جملہ ہے: برائے چدائی بخویش می شکرد۔

# رقعۂ سفارش

یارِ دل نواز، سراپا نیاز سلامت!

دریں وَلا (۱) سیّد اکمل با بیکاری جُفت است۔ ہر چند کہ از آلتِ ہُنر صحبت جا بجا (۲) گرم کرد لیکن کسے دست نہ گرفت و اِمساکِ (۳) قسمت آں قدر دارد کہ بہ ہیچ وجہ خلاص شدن نمی تواند۔ ایں کہاوت بر جا یاد آمد: نکٹا، بانکا، ٹھونٹھا (۴) بشنی؛ کیا لڑے، کیا دے۔

حالتے دارم کہ اگر گویم، مشکل و اگر نگویم، مشکل۔ دیکھے سُو سوجھے، تانت باجے، راگ بوجھے۔ حیرانم و پریشانم۔ جس گھر نیل نچالیتی، اُس کا ڈوبا نانو۔

چھپّرِ میر اکمل ز بارش و باد      می چکد چوں دہانِ بند (۵) کُشاد

میر اکمل تازہ باش و خوش باش۔ ہر کجا باشی، با خدا می باش و یقین آر کہ بغیر نصیب کے کہیں کچھ نہیں۔

---

۱ دریں ولا: اِس زمانے میں، اِن دنوں۔

۲ نعیم: از آلت ہنر صحبت جا تہی نیست۔

۳ اِن سطروں میں اساک، خلاص، صحبت؛ یہ سب لفظ ''آلت'' کی مناسبت سے آئے ہیں۔ (آلت: عضوِ تناسل۔ اساک: دیر تک انزال نہ ہونا۔ خلاص ہونا: انزال ہونا، منی کا خارج ہونا۔ صحبت: کے ایک معنی جنسی عمل بھی ہیں)۔

۴ ٹھونٹھا: ٹنڈا۔ بشنی: عیّاش۔

۵ بند: ''سدّے کہ در پیشِ آب بندند'' (فرہنگِ فارسی) بند: پشتہ۔ وہ دیوار وغیرہ جو دریاؤں اور ندی نالوں کے پانی کو روکنے کے لیے بنائی جاتی ہے (اردو لغت)۔

# نکاح نامہ (۱)

استغفر اللہ، استغفر اللہ! نہ در شریعت نہ در طریقت نہ در معرفت نہ در حقیقت بدیں قواعد کہ چہار شوہرِ زندہ دارد۔ بدیں رسوائی و رو سیاہی و فضیحتی دریں مجلس حاضرہ آمدہ جہتِ مسماۃ بی بی بیٹھار خاتون، بنتِ شلیتہ و پلیتہ خانم۔ بہ مقابلۂ دو دینارِ چرمینہ(۱) و یک اُدھوڑی(۲) و یازدہ سرخ(۳) پسینہ و پشمینہ۔ شیطان و شیطان بچگاں شاہد آمدند و مسخر شدند۔ پری و پری زادگاں تجسّس نمودند، و خروخربچگاں حاضر آمدند؛ جہتِ عصمت خراب بی بیِ مذکور۔

بہ زنی خواستی و قبول کردی؟ نوشہ گوید: کیرِ من داند۔ یاران گفتند: آمین، ٹکڑوں کوں۔ اُٹھ کٹنی کے دریں مجلس و دست بوسی کرد۔ پڑھو فاتحۂ خیر، اللّٰھم پلپک و جھکجھک، آمین باد بہ حرمتِ الگوزِ وَ الپاد۔

لہٰذا چہار شرط خارج از شریعت گوش کُن۔ یکے آنکہ ہر داہ و غلام کہ داشتہ باشی: داہ(۴) را بجائے دختر شمار و غلام را بہ حقِ بی بی بگذار۔ دوم آنکہ اگر ہمسایہ یا سبزی فروش در خانۂ تو در آید، بگذار، کہ بی بی ازیں شیوہ عار ندارد۔ سوم آنکہ اگر بی بی را بزنی، چناں بزن کہ طاقتِ جنبیدن بر چارپائی نہ ماند؛ وخون ازو ظاہر نشود کہ بر تو حرام بودہ است۔ چہارم آنکہ اگر نیتِ سفر کنی، اوّل فکر وسامانِ بی بی کن کہ بعدِ تو بے جُفت نہ خواہد ماند۔

---

۱ چرمینہ: چمڑے کا۔

۲ اُدھوڑی: گائے یا بھینس کا کمایا ہوا (مقررہ طریقے کے مطابق بنایا ہوا) چمڑا؛ نری کی ضد۔

۳ سُرخ: ماشے کا آٹھواں حصہ: رتی۔

۴ داہ: کنیز، باندی۔

# نکاح نامہ (۲)

اَلسّائیں سائیں وَالفائیں فائیں عَنِ الآثارِ وَالاَشرار۔ اُشکُر یا نکَ عقدتُ بھٰذ الُمالِ الادھارِ المُحلیل، بکلِ اُبٹن وَالتّیل۔

نوشہ را پرسیدند نامِ تو چیست۔ گفت: چو رنگِ بے رنگ، گُس پھاڑ فی الھندِ وَالخراساں۔
عروس را پرسیدند نامِ تو چیست۔ گفت: خوار خاتون بنتِ حلوا خاتون چنچلی، من چلی، ہرجائی، کھیلی کھائی، حرام زادے کی جائی، بے نکاح زادے کے گھر آئی۔ دونوں ملیں جوں بہن اور بھائی۔

دو گواہ آمدند در مجلس۔ یکے خرِ بے سُم، دوم سگِ بے دُم۔ گفتم اے نوشہ! تو خری و خر بچہ، در مجلسِ خراں حاضر آمدی۔ نکاح بستم با پانصد کنکری و پانصد ٹھیکری و پانصد گوزِ دماغ سوز؛ چنانکہ شیطان و شیطان بچگاں فرمودند، بہ ایں چہار شرط:

اوّل آنکہ ہر جوانے کہ در خانہ تو درآید، مزاحم نہ شوی۔ دوم آنکہ ہر مہمے کہ ترا پیش آید، بی بی را بے مُفت نہ خواہی گذاشت۔ سوم آنکہ نو دونہ تلہ حریفانہ و ملنگانہ ہر لمحہ و ہر لحظہ ادا فرمائی۔ چہارم، اگر باشد چارپائی و گر چٹائی، وہیں دھر لگائی۔ میر جعفر کا لکا، جیسے دودھ پر کی ملائی۔ بی بی خوار خاتون را قبول کنی؟ نوشہ گوید: آرے، پکڑ جھونٹے لے جا اپنے دوارے۔ پانچ دن میرے اور پانچ دن تیرے اور پانچ دن پھریں گھیرے گھیرے اور پندرہ دن یاروں کے ڈیرے۔

اُٹھ مرغی کے، دست بوسی کر۔ بال و پر پھٹ پھٹا کے، کواڑے کے پاس جا کے بگو: ککڑوں کوں۔ فاتحہ: اَللّٰھم ٹیرن الغلل والمعل و زٹل فی الشل فھو روگ الذی کفر و مرغک الذی سقر۔

# التماسِ بولا زُنّار دار [1]

غریب نواز! سلامت۔

از گردشِ زمانہ بہ غایت دل تنگی در پیوست۔ لُنڈے، بُوچے کھینچا کھینچی نمودہ، چتھی مُحصلی ہا [2] بردند وایں نکھٹو، ہیچولفو بہ کارِ سرکاری گردد۔ ہنوز بر پارچۂ نان ہیچو گر بہ برخوان در گھوما گھومی است۔ اگر شرطہ [3] برایں کشتی شکستہ بوزد، چہ عجب باشد کہ پل پار برسد، کہ ناؤ ٹوٹی ہوتی ہے پار بہ یک لحظہ، جو کرم کی ٹلی لگاؤ دل سے۔

---

١ زُنّار: جنیو۔ زُنّار دار: جنیو پہننے والا: ہندو، برہمن۔

٢ مُحصلی، اسمِ مصدر ہے "مُحصّل" کا۔ مُحصّل: وصول کرنے والا۔ خراج، محصول، ٹکس وصول کرنے والا۔ مُحصّلی: وصول کرنا، محصول خراج کی رقم وصول کرنا۔ کلکتہ: چتھا وصلی ہا۔

٣ شُرطہ، شُرطہ: موافق ہوا (جہاز یا کشتی کے لیے)۔

# شرحِ چہرہ(۱)۔۱

چھجامل پرنالا سنگھ ابنِ مُنڈیری داس، قوم اینٹ نالی (۲)، ساکنِ سنڈاس پور تعلقۂ چھینٹ گڑھ: گرگٹ رنگ، فراخ گوز دانی، ابرو ناساختہ، توتا چشم، ناتواں بیں، ریش بروت: کھوسا، چند داغ پھٹ پھٹ حقرق بر تمام روے، قد تخمیناً ۴۵۔

# شرحِ چہرہ(۳)۔۲

مکرندراے چنڈال قانون گوے پرگنۂ بھوسڑی، ولد بھگتندن داس، ابنِ پھٹکار چند، قوم بھنڈیلا، ساکنِ ہگن ہٹی: کبود رنگ، سیاہ پیشانی، گربہ چشم، ڈھیلا ریش۔ در ہر دو جانب گوش سوراخِ لعنت اللہ، بر رخسارۂ جانبِ راست یک نشانِ پیزار، جانبِ چپ یک خالِ پھٹکار و تھتکار، پیش گاہِ بینی (۴) بُریدہ، لب دنداں گزیدہ، کون فراخ، درمیانِ مقعد زخمِ تیر کم نما، بر لبِ زیریں داغِ تلۂ کیرِ خر، بر زَنَخ (۵) داغِ تصحیحہ، (۶) ایں بیت (۷) در شانِ او اکتفا نمودہ:

مارو باجا باجے، گر باجے ڈھول، تنبورا    مارو گانڈ مکرند کی جب دیکھو چندا پورا

دو ماہہ مقرر شد۔

---

۱ "چہرہ" دفتری اصطلاح ہے: جس کو ملازمت دی گئی ہے (خاص کر فوجی ملازمت) اُس کا حلیہ، چہرے کے نشانات۔ چہرہ لکھنا، چہرہ نویسی: رجسٹر میں ملازم کا حلیہ لکھنا۔ شرحِ چہرہ: حلیے سے متعلق درجِ رجسٹر نشانات کی تفصیل۔ (چہرہ لکھنا: بہ طورِ مجاز ملازم رکھنے کے معنی میں بھی آتا ہے)۔

۲ برکن: اینٹ مائی۔

۳ کلکتہ: در بیانِ مکرند راے گوید (کلکتہ میں اس چہرے کا بیان ناتمام ہے۔ میں نے رضا۔ا کو بھی سامنے رکھا ہے)۔ یہ چہرہ آزاد اور برکن میں موجود نہیں۔

۴ ناک کا اگلا حصہ۔

۵ زَنَخ: ٹھڈی۔

۶ فوجی سپاہیوں کے گھوڑوں پر پہچان کے لیے نشان لگایا جانا۔ یہ نشان داغ کے طور پر لگایا جاتا تھا جو گھوڑے کے پٹھے پر ابھر آتا تھا۔

۷ لفظِ "بیت" یہاں برمحل نہیں۔ اسے ایک مرکّب قول کہنا چاہیے۔ میں نے اصل کے مطابق نقل کر دیا ہے، ترمیم کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔

# تمسّک (۱)

من کہ شیخ مولا، ندارم چکی و ندارم چولھا، ساکنِ قصبۂ اُجاڑنگر، ضلع غیب پورام۔ چوں مبلغ بے تعداد، کہ نصفِ آں یک غرمُہرہ (۲) نمی شود، از لالا تہمت رام بہ دھینگا مُشتی و زد و کوب و جوتم جاتا و لاٹھم لاٹھا گرفتہ تحتِ تصرّفِ خود آوردم؛ اقرار آں کہ تاقیامت ادا نہ سازم۔ ایں چند کلمہ بہ طریقِ ٹالم ٹالا نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال (۳) سند نباشد و عندالحاجت (۴) بکار نیاید۔ تحریر فی التاریخِ سنہِ جلوسی غلط۔

---

۱ وہ دستاویز جو کسی سے قرض لے کر بہ طورِ سند لکھ دی جائے: پرامیسری نوٹ، اقرارنامہ۔

۲ غرمُہرہ: بڑی کوڑی۔

۳ ثانی الحال: اس کے بعد، دوسری دفعہ، اب کے بعد۔

۴ عِندَالحاجت: ضرورت کے وقت۔

# حاضر ضامنی (۱)

من کہ للّو پنّو، ولد ایندھن جنگی، متوطنِ اندھیر نگری، ملازمِ سرکارِ چوپٹ آباد اَم۔ چوں ٹھگ مل ولد پون پائی در سرکارِ نا قابل و ناشایستہ پناہ و ناپُرسان و ناترساں دستگاہ راجۂ راجہ ہامہاراج چُرپٹ چلّو، بہ عہدۂ قلتبانی (۲) نوکر شدہ؛ من ضامن می شوم کہ مشارٌ الیہ (۳) در خدمت از چاپلوسی و ناراست گفتن از چشم پوشی و نیکی کردن از بے ہوشی حاضر بودہ مُقیّد و سرگرم باشد۔ اگر از سیہ کاری و زناکاری اَحیاناً (۴) دریں بابہا تغافل نماید، یا بہ جائے بے اطلاع رود؛ از عہدۂ آں بہ مُتصدّیانِ نابینا و سیہ سینہ بہ تمام مکر و حیلہ خود را اخلاص نمودہ جواب گویم۔

بنا برآں ایں چند کلمہ بہ طریق حاضر ضامنی برائے مصلحت نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال (۵) سند باشد و وقتِ طلب جائے گریز گاہ باشد۔ تحریر فی التاریخِ غرّۂ ماہِ شرارت، سنہ ساڑھے سولہ —— گواہ شد: بدنیت ولد بدخواہ، گواہ شد: بدخو و لد بد کردار۔ گواہ شد: ظالم ولد بے انصاف۔ گواہ شد: بے ہُنر ولد نامعقول۔ گواہ شد: ہیچ پوچ ولد نیست نابود۔ گواہ شد: احمق ولد بے وقوف۔

---

۱ وہ کاغذ جس پر کسی کو حاضر کرنے کی ضمانت لکھی جائے، کسی کو عدالت میں موجود یا حاضر کرنے کی ذمے داری لی جائے۔

۲ قلتبان: بھڑوا، دیّوث، قرمساق۔ قلتبانی: بھڑواپن، قرمساقی کا پیشہ۔

۳ جس کی طرف اشارہ کیا گیا، یعنی جس کا حوالہ دیا گیا، جس کا نام لیا گیا۔

۴ اَحیاناً: اتفاقاً۔

۵ اب کے بعد، اس بار کے بعد، یہ لفظ ''حمستگ'' میں آچکا ہے۔

# شرحِ (۱) مچلکۂ نوکری

برفطرتِ اربابِ خبرت (۲) و کیاست (۳) و خاطرِ اصحابِ فطنت (۴) وفراست، بعد از چاپلوسی و کاناپھوسی، مخفی و چھپانماند کہ دریں روزگارِ قحطِ جونٹری (۵) و جوار، در سرکارِ خانِ گھڑگھڑاہٹ نشان، نو دولت (۶)، بے فیض، جہنمی، پادرُوگی، کشمیری بے پیری، گوبر گنیش (۷) چھوچھن خاں امیرِ بے تدبیرِ ہندوستاں، بہ دیکھا دیکھی یاراں (۸)، مثل: آگے دوڑ پیچھے چھوڑ، بہ شرحِ مچلکہ: جو تیرا، سو میرا، میرا سو ہیں ہیں (۹) نوکر شدہ بودم۔ بہ وسیلۂ کریمۂ آں مثل کہ: آگ لگنتی جھونپڑی جو نکسے سولابھ (۱۰) دفع الوقتی می نمودم۔ مثل: کھانا (۱۱) پینا گانٹھ کا، نری سلام علیک، اُٹھ بیٹھ خدمت چنانکہ باید، بہ تقدیم (۱۲) رسانیدم و گھس پَیٹھ مُجرا (۱۳) بہ شرط دوڑادوڑ

---

۱ علوی: رقعہ نوکری خود۔ آزاد: درشرح مچلکۂ نوکری خود و اذعان آں۔ رضا-۱، لندن: رقعہ۔ باقی نسخوں میں ''شرح مچلکہ نوکری'' ہے۔

۲ آگاہی، خبرداری۔

۳ سوجھ بوجھ، دانائی

۴ ذہانت، عقل مندی۔

۵ چھوٹی جُوار۔

۶ لندن، رضا-۱: بگدی خاں پادروگی دکھنی گوبر گنیش ہندوستان۔

۷ گوبرگنیش: بدہیئت، بے ڈول، بہت موٹا، بدصورت، کاہل، احمق۔

۸ آزاد: برلن: کہ آگے دوڑ پیچھے چھوڑ نوکر شدہ بود۔ اگرچہ گھر چھوڑ حظیرہ قائم نظر بردوختہ مثل آگ لگنتی جھونپڑی...

۹ یہ مثل ''گفتگو نامۂ ملا'' میں آچکی ہے۔

۱۰ ایضاً

۱۱ سب سے ملنا مگر کسی قسم کی غرض نہ رکھنا۔

۱۲ تقدیم کرنا: بجالانا، پیش کرنا۔

۱۳ مُجرا: آداب بجالانا، مقررہ طریقے کے مطابق سلام کرنا۔

بجا آوردم۔

ایامِ معہود (۱) منقضی گردید و روزگارِ ٹال مٹول (۲) منتہی گشتہ، الحال بر فردِ طلبِ مطلب دستخط نمایند و بر التماسِ تنخواہ حرفِ اوّل را اَنٹی (۳) می زنند و گاہ بر مضمونِ پیچ و تابِ مشحونِ (۴) مثَل: رلچہ چھوڑی ناگری جو بھاوے سو لیوے، تسلّی می دہند۔

ہیہات ہیہات! اگر دانستے بہ ایں نامُشخّصِ (۵) بے دستور، دیکھنے کا میدا کھانے کا بوُر (۶) تضییعِ اوقاتِ خود نکردے، و در چوکی پہرا در گنبدِ آوازِ غمِ غُرفشِ (۷) نہ خوردے۔ زیادہ بجز تھوکا تھکائی و ریچھ رچھائی چہ نویسد۔ عمر (۸) در چڑھاو و دولت در گھٹاو باد بہ حرمتِ (۹) الکوزِ وَالپاد (۱۰)۔

---

۱ مقرّرہ دن پورے ہوگئے۔
۲ برلن: ٹالم ٹولا۔ بیدار، بمبئی، ادبیات، پٹنہ: ٹھالم ٹھول۔ رضا: ٹھالم ٹھولی (لندن: ٹال مٹول)۔
۳ اَنٹی کرنا، انٹی مارنا: فریب دے کر کسی کا مال لے لینا (انٹی مار: جیب کترا، گرہ کٹ۔ دغاباز، فریبی)۔ حرفِ اوّل را انٹی می زنند، سے مراد یہ ہے کہ "فردِ طلبِ مطلب" میں پہلے لفظ طلب (بہ معنی تنخواہ) کو کاٹ دیتے ہیں، دوسرا لفظ "مطلب" رہ جاتا ہے، اسے "مَطلَب" پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے: مت مانگ۔
۴ مشحون: بھرا گیا، پُر کیا گیا۔ مضمون پیچ و تاب مشحون: ایسی بات جس میں اینچ پیچ بھرا ہوا ہو، الجھی ہوئی بات۔
۵ نامُشخّص: جو ایک وضع ایک حالت پر نہ رہے۔ بے تحقیق، غیر معیّن (خرِ نامشخّص: احمق، بیہودہ)۔
۶ بوُر: بھوسی، چوکر۔
۷ یہ لفظ "گفتگو نامۂ ملا" میں آچکا ہے۔
۸ بمبئی، بیدار، علوی: عمر در گھٹاو و دولت در چڑھاو باد۔ لندن: ایام دولت بکام باد۔
۹ برلن: بحرمت النون والصاد۔
۱۰ رضا۔۱ میں اس کے بعد یہ "دوہرہ" ہے: یہ پردیس جھونپڑا نت اٹھ ہوتی ڑاڑ: ٹوٹی کلکی چیوڑے سوتے پانو پسار۔ بہ ظاہر یہ کسی ناقل کا اضافہ ہے۔

# دستخطِ خاص-۱

جَو بھر آٹا، ٹانکے[۱] بھر شکر، کوڑی کا گھی، میری طرف سے دَر ماہہ[۲] مقرّر شد۔ اور کام کرے یہ کہ ہر روز پٹ پڑنج جایا کرے اور شاہدرے آیا کرے، مفت کا سیدھا[۳] کھلایا کرے، جو شہر میں رہے، تو اوندھے ہو کر گانڈ مرایا کرے۔

# دستخطِ خاص-۲

اے عزیزِ پُرتمیز! اچھی بھانت[۴] می دانی کہ اَرْجُلُھُم بِما کانُوا یَکْسِبُون برحق است، می خوانی، پس چرا در تگ و دو و جھکاو می گذرانی، و شام و نہار در بندِ منصوبۂ شطرنج وسوسہ ساز می مانی۔ در بازیِ کنکوّا و آنکھ چھپولا و چیل جھپٹا بہبودی نیست۔ باید کہ در منجدھارِ بحرِ توبۂ "تُوبُوا اِلَی اللہِ توبۃً نَصُوحا" ڈبکی بزن، تا کثافتِ عصیاں برطرف شود و در گورکھ دھندا والجھیڑۂ میاں جی بند نہ مانی۔ کھول کھال و کھینچ کھانچ اظہار کردم، باقی تو دانی۔

---

۱ ٹانکا: سوئی تاگے کا ایک دفعہ کپڑے میں سے نکلنا۔ ٹانکے بھر سے مراد ہے: بہت کم، ذرا سا۔

۲ در ماہہ: ماہانہ تنخواہ۔

۳ سیدھا: خوراک، بھوجن تیار کرانے کی چیزیں، کھانے کا سامان۔ کچی خوراک: آٹا، گھی، گڑ، نمک، دال وغیرہ۔ مجازاً: بھوجن، خوراک۔

۴ بھانت: طرح، طرز، روش، طریقہ۔

# نسخۂ چورن (1)

اُلّو کا پتّا، مچھر کی جھانٹ، مینڈک کی کانچ، شفتالو کا پات، اسکند کی جڑ، پُرانی کھوپڑی کی چھانو، لکھی جنگل کی چیونٹی کا پوٹا، دو سیر دودھ ہرنی کا، دمامے کی دھمک، اونٹ کی پھڑیری، جنتی کا آنول نال، کواڑے کا چھید، چھلی سپاری کا پھول، کپور کی جڑ، قرنفل کا تخم، مال زادی کی ٹِل کی چُل، گھر والی کی اوہی، کوّنی کی سِسکی، زنانے کا نخرہ، ہاتھی کا پانچواں پانو، چمگادڑ کی چربی، مکھی کا بھیجا، کھٹمل کا کلیجا، جونک کا انڈا، پتسو کا لنڈا، گاڑی کی چوں چاں، نقارے کی دھوں دھاں، نگن ہنٹی کا گوزِ دماغ سوز، سیاہ جمال گوٹے کا عرق، چھنال کی چٹکی، بندریا کی گھرکی، چڑیا کی جُفتی، سقرلات کے بیج، برسات کی کیچ، دریا کا اُتار اور چڑھاو، کوہِ طور کی بلندی، بالک کی چھی چھی، پُرکھ کی لینڈی، پرانی جوتی کی ایڑی، گھوڑی کا تلا۔

ترکیب: اِن سب بستوؤں کو ملا کر، کھرل کرے اور ساتویں دن سات گولیاں بنا کر ننگی پیٹھ، نہار سر، باسی پانو کھائے۔ سر دُکھتا ہو تو سر نہ رہے، کمر دُکھتی ہو تو کمر نہ رہے۔ جو روٹی کھائے تو پیٹ میں پھنسے۔ دال خُشکہ کھائے تو نیلا ہو جائے۔ اِس سے کچھ کفایت ہو تو شاباش کہے اور رحمت کہے۔ نہیں تو تھوکے جعفر کی گانڈ میں۔

---

1 اس انداز کا مگر اس سے طویل نسخہ وہ ہے جسے شاہ حاتم نے لکھا ہے۔ جمیل جالبی صاحب نے اسے تاریخ ادبِ اردو جلدِ دوم، حصّۂ اوّل میں نقل کر دیا ہے، ص ۴۴۷ سے ص ۴۴۹ تک۔ بہ قولِ جالبی صاحب: ''شاہ حاتم نے اردو نثر میں ایک ایسا نسخہ مرتب کیا ہے جس میں، ملکن الحصول چیزوں کو اکٹھا کر کے مزاح پیدا کیا ہے۔'' جعفر کا یہ نسخۂ چورن اردو میں ایسی اوّلین مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔

# حصّۂ نظم

# نعت[1] و منقبت

محمدؐ سرور و سالار سب کا — محمدؐ پار اُتارن ہار سب کا

فدائے[2] نامِ پاکِ چار یارم — بہ جان و دل غلامِ چار یارم

علی صاحب ولایت پیر میرا — محمدؐ سے ملاوے اب سویرا

چو خواہی بے مگس خوردن شکر بھات — بنہ روشن چراغِ نفی و اثبات

مرا عشقِ علی ہردم بہ جان است — چو بو در گل نہان است و عیان است

بدانش قدر و قیمت حرف کن را — بجز جعفر کہ داند این سخن را

بہ جہلِ مدعی کارے نہ دارم — بجز نامِ علی یارے نہ دارم

بیا جعفر مکن اظہارِ اسرار
بہ دل حفظِ مراتب را نگہ دار

---

[1] آزاد اور برلن میں حصۂ نظم کا آغاز اِن اشعار سے ہوتا ہے۔ آزاد میں حصۂ نثر کے ایک صفحے کی پیشانی پر "باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ" لکھا ہوا ہے اور اُس کے نیچے کسی عنوان کے بغیر یہ اشعار ہیں۔ برلن میں بھی حصۂ نثر کے خاتمے پر حصۂ نظم کا آغاز ہوتا ہے، اِس عبارت کے ساتھ: "شروع نظم در تعریفِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم"۔ کلکتہ میں نظم "بڑھاپا نامہ" کے آخر میں یہ شعر ہے:

محمد پار اُتارن ہار سب کا — محمد سرور و سالار سب کا

اِس کے بعد یہ سُرخی ہے: "دربیانِ چار یار گوید"۔ اِس کے بعد یہ شعر ہے: فدائے نامِ پاکِ چار یارم ......۔ موخّر نسخوں میں سے علوی میں نظم "بڑھاپا نامہ" کے آخر میں ۹ شعر ہیں۔ لندن 1 میں حصۂ نظم

پہلے ہے اور اُس کا آغاز اِنھی اشعار سے ہوتا ہے۔ کل ۱۲ شعر ہیں۔ بعض موخر نسخوں میں یہ سب بارہ اشعار نظم "بڑھاپا نامہ" کے آخر میں ملتے ہیں اس نظم کے اشعار کے طور پر۔

لندن 1 میں اِس نظم میں بارہ شعر ہیں۔ آٹھ شعر تو وہی ہیں جو اوپر متن میں لکھے گئے ہیں، باقی چار شعر یہ ہیں، جنھیں بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے:

محی الدین شہ ہے پیر میرا | محمد سیں ملاوے اب سویرا
بہ پہلوے تو دشمن چار حربی | بکش او را بہ تیغ چار ضربی
خدا کو رات دن شب سیں بتا کر | محمد یا علی جپا کر
خدا کے نانو کو ہت سیں پڑھا کر | محمد یا علی ہردم جپا کر

لندن میں دراصل ایک شعر کی تکرار ہے دو تین لفظوں کی تبدیلی کے ساتھ [اور یہ صاف طور پر ناقلِ نسخہ کا کام ہے]۔ اُس کو نکال دیا جائے تو گیارہ شعر بچتے ہیں اور کلکتہ، آزاد اور برلن میں بھی گیارہ شعر ہیں۔

اِن گیارہ شعروں میں مندرجۂ ذیل تین شعر قطعی طور پر بے جوڑ معلوم ہوتے ہیں:

محی الدین شہ ہے پیر میرا | محمد سیں ملاوے اب سویرا
بہ پہلوے تو دشمن چار حربی | بکش او را بہ تیغ چار ضربی
خدا کو رات دن شب سیں بتا کر | محمد یا علی ہر دم جپا کر

آخری شعر کا پہلا مصرع برلن اور آزاد میں اِس طرح ہے:

خدا کوں رات بن بر سے بتا کر

ہر صورت میں یہ مصرع، بل کہ پورا شعر مغشوش ہے اور اوپر کے دو شعر پوری نظم سے، اُس کے عنوان سے اور اُس کی معنویت سے بے تعلق ہیں۔ مجھے اِس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ کسی ناقل کا اضافہ ہیں۔ میں نے اِن چار شعروں کو اصل متن میں شامل کرنا غیر مناسب خیال کیا، اِسی لیے اُن کو حاشیے میں لکھا گیا ہے۔

بمبئی میں یہ اشعار دو جگہ ہیں: ص ۷ پر اور ص ۹۳ پر۔ دونوں جگہ نو شعر ہیں؛ مگر ص ۷ پر درحقیقت آٹھ ہی شعر ہیں؛ یوں کہ وہاں یہ ایک شعر الحاقی ہے:

بحکم اللہ جب آئے گی قیامت | کرے گا عاصیوں کی وہ شفاعت

یہ شعر کسی اور نسخے میں نہیں اور قطعی طور پر الحاقی ہے۔ ہاں ص ۹۳ پر یہ شعر شامل نہیں۔

---

# تمہید

(اِس مثنوی [یا یوں کہیے کہ طویل نظم] کا اصل موضوع ہے فتحِ بیجاپور اور فتحِ حیدرآباد۔ ضمنی طور پر اورنگ زیب کے تین بیٹوں کی مذمّت کی گئی ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ اِن منافق اور نااہل بیٹوں کے سبب سے معاملات خراب ہوئے۔ اورنگ زیب کی بہت تعریف کی گئی ہے اور اِس لحاظ سے اگر اِس کو در "مدحِ عالم گیر" کا عنوان دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

عنوان کی بات یوں کہی گئی کہ جعفؔر کی دوسری نظموں کی طرح اِس نظم کا عنوان بھی مختلف نسخوں میں الگ الگ ملتا ہے۔ کلکتہ میں "دربیانِ پیر سالی" ہے۔ آزاد اور برلن میں "درتعریفِ اورنگ زیب" ہے۔ علوی میں "ظفر نامۂ اورنگ زیب شاہ عالم گیر بادشاہ غازی نوّر اللہ مرقدہ" ہے۔ لندن 1، 2 میں "ظفر نامۂ بادشاہ عالم گیر غازی" ہے۔ میں نے آزاد اور برلن کی مطابقت اختیار کی ہے۔

جعفؔر کی کئی طویل نظموں کی طرح اِس نظم کے اشعار کی تعداد میں بھی اختلاف ملتا ہے۔ مثلاً آزاد اور برلن میں ۹۶ شعر ہیں۔ کلکتہ میں ۱۰۰ شعر ہیں۔ علوی میں ۱۱۳ اور نعیم میں ۱۲۵۔ اِسی کے ساتھ یہ بات بھی کہنے کی ہے کہ بعض دوسری نظموں کی طرح اِس نظم میں بھی الحاقی اشعار شامل ہیں اور یہ

غالباً مختلف ناقلین کی کارگزاری ہے۔ میں نے تعدادِ اشعار میں [اور تعینِ متن میں بھی] تین قدیم خطی نسخوں: کلکتہ، برلن، آزاد کو پیشِ نظر رکھا ہے، خاص کر آزاد اور برلن کو۔ متعدد شعر اِن نسخوں میں اِس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ نقل کرنے والوں کی کم سوادی نے اُن کی صورت بے طرح مسخ کردی ہے، یہاں تک کہ وہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتے۔ ظاہر ہے کہ اِنھیں متن میں شامل نہیں کیا جا سکتا؛ مگر التزام کے ساتھ ایسے ناخوانا اشعار کی حاشیے میں نشان دہی کی گئی ہے۔ جو اشعار آزاد، برلن، کلکتہ میں موجود نہیں، اُن کو شاملِ متن نہیں کیا گیا ـــــ مُرتب)۔

# در تعریفِ[1] اورنگ زیب[2]

زِ ہے دھاکِ اورنگ شاہِ بَلی[3] — در اقلیمِ[4] دکھن پڑی کھلبلی
دریں پیر سالیّ و ضعفِ بدن — مچائی دھما چوکڑی در دکھن
برآورد عسکر[5] بہ صد دھوم دھام — کہ ہل چل پڑی بر سرِ روم و شام[6]

---

۱ علوی، بمبئی: ظفر نامۂ اورنگ زیب شاہ عالم گیر غازی نوّر اللہ مرقدہ۔ لندن ۱، ۲: ظفر نامۂ بادشاہ عالم گیر غازی۔ کلکتہ: در بیانِ پیر سالی۔

۲ ابو المظفر محی الدّین محمد اورنگ زیب عالم گیر۔ ولادت ۱۵/ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ [۲۴/اکتوبر ۱۶۱۸ء] کی شب میں۔ تخت نشینی کی پہلی سادہ سی رسم دہلی کے قریب باغ اعز آباد (شالیمار باغ) میں ادا کی گئی۔ دوسری بار روایتی تزک و احتشام کے ساتھ تخت نشینی کی رسم ۵/جون ۱۶۵۹ء کو دہلی میں ادا کی گئی۔ وفات: ۲۸/ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ [۲۱/فروری ۱۷۰۷ء]۔ اُس کی حکومت کے آخری پچیس سال دکن میں گزرے، وہاں کے حالات سدھارنے میں [دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۲۰]۔ ۱۶۸۱ء میں عالم گیر دکن پہنچا اور پھر آخر تک وہیں رہا۔ اِس سے پہلے شاہ جہاں نے اُس کو دوبار دکن کا صوبے دار مقرر کیا تھا (ایضاً)۔

۳ لندن ۱، ۲: اورنگ زیب بلی۔ علوی، بمبئی: زہے شاہ اورنگ دھانک بلی۔ کلکتہ، آزاد، برلن، رضا ۱، ۲ میں ''اورنگ شاہ ولی'' ہے۔ ''ولی'' کرشمۂ نقل معلوم ہوتا ہے، یہاں ''بلی'' کا محل ہے، لفظ ''دھاک'' اِسی پر دلالت کرتا ہے۔ آٹھویں شعر کا دوسرا مصرع کسی ''ولی'' کے لیے نہیں لکھا جا سکتا۔
بلی: طاقتور، مضبوط، قوی ہیکل۔ مجازاً: سردار۔

۴ علوی، بمبئی: کہ در ملک دکھن۔

۵ عسکر: لشکر، فوج۔

۶ اِس شعر سے پہلے ایک شعر سبھی نسخوں میں اِس طرح لکھا ہوا ہے کہ کئی لفظوں کی شکل مسخ ہو گئی ہے۔ میں اُس کے متن کا تعین نہیں کر سکا، لندن ۱، ۲ کے مطابق اُسے نقل کیا جاتا ہے:

چرن دہرنی جوں بھیم وارجن کیے — جبل مار کر سب پلیتھن کیے

یہ شعر آزاد اور برلن میں موجود نہیں۔

زہے شاہِ شاہاں کہ گاہِ وغا[7] — نہ ہلّد، نہ ٹلّد، نہ جُنبد ز جا
مہاسوُر[8]، جُودھا[9]، بلی[10] بے بدل — چو البرز[11] قائم، چو پربت اٹل
کمر بستہ ہُشیار میدان پر — شب و روز تیّار گھمسان پر
زہے بادشاہِ فلک اقتدار — چو سیماب یک جا ندارد[12] قرار
زہے حکمتِ شاہ اورنگ زیب — کٹاوے، لڑاوے بہ فن و فریب
چو دید ایں کہ دامادِ داراشکوہ[13] — بہ تدبیرِ بیجاپور آمد سُتوہ[14]
اگرچہ پسر دُرّۃ التاج[15] ہے — ولیکن مہا کاج، آپ کاج[16] ہے
ہمیں مصلحت در دلِ خویش کرد — خیالِ جہاں سوز در پیش کرد

---

۷ وَغا: جنگ۔ گاہِ وغا: جنگ کرتے ہوئے، جنگ کے وقت۔

۸ مہاسوُر: بہت بڑا بہادر۔

۹ جُودھا: سورما، جنگ جو، بہادر۔

۱۰ یہ ٹکڑا اس طرح آیا ہے کہ اِسے ''بلی، بے بدل'' بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ''بلی بے بدل'' بھی: اس صورت میں ''بے بدل'' صفت ہوگی ''بلی'' کی۔

۱۱ البرز: ایران کے شمال میں ایک بڑا پہاڑ (یا پہاڑی سلسلہ) جو کوہِ قاف سے مل جاتا ہے۔

۱۲ بعض نسخوں میں ''نگیرد'' ہے۔ اِس شعر کے بعد کئی نسخوں میں ایک شعر اس طرح لکھا ہوا ہے کہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتا:

زہے شاہِ اورنگ بہو تارتو — بڑا ناک چوئی گرفتار تو

[بہ خوبی ممکن ہے کہ یہ کسی کم سواد ناقل کا اضافہ ہو]۔

۱۳ مراد ہے شاہ زادہ محمد اعظم۔ ''۷ار صفر کو بادشاہ زادے محمد اعظم کا نکاح جہاں زیب بانو دخترِ شاہ زادہ داراشکوہ کے ساتھ کیا گیا'' [مآثرِ عالم گیری، عالم گیر کے گیارھویں سالِ جلوس کے حالات کے ذیل میں]۔

۱۴ سُتوہ آمد: عاجز آگیا، یعنی فتح نہیں کرسکا۔

۱۵ تاجِ شاہی کا سب سے قیمتی موتی، جواہر۔

۱۶ اصل فقرہ تو یوں ہے: آپ کاج مہا کاج: اپنا کام خود ہی کرنا اچھا ہوتا ہے۔ اپنا کام جیسا اپنے ہاتھ سے ہوتا ہے، ویسا دوسرے کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ ''آپ کاج'' کی جگہ ''اَپ کاج'' شاعرانہ تصرف ہے۔

نقاروں، دَماموں[۱۷] سے دھوں دھوں کیا    بہ سُرنائے[۱۸] قَرنائے[۱۹] پھوں پھوں کیا
بہ بیجاپور آمد دھڑلّا دِیَن    بر افواجِ اعدا جُھڑلّا کِیَن
عجب اُوٹِ[۲۰] ایں کوٹِ بیجاپور است    کہ ہر بُرجِ او مثلِ بھینساسُر[۲۱] است
پناہ از چنیں قلعہ بے لگاو    کہ انگشت را نیست بروے ٹکاو
لگا کوٹ کو مورچہ جائے کر    نکالا سکندر[۲۲] کو اُنگلائے کر
بڑے جھاڑ جھنکاڑ اورنگ شاہ    کند کارِ صد تیغ در یک نگاہ
جسی[۲۳] بھوم پر جائے جھنڈا کرے[۲۴]    پکڑ[۲۵] مونڈ، سب کو مُرنڈا کرے[۲۶]

---

۱۷ دَمامہ: گملے کی شکل کا کھال منڈھا ہوا باجا (نقارہ) جس کی آواز گرج دار ہوتی تھی۔

۱۸ نفیری جو روشن چوکی کے ساتھ شادی بیاہ جیسے موقعوں پر بجائی جاتی ہے، اور محرّم میں ڈھول کے ساتھ۔

۱۹ بگل، سینگ کا بنا ہوا بگل۔

۲۰ اُوٹ: پردے کی دیوار، آڑ۔ یہاں قلعے کی بیرونی دیوار، فصیلِ قلعہ کے معنی میں آیا ہے۔

۲۱ بھینساسر: بھینسے کی شکل کا ایک دیو، جسے دیوی درگا نے قتل کیا تھا (اردو لغت)۔

۲۲ سکندر حسن والیِ بیجاپور۔ سکندر کے حالات کے لیے دیکھیے: مآثرِ عالم گیری، عالم گیر کے ۳۱ویں سالِ جلوس کے تحت۔ تقریباً دو ماہ کے سخت محاصرے کے بعد سکندر نے قلعہ خالی کر دیا تھا اور عالم گیر کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ مآثرِ عالم گیری کے مطابق ۴ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ [۱۲ ستمبر ۱۶۸۶ء] کو یہ قلعہ فتح ہوا تھا۔

۲۳ سب نسخوں میں ''جسی'' ہے۔ لغت میں یہ موجود نہیں۔ میں نے اصولِ تدوین کے مطابق اصل لفظ کو بدلنا درست نہیں سمجھا [''وہ جس بھوم پر'' بہ آسانی کہا جا سکتا تھا]۔ جسی بھوم: جس زمین۔

۲۴ جھنڈا کرنا: جھنڈا لہرانا، جھنڈا اونچا کرنا، فتح یا قبضے کا اعلان کرنا [اردو لغت]۔

۲۵ آزاد، برلن: پکڑ دیو دینت مرنڈا کرے۔ میں نے کلکتہ کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۲۶ مُرنڈا کرنا: چُرمُر کرنا، مروڑنا، گٹھری بنانا؛ جیسے: مار مار کر مرنڈا کرنا [آصفیہ]۔ اس شعر کے بعد تقریباً سبھی نسخوں میں یہ شعر لکھا ہوا ہے، اسے آزاد کے مطابق نقل کیا جاتا ہے:

کتک جور کروہ کرے جب کھمنڈ    تو دھاگا گرے برسرِ ہفت کھنڈ

پہلے مصرعے میں کئی لفظوں کی شکل بے طرح بگڑی ہوئی ہے۔

بڑی ڈُند[۲۷] ڈالی دکھن بیچ آئے　　سکندر حسن کو کیا بیخ پاے[۲۸]
سکندر کے گھر بیچ ڈیرا کیا　　چو ہَنُمَنت[۲۹] و بلبیر دَھونسا دیا[۳۰]
چو خود مطلع شد شہ داد رس　　کہ ا ینہا بہ[۳۱] سمبھا مُمِدّ ند و بس
سکندر حسن کے بچن پائے کر　　دکھن کے لِکھن کھودیے[۳۲] جائے کر

---

۲۷ ڈُند: پامالی، شورش، تہلکہ۔ [''دَنْد'' بھی ایک لفظ ہے بہ معنی: بدلا، معرکہ، دشمنی، مخالفت؛ مگر میری رائے میں یہاں ''ڈُند'' مرجح ہے]۔

۲۸ برلن: رنج پاے۔ کلکتہ: رنج آئے [آزاد: بیخ پاے]۔ بیخ پا ہونا: طیش میں آنا، گھوڑے کا بگڑنا، قابو میں نہ رہنا، پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو جانا۔ بیخ پا کیا سے یہاں مراد یہ ہے کہ اُس کو بے اختیار بنا دیا، سکون و اطمینان اور سامانِ سکون و اطمینان سے محروم کر دیا۔

۲۹ ہَنُمَنت: لفظی معنی: ہنومان کی طرح لمبی دُم والا۔ مراداً: لمبا چوڑا، طاقتور۔ بلبیر: بہادر، طاقتور، قوی ہیکل۔

۳۰ آزاد، کلکتہ، برلن: دھونکل کیا۔ دوسرے نسخوں میں ''دھونسا دیا'' ہے۔ معناً یہی مرجح معلوم ہوتا ہے۔ دَھونسا: بڑا نقارہ۔ صدمہ، ضرر۔ دَھونسا دیا سے مراد یہ ہے کہ قلعے میں آ کر فتح کا نقارہ بجایا۔

۳۱ سمبھا جی: شیوا جی کا بیٹا۔ ''سمبھا جی مرہٹہ نے سکندر عادل اور ابوالحسن شاہ سے رابطۂ محبت قائم کر کے اپنی طاقت اِس درجہ بڑھالی تھی کہ اِن دنیا دارانِ دکن کو خاطر میں نہ لاتا تھا''۔ اورنگ زیب نے اِسے شکست دے کر قتل کرا دیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مآثرِ عالم گیری ص ۹۷، ۱۴۰، ۲۰۵، ۲۱۲۔

اِس شعر کے بعد آزاد، برلن، کلکتہ میں (اور نسخوں میں بھی) یہ چار شعر ہیں، جنھیں آزاد کے مطابق نقل کیا جاتا ہے:

دھنسا در سراندیپ دھونسا دیا　　کتک ہر طرف بیچ دہپٹ کیا
بہ سمت سراندیپ چوں دور کرد　　زمین و زماں را ہمہ چور کرد
سراندیپ میں خوب کھانڈا کیا　　جہاں رونٹ تھا بیل مانڈا کیا
بھلیں جو چلی شاہ بلو ند توں　　خداوند گیہان و شش کھنڈ توں

یا تو نقل کرنے والوں کی کم سوادی نے اِن شعروں میں لفظوں کی صورتوں کو بگاڑ دیا ہے، یا پھر یہ کسی ناقلِ ناعاقل کا اضافہ ہیں۔

۳۲ آزاد: دکھن کی لکن کھوئے دی ڈھائے کر۔ کلکتہ: دکھن کے لکھے کھودیے ڈھائے کر۔ [میں نے برلن کی مطابقت اختیار کی ہے]۔ لِکھن: دستاویزی تحریریں، دستاویز۔

ز ہولِ جُنودِ[33] شہِ دادگر — پڑا تفرقہ مہر اور ماہ پر
زِ ہے بادشاہے او چرادھوت[34] (کذا) — بَلیٰ و ولی نعمتِ چار پوت
ازیں تین بیٹے نپٹ ناخَلَف — پسر خود خلَف بہ، وگرنہ[35] تکلّف
اگر یک پسر برسرِ رہ شود — شہنشاہ را سکّہ بر مہ شود
وگرنہ چہ یارا حسن شاہ[36] را — کہ گرداند امرِ شہنشاہ را
سکندر کہ باشد کہ سر برکشد — لباسِ کیوٗمَرث[37] در برکشد
کجا برفروزد چراغِ مُنیر — بہ پیشِ دَمِ اژدرِ شیرگیر
چہ پشّہ کہ باشیر پہلو زند — چہ پسّو کہ با اژدہا پھوٗ زند
چہ خس پھس کہ با زہرہ و مشتری — بہ نخوت کند دعویِ ہمسری
چہ جھینگا، چہ مچھی بہ نزدِ نہنگ — چہ گیدڑ، چہ لوٗمڑ[39] بہ پیشِ پلنگ

---

۳۳ جُنود: لشکر، فوجیں۔

۳۴ آزاد: او چرادھوت۔ علوی: اوجڑ دیو بھوت۔ برکن: اچڑ داد ہوت۔ سبھی نسخوں میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہوا ہے کہ متن کا صحیح طور پر تعین نہیں ہو پاتا۔ چوں کہ دوسرے مصرعے کو شامل کیا جانا از بس ضروری ہے، کیوں کہ معناً اُس کا تعلق اگلے شعر سے ہے، اِس بنا پر اِس مصرعے کو آزاد کے مطابق نقل کر دیا گیا ہے۔

۳۵ برکن: دگر بہ تلف۔

۳۶ ابوالحسن (تانا شاہ) والیِ حیدرآباد۔ آٹھ مہینے کے طویل محاصرے کے بعد قلعۂ گولکنڈہ فتح ہوا تھا۔ ابوالحسن کی جان بخشی کی گئی۔ ''اُس نے گوشۂ عافیت میں زندگی بسر کرنے کی درخواست کی...... قبلۂ عالم نے پچاس ہزار روپے سالانہ ابوالحسن کے اخراجات کے لیے منظور فرمائے [ایضاً، ۰۶-۲۰۱]۔

۳۷ کیوٗمَرث [گیومرث] زردشتیوں (آتش پرستوں) کی روایت کے مطابق پہلا انسان، ابوالبشر۔ شاہ نامے کی روایت کے مطابق ایران کا پہلا بادشاہ [فرہنگِ فارسی، جلدِ ششم]۔

۳۸ بیش تر نسخوں میں ''خشخش'' ہے [بہ ظاہر اس لفظ کا یہاں کوئی محل نہیں]۔ بعض نسخوں میں ''خس پھس'' ہے۔ میں نے کلکتہ کی مطابقت میں ''خس پھس'' لکھا ہے، یوں کہ اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اِس لفظ سے تاویل کے ساتھ مطلب نکالا جا سکتا ہے۔

۳۹ لوٗمڑ: لومڑی۔ بعض نسخوں میں ''لمڑی'' ہے۔

چہ جمل[۴۰] کہ دعوائے رائی زند | چہ کھٹل کہ بر چارپائی تند
چہ جھینگر کہ بر کوہ چکّر زند | چہ مینڈک کہ بر فیل ٹکر زند[۴۱]
چہ شاخہ کہ از اَرّہ سر خم کند | چہ دانہ کہ از آسیا رم کند
اگر گردے از باد سر برکشد | کجا می تواند بہ گردوں رسد
خسے گر بہ دریا شناور بود | زمین و زماں را نہ داور بود
چہ بیجاپور است وچہ کرناٹک است | چہ آں گولکنڈہ[۴۲] کہ یک پھاٹک است
چہ سمبھاے[۴۳] مقہور، آں کس کباب[۴۴] | کزو خلق اُفتادہ در پیچ و تاب
چہ بابا[۴۵] جی پنڈت، چہ راوت حمیر[۴۶] | بہ ایں ہا کفایت کند فرش[۴۷] میر

---

۴۰ ''جے مل'' ہوسکتا تھا، مگر یہ نام اِس معرکے سے متعلق لوگوں میں نہیں ملا۔

۴۱ اِس کے بعد سبھی نسخوں میں یہ شعر ہے:

چہ قطرہ کہ سر بارِ دریا شود | چہ ذرّہ کہ اغیار مقنا شود

[آزاد: مقنا۔ کلکتہ: قضیا۔ برلن: مقنا۔ علوی: بیضہ]۔
دوسرے مصرعے میں الفاظ کا تعین صحیح طور پر میں نہیں کرسکا۔

۴۲ مملکتِ حیدرآباد کا معروف و مستحکم قلعہ، جو آٹھ مہینے کے طویل اور پریشان کن محاصرے کے بعد مغل فوجوں کے قبضے میں آیا تھا۔

۴۳ سمبھاجی، شیواجی کا بیٹا [دیکھیے حاشیہ ۳۱]۔

۴۴ بیش تر نسخوں میں یہی ہے۔ علوی میں ''زن کباب'' ہے۔ ''کس'' کے ایک معنی ہیں: ڈھانچا، پنجر۔ ممکن ہے اِسی معنی میں آیا ہو اظہارِ حقارت کے لیے۔ بہ ہر طور، میں یہاں قطعیت کے ساتھ لفظ کا تعین نہیں کرسکا۔

۴۵ مختلف نسخوں میں اِس لفظ کی کئی شکلیں ملتی ہیں۔ آزاد میں ''ماہ بجنو پنڈت'' ہے۔ علوی میں ''بابجی پنڈت'' ہے۔ بعض نسخوں میں ''ناجی پنڈت'' ہے [''مدنا جی پنڈت'' آگے ایک شعر میں آیا ہے]۔ میں نے علوی کے مطابق ''باباجی'' لکھا ہے، مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ برمحل لفظ ہے۔ معلوم نہیں اصلاً کون سا لفظ تھا یہاں۔

۴۶ حمیر: گدھا۔ ۴۷ اصلاً ''میر فرش'' پتھر کے بنائے ہوئے وہ ٹکڑے جو فرش کے کونوں پر اس لیے رکھے جاتے تھے کہ ہَوا سے چادر وغیرہ اُڑنے نہ پائے۔ بعض نسخوں میں یہ مصرع یوں ہے:

چہ کھوسا جی دھاوت، چہ عنبر شریر

چہ جھانٹ است پرتاب اِبن[48] الحمار | چہ لب[49] بلّے بینو سگِ نابکار
چہ کاکھوجی شرکے، چہ منہاج[51] شاں | بہ یک دم شود فکرِ اخراجِ شاں
چہ مسعود[52] باشد خرِ سید[53]یاں | منڈول[54] کھٹول سرِ گید[55]یاں

---

۴۸ شیواجی کے بیٹے سمبھاجی کا خاص کارگزار [ مآثر الامرا، جلد دوم، ص ۳۵۱ ]۔ حمار: گدھا۔

۴۹ کلکتہ، آزاد، برلن میں یہ مصرع اسی طرح ہے۔ اس میں جو نام آیا ہے، وہ اس قدر بگڑ گیا ہے کہ اصل لفظ کا تعین نہیں ہو پایا۔ نعیم میں یہ مصرع اس طرح ہے: چہ پیلوجی پھینو سگِ نابکار۔ "پیلوجی پھینو" کا احوال بھی یہی ہے کہ یہ کسی لفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ میں نے آزاد (وغیرہ) کے مطابق نقل مطابقِ اصل کے طور پر اس مصرعے کو بلفظہٖ نقل کر دیا۔ صحیح نام کا تعین میں نہیں کر سکا۔

۵۰ میں اس نام کی تخریج نہیں کر سکا۔ نعیم میں لکھا گیا ہے: "ذوالفقار خاں نے قلعۂ جنجی کا محاصرہ کیا تو راجہ رام کی سلامتی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ کاکھوجی اورنگ زیب کی ملازمت قبول کر چکا تھا...... اُس نے رشوت لے کر راجہ رام کے بھاگ نکلنے کا موقع فراہم کرنا منظور کر لیا تھا"۔ اس عبارت کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ یہ شعر کلکتہ میں ہے، مگر آزاد اور برلن میں موجود نہیں۔

۵۱ شیخ منہاج بیجاپور کے امرا میں سے تھا، پھر والیِ حیدر آباد ابوالحسن کے یہاں چلا آیا تھا۔ ابوالحسن کی فوج کا اہم افسر تھا۔ دیکھیے: مآثر الامرا جلدِ دوم، ص ۶۱۔ جلدِ سوم ص ۵۲۱، ۷۰۶، ۷۰۷۔

۵۲ سیدی مسعود، سکندر والیِ بیجاپور کا ایک اہم کارگزار اور فوجی افسر۔ اس نے مغل فوج کو بہت نقصان پہنچایا تھا...... قلعۂ ادونی کی فتح کے بعد اُس کو عالم گیر کے حضور میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اُس کو خطابِ خانی اور منصب عطا کیا [ مآثرِ عالم گیری، ص ۲۱۰ ]۔

۵۳ سیدیاں، سیدی کی جمع۔ سیدی حبشی غلام کے نام کے ساتھ آتا ہے۔ برلن اور آزاد میں دوسرا مصرع اس طرح ہے: بہ یک دم شود فکرِ اخراجیاں۔

۵۴ اِن دونوں لفظوں کے معنی میں معلوم نہیں کر سکا۔ میں نے کلکتہ کے مطابق اِن کو نقل کر دیا ہے۔ یہ بہ خوبی ممکن ہے کہ یہ لفظ جعفر کے تراشے ہوئے ہوں ایسے دوسرے لفظوں کی طرح بُرائی کو ظاہر کرنے کے لیے۔ علوی: منڈولِ کھٹول۔

۵۵ گیدی: نامرد، دیوث، قرمساق۔ احمق۔ سر: سردار۔

چہ جمشید شرزہ[56]، چہ عبدالرؤف[57] کہ دیکھے مٹا تھوک سے جوں حروف
چہ آں ہاتھ پتھر پرب خاں[58] لقب بہ یک ٹلّا گردد دواں روز و شب
چہ مدنا جی پنڈت[59]، چہ مرزا خلیل[60] بہ یک دھارِ پیشاب گردد ذلیل
چہ[61] راما ...... کہ ہے پھوس پھاس بہ یک پھونک اُڑتا پھرے آس پاس

---

۵۶ سکندر والیِ بیجاپور کی فوج کا ایک ممتاز افسر۔ جب سکندر کو اورنگ زیب کے حضور میں پیش کیا گیا، تو اُس کے ساتھ عبدالرؤف اور شرزہ بھی ملازمتِ والا میں حاضر ہو کر خلعت و شمشیرِ مرصع ...... کے انعام سے سرفراز ہوئے۔ عبدالرؤف کو دلیر خاں اور شرزہ کو رستم خاں کے خطاب مرحمت ہوئے [ مآثرِ عالم گیری، ص ۱۹۰]۔

۵۷ دلیر خاں عبدالرؤف میانہ۔ اِس کے مفصّل حالات کے لیے دیکھیے: مآثر الامرا جلدِ دوم ص ۵۷-۵۳۔ جب سکندر کے ساتھ عبدالرؤف (اور شرزہ) اورنگ زیب کے حضور میں حاضر ہوئے تو عبدالرؤف اور شرزہ کو شش ہزاری ذات اور چھے ہزار سوار کا منصب ملا تھا [ مآثرِ عالم گیری، ص ۱۹۰]۔

۵۸ پرب خاں، جس کا لقب ''ہاتھ پتھر'' تھا اور جو قطب شاہیوں کے جاں باز بہادروں میں تھا اور اُس کے ہاتھ کا پتھر دور سے تیر و بندوق کا کام کرتا تھا۔ فتحِ حیدرآباد کے موقعے پر خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکلتاش کے ہاتھ سے مارا گیا تھا [ مآثر الامرا، جلدِ اول، ص ۷۹۵]۔

۵۹ مادنا پنڈت، ابوالحسن والیِ حیدرآباد کا وزیر اور مشیرِ خاص۔ یہ امورِ سلطنت پر بے طرح حاوی ہوگیا تھا۔ ''مسمّی زین العابدین سعادتِ آستانہ بوسی سے معزّز و مکرّم ہوا۔ اِس شخص نے مادنا برہمن کا سر، جو ابوالحسن کی فتنہ پردازی کا اصل سبب تھا، قلم کر کے شاہ عالم بہادر کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ زادۂ مذکور نے مقتول کا سر ...... حضور میں روانہ کیا'' [ مآثرِ عالم گیری ص ۲۸۴]۔ [ ''مادنا'' اور ''مدنا'' یہ نام دونوں طرح ملتا ہے۔ مآثر میں ''مادنا'' ہے]۔

۶۰ مرزا خلیل۔ ''محمد ابراہیم قمار باز کے نام سے مشہور ہے۔ ولایت (ایران) میں پیدا ہوا۔ ابوالحسن قطب شاہ کی حکومت کے زمانے میں اِس نے امارت کا اعلا مرتبہ حاصل کرلیا۔ اِسے لشکر کی سپہ سالاری اور ''خلیل اللہ خاں پلنگ حملہ'' کا خطاب ملا۔ فتحِ حیدرآباد سے پہلے ہی یہ مغلوں کے لشکر میں شہ زادہ محمد اعظم کے پاس آگیا تھا۔ اِس کو شاہی تجویز کے مطابق چھے ہزار ذات، چھے ہزار سوار کا منصب اور ''مہابت خاں'' خطاب مرحمت ہوا'' [ مآثر الامرا، جلدِ سوم، ص ۵۲۳-۵۲۰]۔

۶۱ راما، سمبھاجی [پسر شیواجی] کا بھائی۔ اِس سے متعلق حالات کے لیے دیکھیے: مآثر الامرا، جلدِ دوم، ص ۹۱، ۹۲، ۹۳۔ پہلے مصرعے میں دو لفظ کسی بھی نسخے میں خوانا نہیں، وہاں نقطے لگائے گئے ہیں۔

اگر اتفاقِ جواناں شود | بہ یک لحظہ بندش بہ ساماں شود
ولیکن دو ناکس، منافق پسر | نمودند ابتر مُہم پدر[٦٢]
نُخسے را بہ حکمت بَلینڈا[٦٣] کیا | کھنڈر کو مگر گڑھ پرِینڈا[٦٤] کیا
وگرنہ سکندر چہ و بوالحسن | کہ تا حال شاں می شدے در کفن
کس را چہ طاقت کہ باشا ہباز | بہ ہیجا[٦٥] درآید، بود کینہ ساز
نخستیں[٦٦] کلاں تر چہ پرکھنڈ[٦٧] کرد | ہمہ کاروبارِ پدر بھنڈ[٦٨] کرد

---

٦٢ اِس شعر کے بعد یہ شعر ہے جو پوری طرح خوانا نہیں۔ آزاد کے مطابق اُسے نقل کیا جاتا ہے:
مگر مچھ کیا دہال کر میں کوں | کھلونا کیا شاہ و پرمین کو

٦٣ بَلینڈا: چھپر کے بیچ کا بڑا بانس۔ کھپریل کی بڑی بَلّی جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔

٦٤ دکن کا ایک اہم اور مضبوط قلعہ۔ ''ساتویں جلوسِ شاہ جہانی میں شاہ زادہ محمد شجاع، پرینڈا کی فتح کے لیے نام زد ہوا'' [ماثر الامرا، جلدِ اوّل، ص ۷۴۵]۔ ماثر میں پرینڈا کا حوالہ کئی جگہ آیا ہے۔

٦٥ ہیجا: جنگ، لڑائی۔

٦٦ نُخُست، نَخُست: آغاز میں، پہلی بار۔ نخستیں: اوّلین، پہلا۔ ''نخستیں کلاں تر'' سے یہاں مراد ہے: سب سے بڑھ کر، سب سے زیادہ۔ ''کلاں تر'' سے مراد بڑا بیٹا نہیں، یوں کہ بڑے بیٹے محمد اعظم کا نام تیسرے شعر میں آیا ہے۔ یہاں محمد معظم مراد ہے، شاعر کی نظر میں جس نے سب سے زیادہ، سب سے بڑھ کر ''کاروبارِ پدر'' کو خراب کیا۔

٦٧ کلکتہ، برلن (اور دوسرے نسخوں میں) ''برکھنڈ'' ہے۔ آزاد میں ''پرکھنڈ'' ہے۔ برکھنڈ یا پرکھنڈ مجھے کسی لغت میں نہیں ملا۔ [ہاں ایک لفظ ''بھربھنڈ'' ضرور ہے؛ خراب، تباہ، برباد کے معنوں میں]۔ دوسرے مصرعے میں ''بھنڈ'' آیا ہے اور اس کے معنی بھی تباہ و برباد کے ہیں۔ اگر پہلے مصرعے میں ''بھربھنڈ'' لکھا جائے، تو بہ لحاظِ معنویت یہ بہتر صورت ہوگی۔ میں نے یہ قیاسی تصحیح یوں نہیں کی کہ میں فیصلہ نہیں کر سکا کہ بھربھنڈ اور بھنڈ کو ہم قافیہ کرنا مناسب ہوگا؟ ہاں ایک اور صورت بھی ہے۔ ''پرکھنڈ'' کے لیے یہ مان لیا جائے کہ شاعر نے اِسے بھربھنڈ کے معنی میں نظم کیا ہے۔ اِسی خیال سے میں نے ''پرکھنڈ'' کو ترجیح دی ہے۔

٦٨ بھنڈ: تباہ، ابتر۔ بھنڈ کرد: برباد کیا۔ اِس کے بعد آزاد اور برلن میں دو شعر اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ خوانا نہیں۔

چناں[۶۹] لوٹ شد بستیِ بھگ[۷۰] نگر نہ خُذ ما[۷۱] صفا ماند و نے ما کدَر

جہاں ہوئے ایسا کُلچھّن کپوت لگے باپ کے مُنہ کو کالک، بھبھوت

دگر شاہ اعظم، بڑے کینہ ور بہ رُسوائی انداخت کارِ پدر

بہ خوشدامن[۷۲] و خُسر پرداختہ بہ للّو پتو کار در باختہ

فرستند ایناں بہ شب پان پھول ملا کر کیا کام سب خاک دھول

دریں اختلافش کہ گیرد خراج کہ دَھک بھنک گشت است بلّو[۷۳] کا راج

شب و روز مشتاق بھنڈ[۷۴] تال کا گرفتار و عاشق مٹک چال کا

---

۶۹ یہ شعر آزاد اور برلن میں نہیں، کلکتہ میں ہے۔ اِس میں ''لوٹ شد'' پر نظر رُکتی ہے۔ جعفر کے یہاں ایسے ٹکڑے بہ طورِ عموم نہیں ملتے۔ زبان کے معاملے میں [وہ فارسی ہو یا ریختہ] اُس کے شعور میں بہت پختگی تھی۔ چوں کہ یہ شعر قدیم ترین خطّی نسخے کلکتہ میں ہے، یوں میں نے اِسے شاملِ متن کرلیا ہے۔

۷۰ بھگ نگر: ''قلعے (گولکنڈہ) سے دو کوس کے فاصلے پر شہر حیدرآباد واقع ہے۔ محمد قلی قطب الملک نے بھاگ متی نام ایک طوائف پر شیدا ہوکر اِس شہر کو اُس کے نام پر بسایا اور ''بھاگ نگر'' کے نام سے موسوم کیا۔ بعد کو یہ شہر ''حیدرآباد'' کے نام سے مشہور ہوا'' [ماثرِ عالم گیری، ص۲۰۲]۔

۷۱ خُذ ما صفا دع ما کدر معروف قول ہے۔ معنی ہیں: جو عمدہ، پاکیزہ ہے، اُسے لے لو، جو پاکیزہ نہ ہو (گندا، گدلا ہو) اُسے چھوڑ دو۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ شہر کو اِس طرح غارت کیا گیا کہ نہ اچھی چیزیں بچیں نہ بُری چیزیں رہیں، سب کچھ برباد ہوگیا۔

۷۲ ''۱۳؍رجب کو سیّد یحییٰ ملکہ شہر بانو دخترِ عادل شاہ بیجاپوری کو ساتھ لے کر حاضرِ حضور ہوا...... اور ۲۰؍رجب کو بادشاہ زادہ محمد اعظم کے نکاح میں دی گئی'' [ایضاً ص۱۴۴]۔

۷۳ علوی: للّو کا راج۔ [کلکتہ، آزاد، برلن میں ''بلّو کا راج'' ہے]۔ للّو کا راج ہو یا بلّو کا، مراد یہی ہے کہ ایسی حکومت ہے جس کا حال اچھا نہیں، بدنظمی بہت ہے۔

۷۴ بعض نسخوں میں ''بھنڈ تال'' ہے اور بعض میں ''ہنڈ پال''۔ لغت میں یہ دونوں لفظ نہیں۔ ''تال'' موسیقی کی اصطلاح ہے، اِس سے میں نے یہ قیاس کیا ہے کہ شاید رات دن نغمہ و سرود، عیش و عشرت میں مشغول رہنا مراد ہے۔ اِس شعر کے بعد جو شعر ہے، اُس کے دوسرے مصرعے کا مفہوم یہی ہے۔ تنادھن، تنادھینکنا بھی موسیقی کے متعلقات کی طرف ذہن کو متوجہ کرتے ہیں۔ [بہ ہر طور یہ لفظ وضاحت طلب ہے]۔

تنادِھن تنادِھینگنا ہو رہے | چڑھا کر نشہ مست گھر سو رہے
رہے رات دن گانڈ کے ذکر میں | بہ لہو و لعب چوت کی فکر میں
ازیں راہ رو، مقرباں در حضور | ہراساں بیایند تا منگلور
درآں جا چو نزدیکِ اینڈی[۷۵] شوند | بشاشند از ہول و لینڈی شوند
ہمہ یکہ بازاں، چہاں برق وار | ہمہ یکہ تازان و گھوڑا سوار
بہ دستِ ہمہ بھالہ و دھوپ[۷۶] و سانگ[۷۷] | درآیند گہ گہ کناں تانگ تانگ
سُوم معدنِ شر و کانِ فساد | رگِ ٹڑتوں پڑپوں برگشاد
خطابش ازاں اکبرِ[۷۸] ابتر است | خطِ مفسدی را ہماں مسطر است[۷۹]
زٹلے[۸۰]، پلپلے نے یہ کیا کیا | کہ رانا[۸۱] کو چھیری[۸۲] سے بھینسا کیا

---

۷۵ اینڈی: علاقۂ بیجاپور کا فوجی نقطۂ نظر سے ایک اہم مقام؛ دیکھیے مآثر الامرا، جلدِ اوّل، ص ۷۹۴۔ ۷۶ دھوپ: ایک قسم کی تلوار۔ ۷۷ بھالا، برچھی۔

۷۸ اورنگ زیب کے بیٹے کا نام، جس نے راجپوتوں کے بہکانے میں آکر باپ کے خلاف بغاوت کرنے کی کوشش کی تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مآثرِ عالم گیری، ص ۱۲۸ سے ص ۱۴۰ تک۔ اکبر کی موت: ۳۲۶۔

۷۹ بعض نسخوں میں (بہ شمولِ علوی و نعیم) اِس شعر سے پہلے یہ شعر ہے:

چہارم پسر ڈومنی کا جنا | برج میں رہے، جوں فرج میں ثنا

یہ شعر آزاد، کلکتہ، برلن میں موجود نہیں۔ واضح طور پر یہ الحاقی شعر ہے۔ اِس سے پہلے کے شعر میں ''سوم'' کہا جا چکا ہے، یوں اُسی کو ''چہارم'' کہنے کا کوئی جواز نہیں۔ کسی ناقل نے ''ثنا'' کا قافیہ بٹھانے کے لیے اور ''ڈومنی کا جنا'' کہنے کے لیے اِس شعر کی تخلیق کی ہے۔ اُس کو یہ بات نہیں معلوم ہوگی کہ محمد اکبر ''ڈومنی کا جنا'' نہیں تھا، شاہ نواز خاں صفوی کی بیٹی دل رس بانو (معروف بہ رابعہ دورانی) کے بطن سے تھا۔

۸۰ زٹلے محرف صورت ہے ''زٹلا'' کی۔ زٹلا: گپ ہانکنے والا، بے پر کی اُڑانے والا، زٹلی۔

۸۱ مراد ہے اودے پور کا رانا۔ ''...... راجپوتوں نے بغاوت کردی۔ بغاوت کو کچلنے کے لیے شہ زادے اکبر کو بھیجا گیا۔ رانا اودے پور ...... نے شہ زادہ اکبر کو بادشاہی کے سبز باغ دکھائے اور خود اُس کی اطاعت و وفاداری کا حلف اٹھایا۔ شہ زادہ اُن کے دامِ فریب میں آگیا اور اُس نے بغاوت کردی ...... اکبر اپنے راجپوت حلیفوں سمیت شکست کھا کر بھاگا اور چھپ چھپا کر سمبھاجی

مگر شاہِ والا گُہر کام بخش | دَوانْد، جہاند دریں دشت رخش[۸۳]
بہ یک دم کند دورِ گیتی تمام | بہ حقِ محمّد علیہ السّلام
زِہے شاہِ والا گُہر، بے نظیر | سپہرِ کَشَم، آفتابِ سریر
زہے فضل و لطفِ خداوندگار | کہ بروئے عطا کرد گوہر چہار
وفا و حیا و بقا و غِنا | مروّت، فتوّت، دَیا و مَیا[۸۴]
در آفاق بسیار چکّر زدم | بہ ہفتاد و[(۲)] دو فرقہ ٹکّر زدم
بہ ایں حُسنِ سیرت چو تو دل نواز | نہ دیدم دریں سیر گاہِ مجاز
پھرا میں بہت تیرتھ[۸۵] اور دوارکا | نہ دیکھا دَیا وَنت تجھ سارکا

بیا جعفر! از مدحِ او لب بہ بند
کہ سوزد دلِ حاسداں چوں سپند[۸۶]

---

مرہٹہ کے دربار میں پہنچا (یکم جون ۱۶۸۱ء) وہاں بھی ٹھہر نہ سکا۔ پھر سمندر کی راہ سے ایران چلا گیا اور وہیں وفات پائی [۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء]'' [دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلد ۲۰، ص ۸۷]۔

۸۲ چھیری: بکری۔ ۸۳ اس شعر سے پہلے ایک شعر اور ہے جسے آزاد کے مطابق نقل کیا جاتا ہے:

ڈھڈھچر میں ڈالا بوڑھے باپ کو | گرگی میں رکیا اپن آپ کو

مجھے اس میں بہت شک ہے کہ یہ شعر جعفر کا ہے؛ اسی بنا پر میں نے اِسے شاملِ متن نہیں کیا۔

۸۴ مَیا: رحم، دردمندی۔ ۸۵ کلکتہ: سورتھ (سورت)۔ [آزاد، برلن: تیرتھ]۔

۸۶ سبھی نسخوں میں اس نظم کے آخر میں آٹھ شعر اور ہیں، پہلا شعر:

زٹل نامہ کردم عدیم البدل | کہ ہر مصرع اوست ضرب المثل

آخری شعر یہ ہے: بیا جعفر ایں جا سخن کن تمام | کہ ماقلّ و دلّ است خیر الکلام

کسی غلط فہمی کی وجہ سے یہ شعر اس نظم کے آخر میں شامل ہو گئے۔ غلط فہمی کی وجہ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ فرض کر لیا گیا کہ اِس نظم کا عنوان ''زٹل نامہ'' ہے، جب کہ اِس کا عنوان بعض نسخوں میں ''ظفرنامہ'' ضرور ہے اور ''زٹل نامہ'' جعفر کے اُس مجموعۂ کلام نثر و نظم کا نام ہے جو اُس نے خود مرتب کیا تھا۔ یہ آٹھ اشعار در حقیقت ''زٹل نامہ'' کے آخری اشعار ہیں [مقدمۂ کتاب میں میں نے اس کی وضاحت کر دی ہے]۔ اِسی بنا پر میں نے اِن آٹھوں اشعار کو یہاں سے ہٹا کر، اِس کتاب کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔

# مرثیۂ اورنگ زیب عالم گیر

بنال اے عندلیبِ گلشنِ ہوش — بکُن الحانِ[1] خود از غم فراموش
سیہ کُن چہرۂ طیبِ[2] و طرب را — زباں کوتہ بکُن، بر بند لب را
بکَن[3] از تعزیت بال و پرِ خویش — بریز[4] از نوحہ خاکے بر سرِ خویش
خراش از ناخنِ غم روے خود را — تراش از دردِ ماتم موے خود را
گلستاں را بسوز از شعلۂ غم — مہیا کن بہ صحرا سازِ ماتم
کہ اورنگ زیب عالم گیرِ دیں دار — گسستہ رشتۂ ہستی بہ ناچار[5]
دریغا! واے واے! ہاے ہاے! — شہنشاہے، عجب گیتی[6] پناہے!
بہ تقوی و ریاضت پُر کمالے[7] — بہ تدبیر و شجاعت بے مثالے
خدا دان و خدا ترس و خدا رس — مغیثِ[8] مور و ماہی، بے کس و کس

---

۱ الحان: ترنم، سُریلی آواز۔
۲ طیب: خوشی، رضامندی۔ خوش بو، مہک۔
۳ کندن: نوچنا، کھودنا۔ بکن: نوچ لو، نوچ ڈالو۔
۴ لندن، برلن، علوی، نعیم، رضا ا،۲: بزن۔
۵ نعیم میں اس کے بعد یہ شعر ہے:
کہ اورنگ زیب عالم گیر غازی — سفر کردہ ازیں کاخِ مجازی
میں نے اسے شاملِ متن نہیں کیا یوں کہ اس میں تکرارِ محض ہے جس کا تعلق بہ ظاہر کسی ناقل سے معلوم ہوتا ہے۔
۶ لندن، رضا، برلن: مسکیں پناہے۔
۷ علوی: بہ تقوی و ریاضت برکمالے۔ بمبئی: بہ تقوی اور ریاضت پُر کمالے۔
۸ نعیم: معین۔ [مغیثِ مور و ماہی: سب کی فریاد سننے والا، فریاد رس]۔

بہ صورت خضر و در سیرت مَلک بود — بہ عظمت خاکِ پایش بر فلک بود
بہ علم و باعلم چوں بوحنیفہ — اَبا آدم صفی بود ایں خلیفہ
کرم گُستر، جہاں پرَوَر، جہاں باں — تنش در قبر شد، چوں در بدن جاں
جہاں تاریک شد بے نورِ ذاتش — نفَس تاریک شد چوں دوُدِ آتش
فلک از اَیمَنی بر خلق در بست — کمر ہاے جبالِ[9] الارض بشکست
دریغا! عدل و دیں بے او دو نیم است — عُروسِ سلطنت بے او سقیم است
دریغا! رانڈ شد بانوے گیتی — کہ می گویند: کھیتی[10] خصم سیتی
دریغا! رونقِ باغِ جہاں رفت — دریغا! آبروے مہر[11] و خاں رفت
جَمادات و نَباتات از غمِ او — ہمہ گریاں ز دردِ ماتمِ او
خلل در شش[12] جہت اُفتاد چنداں — کہ لب بَر بَست باہم پستہ خنداں
برآمد درد و غم از بطنِ جَیجُوں — گُہر شد در صدف چوں قطرۂ خوں
سُرورِ[13] باغ و رنگ و بوے گُل رفت — جمالِ شاہدان و سُکرِ[14] مُل رفت
چگویم من کہ در عالم زِ ہر شے — برآمد زیں الم آوازِ ہَے ہَے!
اَگل بے گل ہوا سنسار سارا — بہ خوں تیار شد مرّیخ تارا
رسیدہ وقتِ جنگِ سخت یارو![15] — شدہ تاثیرِ سم در نو شدا رو
عسَل تلخی گرفتہ از فراقش — نمک تُرشی گرفت از افتراقش
کہاں اب پایئے ایسا شہنشاہ — مکمّل اَکمل و کامل، دل آگاہ
رَگت کے آنسوؤں[16] جگ رُووَتا ہے — نہ[17] میٹھی نیند کوئی سووَتا ہے

---

9 جِبال: پہاڑ (جبل کی جمع)۔ 10 کھیتی خصم سیتی: کھیتی کا کام مالک ہی کی توجہ اور دیکھ بھال سے اور خود کام کرنے سے اچھی طرح ہوتا ہے (مَثَل)۔

11 لندن: آبروے سروراں۔ برلن: دریغا آہ چوں سرو رواں رفت۔ 12 مراد ہے پوری دنیا۔ ہر طرف۔

13 علوی، بمبئی: ہمہ در باغ۔ 14 شراب کا نشہ [سُکر: نشہ۔ مُل: شراب]۔

15 بعض نسخوں میں ''سخت بازو'' ہے۔ 16 نعیم: انجھواں۔ 17 لندن: نہ اپنی نیند۔

فلک رَقّاص بازی آں چناں کرد
که هر کس از خللِ نقلِ مکاں کرد

صدائے توپ و بندوق است ہر سو
بہ سر اسباب و صندوق است ہر سو

دَوا دَو ہر طرف بھاگڑ پڑی ہے
بچہ در گود، سر کھٹیا دھری ہے

کٹا کٹ و لٹا لٹ است ہر سو
جھٹا جھٹ و پھٹا پھٹ است ہر سو

بہ ہر سو مار مارو دھاڑ دھاڑ است
اُچل[۱۸] چال و تبر، خنجر، کٹار است

ازاں سو اعظم و زیں سو معظم[۱۹]
جھڑا جھڑ و دھڑا دھڑ ہر دو باہم

ببینم تا خدا از کیست راضی
بخواند خطبہ بر[۲۰] نامِ کہ قاضی

بیا جعفر، سخن را مختصر کن
زِ دَورِ مختلف[۲۱] در دل حذَر کن

---

۱۸ یہاں بہ ظاہر اَچل چال اور اُچل چال، دونوں طرح پڑھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ مگر میری رائے میں مرجح ''اُچل چال'' ہے۔ لغت میں اِن میں سے کوئی مرکب نہیں ملتا؛ ہاں ''اُچلا چال'' ہے: جو شوخی و شرارت سے ایک جگہ نہ ٹھہرے، چنچل۔ ''اُچل: کے تین معنی ہیں: اپنی جگہ سے نہ چلنے والا، نہ ہلنے والا۔ کشتی کا وہ داتو جس کا کوئی توڑ نہ ہو۔ تیسرے معنی ہیں: دست بہ دست لڑائی [ فرہنگ اصطلاحاتِ پیشہ وراں ، بہ حوالۂ اردو لغت ]۔ اِس طرح ''اُچل چال'' کا مفہوم دست بہ دست لڑائی لیا جاسکتا ہے اور یہ معنی یہاں چسپاں ہوتے ہیں؛ اِسی لحاظ سے میں نے ''اُچل چال'' لکھا ہے۔

۱۹ اِس مصرعے کی بنا پر اِس نظم کے زمانہ تصنیف کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ نظم اورنگ زیب کے دو بیٹوں محمد اعظم اور محمد معظم میں باہم جنگِ جانشینی کے زمانے کی ہے۔ اِس جنگ میں عالم گیر کا دوسرا بیٹا محمد معظم کام یاب ہوا تھا اور بہادر شاہ کے لقب سے تختِ سلطنت پر بیٹھا تھا۔ محمد معظم بہادر شاہ کی ہجو میں جعفر نے (بعد کو) وہ نظم کہی تھی جس کا عنوان ہے: گنڈ مرد انامہ۔ اِس نظم میں بہادر شاہ کا حوالہ آیا ہے۔ جعفر کی ایک اور نظم ''قناعت نامہ'' میں بھی اِس کا نام آیا ہے:

گر شیوۂ گدائی و خواری طلب کنی
پس نوکریِ شاہ معظم غنیمت است

۲۰ نعیم، علوی، بمبئی: از نام کہ۔

۲۱ دورِ مختلف سے مراد ہے بدلتا ہوا زمانہ [ کہ معلوم نہیں کل کیا ہوگا اور کون بادشاہ ہوگا ] اِس لیے دل میں ڈرو [ اور رائے ظاہر نہ کرو، کچھ نہ کہو ]۔

# شاہ زادہ کام بخش سے متعلّق چار نظمیں

[یہاں سے اُس نظم تک جس کا عنوان ہے: ''حسبِ حالِ خود گفتہ شد'' اور جس کی ردیف ہے: ''کہ جعفر اب کیسی بنی'' سارے مندرجات ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں؛ اِسی لحاظ سے اِن کو یک جا کر دیا گیا ہے۔ شروع کے دو اجزا سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہ زادے کام بخش کی فوج میں ملازم ہے، دکن میں ہے اور لڑائی میں شریک ہے۔ ''مورچل نامہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملازم تو ہے، مگر غیر مطمئن ہے اور ذہنی کش مکش کا شکار ہے۔ یہاں تک کہ ملازمت چھوڑ دینے کا خیال بھی اُس کے ذہن میں آتا ہے۔ جعفر جیسے شاعر کا سپاہیوں کی طرح جنگ کی سختیوں کو جھیلنے سے بھلا کیا تعلق! مجبوری کی بات دوسری ہے۔

ہجوِ کام بخش محض شخصی ہجو ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اِس کا محرّک کیا تھا۔ [شاید ''زبانِ گزندہ داشت'' کا تفریحی ردِّ عمل تھا]۔ اُس کے بعد جو نظم ہے، اُسے ''پچھتاوا نامہ'' کہنا چاہیے۔ جعفر یہ اعتراف کرتا ہے کہ اُس نے غلطی کی تھی: ''کردی خطا خود سر بہ سر''۔ وہ اِس ہجو کو ''الفاظِ بے معنی'' اور ''لافِ لایعنی'' کا مجموعہ مانتا ہے۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوج میں ملازم تھا مگر شہ زادہ اُس کا بہت خیال کرتا تھا اور عیش و آرام کے بہت سے اسباب اُس کے لیے مہیا تھے۔ ہجو کی پاداش میں نوکری کو تو خیر جانا ہی تھا، ''سر پر خدا نے خیر کی'' مگر علاقہ بدر کر دیا گیا: ''افتادی اندر بحر و بر، تنہا شدی اندر سفر، شد در بیابانت مقر، افتادی اندر رہ گذر''—— مرتب]۔

(۱)

چوں اسپِ بندہ[۱] در مورچالِ جنگ بکار آمدہ، ایں ابیات گفتہ بہ نظرِ شاہ زادہ محمد کام بخش گزرانیدم:

سرورا، کیواں وقارا اور مسکیں پرورا! — آفتابِ لطفِ تو تابندہ بے چون و چرا
اسپِ من در پھُس پٹاخِ مورچال آمد بکار — خاں بڑے مختار خاں جیو[۲] شاہدِ ایں ماجرا
آمدم در حضرتت دل خستہ و امید وار — مرہمِ دل خستگاں! تو رحم کن بر جعفرا

چوں از شنیدنِ ایں ابیات اسپ معاف شد، با زین العابدین[۳] خاں بخشی بندہ را ناموافقت بود؛ خواست کہ بہ عرضِ شاہ زادہ رسانیدہ برہم سازد۔ بندہ خبر یافتہ سبقت نمودہ، معرفتِ ناظر یاقوت ایں ابیات[۴] گفتہ بہ پادشاہ زادۂ والا گہر رسانیدم و عزمِ مرزاے مذکور را باطل ساختم:

شنو[۵] اے خداوندِ گیتی پناہ — توئی[۶] دُرّۃُ التّاجِ اورنگ شاہ
توئی وارث و حارثِ تخت و تاج — توئی[۷] والی و مالکِ ملک و باج

---

۱ لندن: بندۂ درگاہ بکار آمدہ و ابیات ہا گفتہ بہ نظرِ پادشاہ زادۂ والا گہر گذرانید و اسپ معاف شد و آں ابیات این است۔

۲ بعض نسخوں میں "جی" ہے۔ میں نے لندن اور بمبئی کے مطابق 'جیو' کو ترجیح دی ہے۔ یہ لفظ آگے چل کر ایک اور نظم میں بھی آیا ہے۔

۳ لندن: چوں از شنیدنِ ایں ابیات اسپ معاف شد، زین العابدین تن بخشی را با بندہ ناموافقت بود، خواست کہ بہ عرضِ اقدسِ اعلیٰ رسانیدہ برہم زند۔

۴ لندن: ایں قطعۂ دیگر بہ پادشاہ زادہ دادہ شد۔

۵ برلن، علوی، بیدار، لندن میں "سنو" ہے۔ نعیم میں "بشنو" ہے [مصرع بحر سے خارج ہو گیا]۔ بمبئی میں "شنو" ہے۔ میں نے دوسرے مصرعے کے "توئی" کی مناسبت سے "شنو" کو مرجح مانا ہے۔

۶ علوی، محمدی، بیدار: توئی وارث و مالک تخت و جاہ۔

۷ بیدار، علوی:

توئی حارث و والی ملک و مال — توئی صاحب عز و جاہ و جلال

به درگاهِ تو ہر کہ کھٹ پٹ کند | خدائیش به یک لحہ[۸] چٹ پٹ کند
جو تجھ کو بُرا من میں چیتا کرے | غپاغپ، شپاشپ کے پالے پڑے
من از ضُعف چوں چونی و بھوسیم | نہ[۹] چوں زیں به سرِفیل منگلوسیم
مرا طاقتِ ٹکّرِ او کجا ست | تن[۱۰] و توش و رنگش چو کالی گھٹا ست
به امرِ تو شد ٹنُوے من معاف | مگر او دریں می کند اختلاف
شود گر به یاقوت پروانگی | به ہوش آرد او را ز دیوانگی
تنِ من ازیں غم جھِلَنگا[۱۱] شده | ولے نام تیرا پتَنگا[۱۲] شده

---

۸ لندن: به یک بار۔ بیدار، علوی، نعیم: به یک لحظہ۔

۹ نعیم: نہ چوں زی سرِفیل منگلوسیم۔ محمدی، علوی، بیدار میں مصرع مطابقِ نعیم اِس فرق کے ساتھ کہ ان نسخوں میں "چوں ری" ہے۔ رے اور زے کا فرق کرشمۂ کتابت معلوم ہوتا ہے۔ برلن: نہ چوں ری بسر فیل منگلوسیم۔ بمبئی: نہ چوں سر به سرِفیل منگلوسیم۔ لندن: نہ چوں زیں بسر فیل منگلوسیم۔ "فیلِ منگلوسی" لغت میں موجود ہے به معنی: موٹا، ہٹا کٹا۔ "بسر فیل منگلوسیم" اور "سرِفیل منگلوسیم" میں ترجیح کا فیصلہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ "زیں" یا "زی" (زے) کو زین العابدین کا مخفف نام ماننا ہوگا۔ مختصر یہ کہ یہ مصرع صاف نہیں۔ یہ طے کرنا فی الوقت بہت مشکل ہے کہ اصلاً مصرع کس طرح تھا۔ مصرعے کا مفہوم تو واضح ہے مگر الفاظ واضح نہیں۔ میں نے فی الوقت اِس مصرعے کو لندن کے مطابق نقل کر دیا ہے اِس توقّع کے ساتھ کہ آیندہ کسی بہتر خطّی نسخے کے مِل جانے سے ایسے بعض دوسرے مقامات کی طرح اِس مصرعے کی تصحیح بھی کماحقّہٗ ہو سکے گی۔ اِس مصرعے کے "فیل" اور اگلے شعر کے لفظ "ٹکّر" سے یہ خیال تو ہوتا ہے کہ اِس مصرعے میں لفظ "سر" ضرور آیا ہے۔

۱۰ بیدار، علوی، نعیم: تن و توش آں کس۔

۱۱ جھِلَنگا: وہ چارپائی جس کے بان ٹوٹ کر لٹک گئے ہوں اور ادوان بھی بوسیدہ ہوگئی ہو۔

۱۲ "پتنگا" به کسرِ دوم اور به فتحِ دوم، دونوں طرح ہے۔ جھِلَنگا" کی رعایت سے یہاں به فتحِ دوم مرجح رہے گا۔ "پتنگا" پروانے کو کہتے ہیں، نیز "چنگاری، چراغ یا کوئلے وغیرہ کی آگ کا پھول" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پتنگا ہونا: جلدی جلدی حرکت کرنا، چستی پھرتی سے کام انجام دینا (اردو لغت)۔ اِس مصرعے میں اِنھی معنوں کی رعایت سے یہ مفہوم مراد لیا گیا ہے کہ تیرے نام نے میرے اندر طاقت و توانائی بھر دی ہے۔

آخر الامر چوں ابیاتِ مسطور بہ نظرِ اقدس گذشت، تبسّم کہ نصفُ الضحک باشد، فرمودند و ناظر را پروانگی دادند کہ زین[۱۳] العابدین مزاحمِ ایں معنی نہ شود، دیدہ و دانستہ بہ میر جعفر اسپ معاف فرمودیم۔

---

(۲)

## مورچل[۱۴] نامہ

توبہ ازیں وسوسۂ مورچل[۱۵] — دم بہ دم از دَمدمہ[۱۶] جاں در خلل
توبہ ازیں مسکنِ روزن فراخ — روز و شب آوازۂ پھُس، پوں، پٹاخ
توبہ ازیں مسکنِ پُر شور و شر — مرحلۂ پُر خلل و خوف و ڈر
از نظرِ عالمیاں شد اَلوپ[۱۷] — گنبدِ گردوں ز صدا ہاے توپ
بان و تفنگ است بہ ہر صبح و شام — تیر و خدنگ است، دگر والسّلام
خاک بریں زیستن و زندگی — جاں بہ خلل، دل بہ پراگندگی
رُوز بہ ہیبت گذرد، شب بہ ہَول — خاک بریں زیستن و فعل و قول
پُر خس و خاشاک بہ سر ٹوکری — نزدِ خرد بہتر ازیں نوکری

---

۱۳ لندن: بہ مرزا زین العابدین بگویند کہ۔

۱۴ بمبئی: توبہ نامہ و مذمّت نوکری۔ نعیم: مورچال نامہ۔

۱۵ اصل لفظ "مورچال" ہے۔ یہ "مورچہ" سے بنا ہے (پلیٹس)۔ "مورچل" اِسی کی مخفف صورت ہے۔

۱۶ دَمدمہ: عارضی قلعہ، جو تھیلوں (بوریوں) میں ریت یا مٹی بھر کر اور اُنھیں چاروں طرف چُن کر بنالیا جاتا ہے: دھس، بندوقچیوں کی پناہ گاہ۔

۱۷ اَلوپ: پوشیدہ، غائب، نظر نہ آنے والا۔

جعفر! ازیں کوچہ پسِ مور[18] چل
شرمِ حضوری مکن و لوٹ چل

(۳)

## ہجو[19] شاہ زادہ محمد کام بخش[20]

زہے شاہِ والا گُہر کام بخش — کہ غُچّی[21] بُو کردِ پچّی[22] و پُخش

۱۸ علوی، بیدار: جعفرازیں کوچہ بس (پس؟) مورچل۔ نعیم: جعفرازیں کج گلی (گلی؟) مورچل۔ بمبئی: جعفرازیں کشاکش مورچل۔ میرا خیال ہے کہ ''کوچہ پسِ مورچل'' [یا کوچۂ پس مورچل] وہی ہے جسے ''سلامت کوچہ'' اور ''کوچہ سلامت'' بھی کہتے ہیں۔ ''کوچہ سلامت: ڈھکا ہوا راستہ، سرنگ، چور گلی یا راستہ، جو مثل خندق کے ترچھا ٹیڑھا بناتے ہیں تاکہ فوج اُس راستے کی کجیوں کی آڑ میں صحیح سلامت قلعۂ غنیم تک پہنچ سکے۔ حملہ آور سپاہیوں کے لیے دشمن پر حملے کا محفوظ راستہ'' (اردو لغت)۔ جعفر نے ہجوِ عصمت النسا بیگم میں ''سلامت کوچہ'' نظم کیا ہے:

سلامت کوچہ ہست آں پیچۂ تو — کہ دارد فوج شہ دروے گذارا

۱۹ لندن ا: جفت شدن شاہ زادہ کام بخش با گوسفند۔ بمبئی: جفتی نامۂ شہ زادۂ والا گہر بابُز در اورنگ آباد گفتہ۔ باقی نسخوں میں ''ہجو شاہ زادہ محمد کام بخش'' ہے۔ لندن کے عنوان میں جو ''در اورنگ آباد گفتہ'' ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہجو اسی وقت کہی تھی جب وہ دکن میں شاہ زادے کی فوج میں ملازم تھا۔ ''شہنشاہ را گر رسد ایں خبر'' اِسی سلسلے کا ٹکڑا ہے۔

۲۰ اورنگ زیب عالم گیر کا سب سے چھوٹا بیٹا۔ عالم گیر کے انتقال کے بعد بھائیوں میں تختِ سلطنت کے لیے جو لڑائی ہوئی تھی، اُس میں ''کام بخش'' نے ۳ رذوالقعدہ ۱۱۲۰ھ/۱۳رجنوری ۱۷۰۹ء کو حیدر آباد دکن کے قریب معظم کی فوج سے شکست کھائی اور مارا گیا'' [دائرۂ معارف اسلامیہ، جلدِ پنجم، ص ۱۰۴]۔

۲۱ غُچّو' [نیز غچّو پارا۔ غچّو پالا] گلی ڈنڈے کے کھیل میں لڑکے زمین میں جو چھوٹا سا سوراخ بناتے ہیں، اُسی کی ایک شکل ''غچّی'' بھی ہے (اور ''گچّی'' بھی)۔ اس جگہ سے گلی گچّی جاتی ہے۔

۲۲ پچّی: ''جو چوٹ پا کر چوڑا یا دباؤ کے صدمے سے چپٹا ہو جائے، پچکا ہوا''۔ پُخش: کُھلا ہوا، پھیلا ہوا، جھری دار'' (اردو لغت)۔

دُم بز بہ یک دست پھیلائے کر — دیا پیل ڈھپو[۲۳] کو پھنائے[۲۴] کر
چناں در کسِ بز فرو برد کپر — کہ لرزید از ہیبتش مادہ شیر[۲۵]
پھُر[۲۶] ساخت آں روزنِ تنگ را — چلا داد نامِ تمرلنگ[۲۷] را
چناں گھسّہ و ٹِلّہ[۲۸] درخواست کرد — کہ صد سکّہٗ سلطنت راست[۲۹] کرد

---

۲۳ ڈھپو، ڈپو: بہت بڑا، بہت موٹا (پلیٹس)۔ بعض نسخوں میں ''ڈپو'' ہے اور بعض میں ڈھپو''۔ میں نے ''پھنائے کر'' کی صوتی مناسبت سے ''ڈھپو'' لکھا ہے [مجازاً: عضوِ تناسل]۔

۲۴ ''پھنانا: سانپ کا غصّے سے پھن اُٹھانا اور پھنکار مارنا۔ نہایت غضب ناک ہونا، دفعتاً غصّے میں بھر جانا'' (آصفیہ)۔ یہاں مراد ہے جوش میں آکر آمادۂ کار ہو جانا۔

۲۵ ''مادہ شیر'' شیرنی کو کہیں گے۔ غالباً جعفر کا یہ کہنا ہے کہ وہ بز (بکری، جس کا نام اُس نے ''منوہر'' لکھا ہے، ساتویں شعر میں) وہ اگرچہ شیرنی جیسی تھی، مگر وہ بھی کانپنے لگی۔ سب نسخوں میں ''مادہ شیر'' ہے۔ ایک لفظ ہے: چھیری، بکری کے معنی میں؛ بہ خوبی ممکن ہے کہ جعفر نے شاعرانہ تصرّف کے واسطے سے یہاں ''چھیر'' لکھا ہو بہ معنی چھیری۔

۲۶ پھُر: چشمہ، جوہڑ۔

۲۷ تیمور لنگ۔ ولادت: ۸/اپریل ۱۳۳۶ء۔ انتقال: ۱۸/فروری ۱۴۰۴ء [دائرۂ معارف اسلامیہ، جلدِ ششم۔ تیمور سے متعلق مختصر حالات اور مفصل مآخذ کے لیے اِس کتاب کو دیکھا جا سکتا ہے]۔

۲۸ ٹِلا اور ٹَلا، دونوں طرح درست ہے۔ چوں کہ اِس کے بعد کا لفظ ''گھِسّہ'' بہ کسرِ اوّل ہے، یوں صوتی مناسبت کے لحاظ سے یہاں اِسے بہ کسرِ اوّل پڑھنا بہتر ہوگا۔ ٹِلا: دھکّا، ضرب، ٹکور (اردو لغت)۔ [ٹلّے نویسی: دھکّے گننے یا لکھنے کا عمل]۔

۲۹ دوسرے مصرعے کو پڑھ کر تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا کا یہ اندراج یاد آ گیا:

شیخ صاحب (ناسخ) محلۂ ٹکسال لکھنؤ میں رہتے تھے۔ مرزائی صاحب سے محبّت دلی رکھتے تھے...... ایک روز کی نقل ہے کہ میرزائی صاحب نے اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ صاحب سے کچھ روپیہ قرض منگا بھیجا...... شیخ صاحب نے حسبُ الطلب بھیج دیا اور ایک پرچے پر یہ شعر فارسی کا میرزائی صاحب کو لکھ بھیجا، وہ شعر یہ ہے:

چہ پروا از زر و دینار داری — چو دارُ الضرب در شلوار داری

[مرتبہ مشفق خواجہ، جلدِ دوم، ص ۵۷]

لبِ[۳۰] جُفتۂ بُز چو پیوند شد		رہِ موتنی، مینگنی بند شد

گھُسیڑا گھُسیڑی کہ می کرد شاہ		منوہر پڑی خفیہ می کرد آہ

دُبُرگاہ در زیرِ دُم چاک شد		صدائے غُچاچ غُچ بر افلاک شد

ازیں غَپ غَپاغَپ، ازیں غُچ غُچاک		دلِ دایہ و ماما[۳۱] شد سہمناک

دویدند و مانع شدند از ادب		کہ اے پادشہ زادہ عالی نسب

توئی صاحب و وارثِ تخت و تیغ		مزن ہم چنیں گھسّۂ بے دریغ[۳۲]

شہنشاہ را گر رسد ایں خبر		تراشد سرِ ما و سازد بدر

بہ خاطر نیاورد شہ از اُمنگ		لگا مارنے ٹلّۂ ہفت رنگ

پس آنگہ برآمد عرق مُو بہ مُو		بکر چُود شہ زادہ شد سُرخ رو

غَپاغَپ، غُچاچُغ، غَپاغَپ، غُچاک		غَپرغَپ، غُچرغُچ، شدہ پون پاک

فضولی مکن جعفرا! اکنوں خموش

کہ حق پردہ پوش است و پوزش نیوش

---

۳۰ بمبئی میں اسی طرح ہے۔ باقی نسخوں میں مصرع اس طرح ہے: لبِ خصیہ بر چوت پیوند شد۔ بمبئی کا متن ہر لحاظ سے بہتر ہے، اس لیے اُسی کو ترجیح دی گئی۔ جُفتہ: شکن، سلوٹ، درار، شگاف (اردو لغت)۔ مفہوم یہ ہے کہ اُس عمل کے دوران بکری کی ''دُبُرگاہ'' کے دونوں کنارے (لب) اس طرح پیوند ہو گئے کہ رہِ موتنی مینگنی بند شد۔ یہ دوسرا مصرع کئی نسخوں میں اس طرح ہے: رہِ ہگنی و موتنی بند شد۔ بمبئی میں ''موتنی مینگنی'' ہے، اسی کو مرجح خیال کیا گیا ہے۔

۳۱ بیش تر نسخوں میں ''دل دایہ و مایہ'' ہے؛ مگر ''مایہ'' یہاں قطعی طور پر بے محل ہے۔ ایک نسخے میں ''ماما'' ہے (دلِ دایہ و ماما) اور یہی درست ہے۔ ماما: ...... خادمہ، ملازمہ، دائی۔ مسلمانوں کے ہاں جو عورت خدمت کے واسطے نوکر ہو، ''ماما'' کہلاتی ہے (آصفیہ)۔

۳۲ دریغ بہ فتحِ اوّل اور بہ کسرِ اوّل (دَریغ - دِریغ) دونوں طرح درست ہے [فرہنگِ فارسی]۔

(۴)

## حسبِ حالِ خود گفتہ[۳۳]

تنہا شدی اندر سفر، کہ جعفر اب کیسی بنی! — اُفتادی اندر بحر و بر، کہ جعفر اب کیسی بنی![۳۴]
در بے کسی ہا بودۂ[۳۵]، با درد و غم آلودۂ — مفلس شدی و در بہ در، کہ جعفر اب کیسی بنی!
با عشرت[۳۶] و غم ساختی، با درد و غم پرداختی — گہ صاجبی و گہ نفر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
از ہجوِ آں سلطانِ خود، کردی پریشاں جانِ خود — درماندۂ[۳۷] بے بال و پر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
اسبابِ غم برداشتی، تخمِ فلاکت کاشتی — اُکنوں کجا آں سیم و زر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
آں دیدنِ شہ زادہ کو، آں ساقی و آں بادہ کو — کردی خطا خود سر بہ سر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
فالودہ و فرنی چہ شد، پن بھتہ و شرنی[۳۸] چہ شد — آں بستر[۳۹] و بالیس کدھر، کہ جعفر اب کیسی بنی!

---

۳۳ نعیم: مسافرنامہ حسب حال خود۔ بمبئی، محمدی، علوی، بیدار: ہجو نوکر۔ [لندن: حسب حال خود گفتہ]۔

۳۴ نعیم میں "کیسے بنے" ہے۔ "اب" کی مناسبت سے میری رائے میں "بنی" بہتر ہے۔

۳۵ نعیم: در بیکسی افتادۂ با درد و غم آلودہ۔ محمدی، بیدار، بمبئی: در بیکسی تا بودۂ۔ لندن: در بیکسی افتادہ ئی بادرد و غم آبادئی۔

۳۶ نعیم: با حسرت و غم۔ لندن: باغربت و غم۔ [باقی نسخوں میں "با عشرت و غم" ہے]۔ دوسرے مصرعے کے "گہ، صاجبی و گہ نفر" کے لحاظ سے (جس میں تقابل ہے: صاحب، نفر) اِس مصرعے میں بھی "عشرت و غم" مرجح معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی عشرت اور غم کے تقابل سے دونوں مصرعوں کے بیان میں توازن پیدا ہو جائے گا۔

۳۷ لندن: واماندۂ۔ ۳۸ علوی، بمبئی، نعیم: فالودہ و فرنی چہ شد پن بھتہ و شربت چہ شد۔ بیدار: فالودہ و فرنی چہ شد آں بھتہ و کھرنی چہ شد۔ "پن بھتہ و شربت" واضح طور پر درست نہیں۔ "فرنی" کا ہم قافیہ "شربت" کیسے ہو سکتا ہے۔ لندن میں مصرع یوں ہے: فالودہ و فرنی چہ شد پن بھتہ و شرنی چہ شد؛ اور یہی صحیح صورت ہے۔ "شرنی"، "شیرینی" کی مخفف صورت ہے اور یہ لغت میں موجود ہے مع اسناد [اردو لغت]۔

۳۹ علوی، بیدار: واں بستر و بالیس چہ شد۔ بمبئی: واں بستر بالیس چہ پر۔ لندن اور بیدار میں "بستر و بالیس کدھر" ہے اور یہی صحیح صورت ہے۔

مرہونِ خار و خس شدی، ممنونِ ہر ناکس شدی — گشتی چو سنگِ رہ گذر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
امروز غم ہمراہِ تو، با نالۂ جاں کاہِ تو — شد در بیابانت مقر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
آں پاسبانِ چند کو، آں صحبتِ دل بند کو — اُفتادی[40] اندر رہ گذر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
با بادشہ تیں بیَر کی، سر پر خدا نے خیر کی — تا حال[41] ہم داری خطر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
وہ ذوق ہر دم کا کہاں، وہ عطر بیگم کا کہاں — در خاک شد آں کرّ و فر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
از لفظِ بے معنیِّ خود وز لاف[42] لایعنیِّ خود — محتاجی از ہر خشک و تر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
وہ[43] مان، وہ آدر کہاں، وہ لونڈیِ نادر کہاں — حالا نہ یابی آں وَقَر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
با ناز و نعمت بودۂ، سر بر فلک فرسودۂ — اکنوں کجا آں بار و بر، کہ جعفر اب کیسی بنی!

دل کو ٹھکانے لاؤ اب، کر صبر[44] مت پچتاؤ اب
ہرگز مگو بارِ دگر، کہ جعفر اب کیسی بنی!

---

۴۰ نعیم، لندن: افتادی اکنوں در خطر۔
۴۱ بیدار، علوی، بمبئی: تا حال ہم داری حذر۔ لندن: تا حال داری ہم گذر۔
۴۲ نعیم، بمبئی، علوی، بیدار: در لاف۔ لندن: از حرف لایعنی خود۔
۴۳ بمبئی: وہ پان وہ آدر کجا وہ لونڈۂ نادر کجا۔ لندن: وہ لونڈۂ نادر کہاں۔ میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ ''لونڈی نادر'' یا ''لونڈۂ نادر'' کی جگہ اصلاً کون سے لفظ تھے یا یہ کہ کون سے لفظ ہو سکتے ہیں۔ میں نے نعیم کے مطابق مصرعے کو نقل کر دیا ہے یہ مان کر کہ شاید آیندہ کبھی اس مصرعے کی تصحیح ہو سکے۔
۴۴ بیدار، محمدی: مت جبر کو پچتاؤ اب۔ [اصلاً ''جبر کو'' کی جگہ ''جبر کر'' ہوگا۔ علوی میں یہی ہے]۔

# گنڈ مرواناما[1]

## [ہجوِ بہادر شاہ اوّل]

پان کھاکر گنڈ مروّا کھیلیے	باغ جاکر گنڈ مروّا کھیلیے
بادشاہی ہے بہادر شاہ[2] کی	بن بناکر گنڈ مروّا کھیلیے
بے تکلّف درمیانِ خاص و عام	ڈُھل[3] بجاکر گنڈ مروّا کھیلیے

---

۱ لندن: ابیاتِ دیگر در خوے کونیاں، یعنی گانڈ و نامہ۔ نعیم: حسبِ حالِ خود۔ باقی نسخوں میں ''گنڈ مروّانامہ'' ہے۔

۲ محمد معظم بہادر شاہ۔ یہ اورنگ زیب کا دوسرا بیٹا تھا۔ ''۱۸؍ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ/ ۲۲؍ مارچ ۱۷۰۷ء کو اپنے باپ کی وفات کی خبر سُن کر شاہ زادہ بڑی تیزی کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ لاہور کے قریب پہنچ کر اُس نے ''بہادر شاہ'' کا لقب اختیار کیا اور اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا...... زندگی کے آخری چند مہینے لاہور میں گزار کر بالآخر ۲۰؍ محرم ۱۱۲۴ھ/ ۲۷؍ فروری ۱۷۱۲ء کو اُس نے وفات پائی'' [دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلدِ پنجم]۔

۳ بیدار کے سوا باقی نسخوں میں ''ڈھول'' ہے، بیدار میں ''ڈُھل'' ہے۔ جعفر کے کلام میں لفظوں کی اِس انداز کی مخفف صورتیں ملتی ہیں، صرف دو مثالیں:

ہم نام کو اَسوار ہیں، رُزگار سے بیزار ہیں	یارو! ہمیشہ خوار ہیں، یہ نوکری کا حظ ہے
اگر شلور نہ باشد، کس کو غم ہے	لنگوٹا کھینچ کر سب سے اکڑ رہ

رزگار اور شلور، روزگار اور شلوار کی مخفف صورتیں ہیں۔ ایسی اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہی صورت ''ڈُھل'' کی ہے کہ یہ ''ڈھول'' کی مخفف صورت ہے۔ جس طرح ''رزگار'' اور ''شلور'' لکھا جائے گا، اُسی طرح ''ڈُھل'' لکھا جائے گا۔ متعلقہ شعر میں جس طرح ''شلور'' کو ''شلوار'' لکھنا درست نہیں ہوگا، کیوں کہ مصرع بحر سے خارج ہوجائے گا، اُسی طرح ''ڈُھل'' کی جگہ ''ڈھول'' لکھنا بھی درست نہیں ہوگا، یوں کہ اِس طرح مصرع ساقط الوزن ہوجائے گا۔ ویسے ''دَف'' سامنے کا لفظ ہے جو اِس شعر میں آسکتا ہے، مگر میں نے اصل لفظ (ڈُھل) کو بدلنا صحیح طریقۂ کار نہیں سمجھا، یوں کہ سبھی پیشِ نظر نسخوں میں یہی لفظ ہے۔ کسی مرتب کو اسے (یا ایسے دیگر الفاظ کو) بدلنے کا حق حاصل نہیں۔

اے جواناں! ہست دورِ[۴] بے خبر ہاتھ اُٹھا کر گنڈ مروّا کھیلیے
داڑھی اور مونچھیں جو ہیں مُنہ پر سفید سب مُنڈا کر گنڈ مروّا کھیلیے
درمیانِ جوہری بازار[۵] و چوک[۶] پان[۷] چبا کر گنڈ مروّا کھیلیے
بھگتیے اور بھانڈ و نٹوے[۸] رات دن گھر بُلا کر گنڈ مروّا کھیلیے
حکمِ قاضی، محتسب زائل شدہ دل بڑھا کر گنڈ مروّا کھیلیے
پدر سے اور باپ سے، اُستاد سے چھپ[۹] چھپا کر گنڈ مروّا کھیلیے
منصبِ عالی، وَلے جاگیر نیست واہ[۱۰] وا کر گنڈ مروّا کھیلیے
وقت آں آمد کہ در ہر بھیڑ بھاڑ گھُس گھُسا کر گنڈ مروّا کھیلیے

---

۴ بہادر شاہ کو ''شاہِ بے خبر'' کہا جاتا تھا۔ اُس نے بہت سے اعلا منصب مغل روایت کے برخلاف بے امتیازی کے ساتھ عطا کر دیے تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے محوّلہ بالا حوالہ۔

۵ علاقۂ چاندنی چوک دہلی کا معروف بازار دریبا کلاں، جہاں اب بھی صرّافہ بازار ہے۔

۶ سرسیّد نے آثار الصنادید میں ''اردو بازار اور چاندنی چوک'' کے تحت لکھا ہے: ''قلعے کے لاہوری دروازے سے چار سو اسّی (۴۸۰) گز پر ایک چوک ہے اسّی گز کا مربّع؛ اس چوک میں کوتوالی چبوترا ہے۔ اس چوک سے چار سو گز آگے ایک اور چوک ہشت پہل، سو گز سے سو گز، اُس چوک کو ''چاندنی چوک'' کہتے ہیں۔ اُس کے آگے چار سو ساٹھ (۴۶۰) گز لمبا اور بازار ہے...... اُس بازار کے سرے پر فتح پوری مسجد ہے'' [طبعِ دوم، ص ۵۲]۔

۷ بیدار میں ''پان کھا کر'' ہے۔ غالباً ناقل نے یہ خیال کیا ہوگا کہ ''پاں'' (مع نونِ غنہ) کچھ اچھا نہیں لگتا، ''پان کھا کر'' کیوں نہ لکھا جائے؛ مگر یہ خیال نہیں رہا کہ ''پان کھا کر'' اِس نظم کے پہلے ہی مصرعے میں آ چکا ہے۔ نعیم میں دوسرا مصرع یوں ہے: ٹانگ اٹھا کر گنڈ مروّا کھیلیے۔ ''ٹانگیں اُٹھا کر'' ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ ٹانگ اُٹھا کر موتنا ضرور آتا ہے۔ باقی نسخوں میں ''پاں چبا کر'' ہے اور یہاں یہی مرجح ہے۔

۸ بیدار میں ''اہلے'' ہے۔ یہاں یہ لفظ بے معنی ہے۔ جمبئی میں ''ہوئے'' ہے، یہی علوی میں ہے؛ یہ لفظ بھی یہاں بے معنی ہے۔ صحیح لفظ ''نٹوے'' ہے۔ نٹوے: ناچنے والے لڑکے، نچے۔

۹ لندن کے سوا باقی نسخوں میں یہی ہے۔ لندن: منہ چھپا کر۔

۱۰ لندن، نعیم: واے وا کر۔

دور آں آمد کہ وقتِ صبح و شام  کِھل کِھلا کر گنڈ مرّوا کھیلیے
عطر مَل کر چوتڑوں کے بیچ میں  مِل مِلا کر گنڈ مرّوا کھیلیے
چوں جہاں فانی است، آخر مُردن است  ہنس ہنسا کر گنڈ مرّوا کھیلیے
ہست ایں دارِ فنا پُر درد و غم  دُکھ بھلا کر گنڈ مرّوا کھیلیے

جعفرآ ! اب نوکری کا حظ نہیں
چت[11] لگا کر گنڈ مرّوا کھیلیے

---

[11] نعیم: چپ لگا کر۔ باقی نسخوں میں "چت لگا کر"، یہاں یہی برمحل ہے۔ چت لگانا: تیراکی کی اصطلاح ہے؛ پانی پر چت لیٹ جانا۔

## ہجوِ[1] خانِ جہاں

خانِ جہاں[2] کہ ازمہمِ ستسی گریختہ، در متھرا آمدہ نشستہ، وراہ و منزل و طُرُق و سُبُل[3] را خراب و عالمے را ویران ساختہ، ومُصحفِ بندہ بہ زور گرفتہ، نہ صلۂ مدح نہ قیمتِ مصحفِ شریف دادہ؛ لاجَرَم[4] ایں ہجو گفتہ شہرت دادم۔

خانِ جہاں! تم بھلے بگاڑیؔ[5]؛ تھُکّی داڑھی[6]، پھِٹّے مُنہ
ستسی کے اوپر گری سواری؛ تھُکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

---

ا۔ اِس کی ماں نے اورنگ زیب عالم گیر کو دودھ پلایا تھا—— ''میر ملک حسین نام، اِس کا باپ میر ابوالمعالی خوافی ہے۔ ...... سولھویں سالِ جلوسِ عالم گیری میں اصل و اضافے کے بعد چھے ہزاری ذات اور چھے ہزاری سوار دو اسپہ، سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا...... اٹھارویں سالِ جلوسِ عالم گیری ۱۰۸۶ھ [۷۶-۱۶۷۵ء] میں 'خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکل تاش' کا خطاب، اصل و اضافے کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور کرور دام کا انعام دے کر اس کو ہم عصروں میں مفتخر کیا'' [ مآثر الامرا، جلدِ اوّل، ص ۷۹۰]۔ مزید دیکھیے: اخبارات سیاہۂ دربارِ معلی، اندراج ۳، ۳۰۔

۲۔ مختلف نسخوں میں اِس عبارت کے کئی اجزا مختلف ہیں۔ میں نے تین قدیم نسخوں: کلکتہ، آزاد، برلن کی عبارتوں کے مختلف اجزا کو یک جا کر دیا ہے۔ [اندازِ بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ عبارت (اپنی اصل شکل میں) جعفر ہی کی لکھی ہوئی ہے]۔ ۳۔ سُبُل: سبیل کی جمع۔ سبیل: راستہ۔ ''طُرُق'' جمع ہے ''طریق'' بہ معنی راستہ کی۔ ۴۔ لاجرم: ضرورتاً، مجبوراً، نتیجتاً۔

۵۔ اس ٹکڑے کی قرائت کا تعین میں اعتماد کے ساتھ نہیں کرسکا۔ ''بھلے بگاڑی'' یا ''بھلی بگاڑی'' دونوں طرح اِسے پڑھا جاسکتا ہے۔ مفہوم بہ ہر طور واضح ہے کہ تم نے بہت بگاڑا ہے حالات اور انتظام کو، یا یہ کہ تم بڑے بگاڑنے والے ہو۔

۶۔ ''تھُکّی داڑھی'' سے ایسا شخص مراد ہے جو ذلیل، رسوا، بدنام ہو۔ ایسا شخص جسے بہت ذلیل سمجھا گیا ہو۔ [تھُکائی: ذلت، رسوائی، بدنامی]۔ پھِٹّے مُنہ: ملعون، منحوس، جس کے چہرے پر پھٹکار برس رہی ہو۔ بعض نسخوں میں ''داڑھی'' ہے اور بعض میں ڈاڑھی۔ آزاد، برلن میں ''داڑھی'' ہے، اِنھی نسخوں کی مطابقت اختیار کی گئی ہے۔

نیکو کردی نمک حلالی، شاباش تیری نیّت[۸] کو

آ کر ہندستان[۹] اجاڑی؛ تھکّی داڑھی، پھٹّے مُنہ

بوزنا[۱۰] بھونرا خرچ نمودی، کار از دستت ہیچ نہ شد

سنسی جا کر کیا اؤپاڑی؛ تھکّی داڑھی، پھٹّے مُنہ

ریشِ تو باشد جُنبک جُنباں، لرزک[۱۱] لرزاں پھندناسی

یہ تیس مَن میں[۱۲] کیا (ہے) بچاری؛ تھکّی داڑھی، پھٹّے مُنہ

خلقِ جہاں را رؤ چہ نمائی، لعنت تیری ہمّت کو

باٹ[۱۳] بٹوہی بھلی سنواری؛ تھکّی داڑھی، پھٹّے مُنہ

---

۷ سب نسخوں میں (دونوں جگہ) یہی ہے۔ مآثر الامرا میں ''سانسی'' کا حوالہ آتا ہے (جلدِ اوّل ص ۷۹۷)۔ ایک جگہ ''سنسنی'' بھی آیا ہے (جلدِ سوم ص ۵۴۵)۔

۸ بعض نسخوں میں ''ہمّت'' ہے۔ لندن ا، کلکتہ، برلن، آزاد، رضا میں ''نیّت'' ہے، یوں اِسی کو ترجیح دی گئی ہے۔

۹ سب نسخوں میں یہی ہے۔ ''ہندستان اُجاڑی'' بہ ظاہر درست نہیں معلوم ہوتا۔ اصلاً یہاں کیا تھا، اِس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

۱۰ بوزنا بھونرا: خزانہ، مال۔

۱۱ اصلی مصدر ''اُپاڑنا'' ہے: جڑ سے اکھاڑنا، نیست و نابود کر دینا۔ مجازاً: بگاڑنا۔ یہاں یہ لفظ بہ طورِ طنز آیا ہے کہ تو نے وہاں جا کر کیا کر لیا، کس کا کیا بگاڑ لیا؛ یعنی کچھ نہیں کر پایا۔ ''اوپاڑی'' میں واو کا اشباع ہے اور ایسے اشباع کی مثالیں ملتی ہیں، جیسے: اُستاد، اوستاد۔ چوں کہ پہلے الف کے پیش کو ظاہر کرنے کے لیے بہت سے لفظوں میں زائد واو لکھا جاتا تھا (جیسے اوس [اُس] پہونچنا [پہنچنا] وغیرہ)؛ اِس قدیم طرزِ کتابت کے اثر سے ''اُپاڑنا'' کو ''اوپاڑنا'' لکھا گیا اور وزنِ شعر کی ضرورت سے واو کے اشباع سے کام لے لیا گیا۔

۱۱ جُنبک مصدر ''جُنبیدن'' سے بنا ہے۔ جُنبیدن: ہلنا، حرکت کرنا۔ جُنبک جُنباں: ہلتی ہوئی، ہر وقت جس داڑھی کے بال اِدھر اُدھر ہوتے رہتے ہوں۔ ''لرزیدن'' مصدر سے ''لرزاں'' بنا ہے اور ''جنبک'' کے انداز پر اُس سے ''لرزک'' بنا لیا گیا ہے۔ معنی وہی ہیں۔

۱۲ بعض نسخوں میں: یہ تیس چت من کہاں بچاری۔ ۱۳ باٹ: راستہ۔ بٹوہی (بٹوئی): راہ گیر، راستہ چلنے والا، مسافر۔ بہ ظاہر ''باٹ بٹوہی'' ایک کلمے کے طور پر آیا ہے۔

با ایں خواری شرم نہ داری، آمدہ متھرا بنشستی[14]

گھر گھر تجھ پر ہو تھُکاری[15]؛ تھُکّی داڑھی، پھٹے مُنہ

منصب داری ہفت[16] ہزاری، جاہ وجلالت صد چنداں[17]

تیری سُدھ بُدھ[18] کن نے بِساری[19]؛ تھُکّی داڑھی، پھٹے مُنہ

متھرا آکر جیو چھپایا لُنڈک لُنڈا[20]، بُوبک[21] نے

نگر[22] سرا کی کہیں بھٹاری[23]؛ تھُکّی داڑھی، پھٹے مُنہ

گر تو بخواہی عزّت و حرمت، سعی نمائی از تہِ دل

نا پھر تجھ پر آوے خواری؛ تھُکّی داڑھی، پھٹے مُنہ

دکھن میں تھے ڈنکے بجتے، یہاں کیوں اب تم رِینکے[24] جی!

کس کارن تم ہمت ہاری؛ تھُکّی داڑھی، پھٹے مُنہ

---

۱۴ وزنِ شعر کے لحاظ سے اِسے ''بنِشَسی'' پڑھا جائے گا۔

۱۵ علوی: گھر گھر تجھ پر ہوئی تھکاری۔ رضا۱: پھٹکاری۔ [آزاد، برلن، کلکتہ، لندن۱: گھر گھر تجھ پر ہو تھکاری]۔ تھُکاری: تھوتھو، لعنت۔

۱۶ نعیم: پنجہزاری۔

۱۷ سَو گُنا، مراد ہے بہت، بہت زیادہ۔

۱۸ سُدھ بُدھ: ہوش، تمیز، عقل وشعور، ہوش وحواس۔

۱۹ بِسارنا: بھُلانا۔

۲۰ لُنڈا: لنڈورا، بے دُم کا۔ لُنڈک لُنڈا (کلمۂ تحقیر): دم کٹا، جس کا کوئی ساتھی نہ ہو۔

۲۱ بُوبک: بُڈّھا کھوسٹ، احمق۔

۲۲ قواعدِ عروض کے لحاظ سے اِس بحر میں رکنِ اوّل ''فَعَل'' نہیں آنا چاہیے، مگر اساتذہ (میر، سودا وغیرہ) کے یہاں اِس کی مثالیں ملتی ہیں (نَگَر سَرا کی: فَعَل فعولن)۔

۲۳ ''بھٹارا'' بھٹیارا کے معنی میں قدیم زبان میں ملتا ہے (اردو لغت)۔ ''بھٹاری'' کو اِس کی مونث شکل مانا جاسکتا ہے۔ [یہاں ''بھٹیاری'' ساقط الوزن ہوجائے گا]۔ لندن۱ میں ''بھٹاری'' ہے۔

۲۴ رِینکنا: گدھے کا بولنا، مجازاً: کسی آدمی کا بُری اور بلند آواز سے بولنا۔

اورنگ شہ متوالے سیتی، جاکر دولت خانے میں
کیسے کروگے ڈہنگ، جُہاری؛[۲۵] تھکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

مُلکِ دکھن تسخیر تو کردی، نام تو آں جا روشن شد
یھاں کیوں بھولے پان سُپاری؛[۲۶] تھکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

مطلبِ خود را پیش آوردی، غارت کردی عالم را
تجھ سے بھلی وہ کنیا گنواری؛ تھکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

اب تو خان و کوکلتاش و خانِ جہاں کیا بیٹھا ہے
نیچے تیرے دیجے چاری؛[۲۷] تھکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

مت کر زاری اے درباری، چَوپُڑی[۲۸] ساری واپس دہ
بوڑھے پن میں ایسی خواری؛ تھکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

قتل الموذی[۲۹] قبلَ الایذا کردی نِسیاں اے موچھن[۳۰]!
حق سے تیں کردی عیاری؛ تھکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

---

۲۵ جُہارنا، جُوہارنا: آداب بجالانا، سلام کرنا۔

۲۶ پان سُپاری: کسی مبارک موقعے پر، کسی تقریب میں مہمانوں کی خاطر تواضع کی رسم۔ [مراد یہ ہے کہ یہاں آکر لوگوں کی خاطر تواضع کی رسم کیوں بھول گئے۔ یہ غالباً شاعر نے اِس رعایت سے کہا ہے کہ خانِ جہاں نے جعفر کی طرف التفات نہیں کیا تھا، نہ مدح کا صلہ دیا تھا]۔

۲۷ چاری دینا: کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر آمادہ کرنے کا عمل، اشارہ، اُکساوا، نیچے سے اُکسانا، اُنگلیانا:

ڈھونڈے کوئی بارکش سے یاری     دے ہے کوئی چوتڑوں میں چاری

(اردو لغت)

۲۸ چَوپُڑی: بہی کھاتا (اردو لغت)۔ مراد یہ ہے کہ سارا حساب کتاب جمع کر، جو کچھ ظلم سے جمع کیا ہے، وہ سب واپس کر۔ دیکھیے: اجبارات سیاہہ معنٰی 'اندراج ۳۔

۲۹ موذی کو ایذا پہنچانے سے پہلے ہی قتل کر دینا چاہیے۔

۳۰ سبھی نسخوں میں یہی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ درحقیقت یہاں کون سا لفظ ہوگا۔ [بہ ظاہر ''اے موذی'' جیسے کسی کلمے کا محل ہے]۔

جاٹوں کو تیں پیٹھ دکھائی، لاج نہ آئی داڑھی کی
اب تو پہن تو ڈَنڈیا[۱۳۱] ساری؛ تھُکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

ہندستان چوں باغ و گلستاں، آمدہ کردی گورستان
کہتی تجھ کو بی بی، گنواری: تھُکّی داڑھی، پھِٹّے مُنہ

---

۱۳۱ ڈَنڈیا: ساڑی کی طرح کا ایک زنانہ لباس، جسے اکثر ہندو عورتیں پہنتی ہیں۔ یہ ایک لمبی چادر ہوتی ہے جو لہنگے کے اوپر باندھ کر کچھ حصّہ سر پر سے لے کر کمر سے دوسرے بازو تک لا کر ملا دیتے ہیں (اردو لغت)۔

# ہجوِ[1] عصمت النسا بیگم نواسیِ معمور خاں[2]

اَیا[3] اَہلَ الدُّو[4] پھڑکی وَالبُغارا پٹارِیْ[5] اللّنیذِ وَالغُپ الشُّپارا

---

1. برلن: دو پھڑکی نامہ در ہجو نواسی معمور خاں۔ لندن ا: دو پھڑکی نامہ در ہجو عصمت بیگم نواسی معمور خاں۔ کلکتہ: عظمت النسا۔

2. تاریخ محمدی اور مآثر الامرا میں اس نام کے دو افراد کا تذکرہ ملتا ہے: (۱) ''میر محمد یار مخاطب بہ معمور خاں، بن میر اسفند یار مخاطب بہ معمور خاں ثم بہ دلیر خاں، حسینی، معموری۔ از کبار امرائے عالم گیر شاہی۔ در صوبہ داری بیجاپور فوت شد'' [تاریخ محمدی مرتبہ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، ص ۱۲۔ تحتِ وفیات ۱۱۱۱ھ]۔ (۲) ''معمور خاں، میر ابوالفضل معموری۔ صحیح النسب سیّد اور اعلیٰ حسب مرد ہے...... معمور خاں اپنی قدیم خدمات اور قابلیت کی وجہ سے بادشاہ [مراد ہے اورنگ زیب عالم گیر] کی عنایات کا مورد تھا...... اس کی لڑکی جعفر علی خاں خراسانی کی بیوی ہے'' [مآثر الامرا (ترجمہ) جلدِ سوم، ص ۴۲۳۔ ناشر: مرکزی اردو بورڈ لاہور]۔ صاحبِ مآثر الامرا کی تحریر کے مطابق مشہور عالم گیری امیر نجابت خاں نے معمور خاں کو قتل کر دیا تھا (ایضاً)۔ میری رائے میں پیشِ نظر ہجو اسی معمور خاں کی نواسی سے متعلق ہے۔

3. اَیا: کلمۂ خطاب و تنبیہ۔

4. دو پھڑکی: فرج۔ یہ لفظ لغت میں نہیں ملا، لیکن خود جعفر نے ''فالنامہ'' میں اسے اسی معنی میں نظم کیا ہے:

باشی بہ عیش و عشرت و باچنگ و نائے و نوش بر کھڑکی دو پھڑکی تو کیر سود روے

[عوامی زبان میں فرج کو ''دو ورقی'' بھی کہا جاتا ہے]۔ بُغارا: کپڑے یا دیوار کا بڑا اور گہرا سوراخ۔ فغاں کا شعر ہے:

ناف کا چھید تو بُغارا ہے گویا لڑکوں کا غُچّی پارا ہے

یہاں مراد ہے: عورت کی شرم گاہ (فرج) کا سوراخ۔ یہ لفظ جعفر کی مختلف نظموں میں اسی معنی میں کئی جگہ آیا ہے۔

5. پٹاری: پتلی لکڑی کا بنا ہوا انگور رکھنے کا چھوٹا ڈبا، انگور کی ٹٹّی۔ یہاں اس سے مراد ہے عورت کی شرم گاہ، جسے عضوِ تناسل کی پٹاری کہا گیا ہے۔ [''پٹاری'' کی یٖ یہاں عربی ترکیب کی وجہ سے شاملِ

چونامت ہست عصمت بیگم، اَخ تھو　　قُم[۶] فی اللّیلِ خُذ موٹھ اُسپارا
اُلوفُ[۷] الثَّلَّۃِ الڈّقو[۸] سَتا کا　　ترا گایدٗ[۹] سمرقند و بخارا
چُدّگو لَیسَ[۱۰] وَالچُپاٹ فی الدّہر　　چوتو، اے لنڈ بازِ ئل بخارا[۹]

---

تلفظ نہیں ہوگی اور قواعد کے مطابق یہ درست ہے]۔ غُپ: حلق (وغیرہ) میں کسی چیز کے جلدی سے اُتر جانے کی آواز۔ سُپارا: عضوِ تناسل کا اوپری حصہ: حشفہ، سُپاری۔

[دراز کیر پہ لازم ہے لانگ کا آسن　　سُپارا جا نہ اڑے استخوانِ سینہ میں
کلیاتِ عریاں، ص ۳۰]

مصرعے کا مطلب یہ ہوا: اے ذَکر کی پٹاری والی اور سُپارا کو غپ سے ہپ کر لینے والی۔

۶ اس لیے رات میں اُٹھ اور سُپارا کی موٹھ پکڑ۔

۷ اُلوف: ہزاروں [''اَلف'' (بہ معنیِ ہزار) کی جمع]۔ ٹلّہ (ٹلّا): دھکا، ضرب۔ [یہ لفظ بہ فتحِ اوّل اور بہ کسرِ اوّل، (ٹَلّا - ٹِلّا) دونوں طرح درست ہے۔ اسی سے ''ٹلّے نویسی'' بنا ہے، دھکّے گننے یا لکھنے کا عمل۔ ''وقائعِ دربارِ معلیٰ'' میں جعفر نے لکھا ہے: یوم الپشم ...... فرمودند کہ خدمتِ ٹلّہ نویسی تمام ممالکِ محروسہ بہ نام نام بُردہ مقرر نمودہ شود۔ ''شرح بعضے اسمہا'' میں لکھا ہے: مرزا اندھا اہٹ بیگ: ہفت ٹلّۂ سمرقندی۔ ''نکاح نامہ'' میں لکھا ہے: نو دوئہ ٹلّۂ حریفانہ وملنگانہ ہر لحہ و ہر لحظہ ادا نمائی۔ ''قصیدہ درباب شہوت'' میں لکھا ہے:

گر میسّر شود زنِ فربہ　　ٹلّۂ ہفت رنگ را عشق است

ہجوِ شہزادہ کام بخش میں لکھا ہے: لگا مارنے ٹلّۂ ہفت رنگ۔ اس شعر میں قواعد کے لحاظ سے ''الوف'' کا استعمال محلِ نظر معلوم ہوتا ہے۔ بالفرض یوں ہوتا: بالفِ الثّلّۃِ'' تو یہ صحیح اور بہتر صورت ہوتی۔ مگر سبھی نسخوں میں 'الوف'' ہے۔ میں نے اسی کو برقرار رکھنا مناسب خیال کیا ہے۔ بس یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ شاعر نے یہاں فعل کو مقدّر مان لیا ہے، اس طرح ''الوف'' کی معنویت اور محلِ استعمال کو درست مان لیا گیا ہے]۔ شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ سَتاک سے اندر جانے والے ڈفو کے ہزاروں دھکّوں کے ساتھ اہلِ سمرقند و بخارا تیرے ساتھ جنسی عمل کریں۔

۸ ڈفو [اس کی ایک صورت ڈھپو اور ڈپو بھی ہے]: بہت موٹا، بہت بڑا (پلپیس)۔ مراد ہے مردانہ عضوِ تناسل۔ سَتا کا: سَتاک سے اندر جانے والا۔

۹ گاید: تیرے ساتھ جنسی عمل کرے [گاییدن: جنسی عمل میں مشغول ہونا، اس کا مرتکب ہونا]۔

۱۰ لَیس: نہیں ــــ چَپاٹ: چَپٹ باز، چپٹی باز [چپٹی: عورتوں کا آپس میں جنسی عمل کے انداز کو برتنا، اس طرح کہ فرج کو فرج سے رگڑنا (وغیرہ)۔

مَلِک لندھوٗر کا وہ گُرزِ مینار[۱۱] خِلالے در کُسِ تُست آشکارا
دراں جائے کہ باشد ایں خِلالت کرے کیا قلتباں[۱۲] چھجو بچارا
ترا صد شاخہ کیرِ لاخہ[۱۳] باید کہ ہستی کُس فراخ و خام[۱۴] پارا
چہ خوش گنجایشے داری تو در کُس کُس است ایں یا سرائے روشن آرا[۱۵]

---

۹ بُل: فرج، عورت کی شرم گاہ [''بُل مرائی'' متعارف کلمہ ہے۔ اب بیش تر اِس لفظ (بُل) میں لام کی جگہ رے آتی ہے]۔ شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ آج تیری طرح چُد گو اور چپٹی باز کوئی اور عورت نہیں —— بیدار، علوی: ڈھل بغارا۔

۱۱ طلسمِ ہوش رُبا کا معروف داستانی کردار: ''دارا و دولت آرائے سوادِ اعظم مُلکِ ہندستان و رُکنِ رکینِ لشکرِ اسلام، دل و جانِ صاحبقران، جانشینِ امیر یعنی لندھور بن سعدان''۔ اُس کا حربہ گُرز تھا: ''عمودِ نوزدہ منی'' یعنی اُنیس سو (۱۹۰۰) من کا وزنی گُرز [طلسمِ ہوش رُبا، جلدِ اوّل، ص ۲۵۶۔ خدا بخش لائبریری (پٹنہ) اڈیشن]۔

۱۲ قلتبان: وہ شخص جس کی بیوی بدکار ہو اور وہ جان بوجھ کر روک ٹوک نہ کرے، اُسے دوسروں کے پاس بھیجے: دیوٗث، بھڑوا —— ''چھجو'' عام نام ہے [دہلی میں ''گلی چھجو لاہور والے'' ہے (واقعاتِ دارالحکومت دہلی، جلدِ دوم، ص ۴۹۶)۔ یہاں شاعر کی مراد بہ ظاہر عصمت النسا کے شوہر سے ہے۔ یعنی تیری فرج کی فراخی کا یہ حال ہے کہ لندھور کا گُرزِ نوزدہ منی اُس کے لیے ایک خِلال کی حیثیت رکھتا ہے، تو پھر وہ چھجو بے چارہ (یعنی تیرا شوہر) کیا کر سکتا ہے (تجھے کس طرح مطمئن کر سکتا ہے)۔

۱۳ لاخ: پتھر۔

۱۴ خام پارا: وہ لڑکی جس نے بالغ ہونے سے پہلے جنسی عمل کا تجربہ کر لیا ہو۔ آوارہ، مکّارہ [بہ طورِ کنایہ دُنیا کو بھی کہا گیا ہے]۔

۱۵ ''سرائے روشن آرا'' سے متعلق کوشش کے باوجود میں کچھ معلوم نہیں کر سکا۔ دہلی میں روشن آرا کا باغ تو معروف ہے۔ واقعاتِ دارالحکومت دہلی میں اِس کا حوالہ موجود ہے [جلدِ دوم، ص ۴۹۷] لیکن ''سرائے روشن آرا'' کا حوالہ مجھے فی الوقت کسی کتاب میں نہیں ملا۔ سیر المنازل میں بھی اِس کا حوالہ نہیں ملا۔ ہاں روشن آرا (بنتِ شاہ جہاں بادشاہ) کی بہن جہاں آرا کی سرائے کا حال صاحبِ واقعات نے لکھا ہے [جلدِ دوم، ص ۲۳۵]۔

بہ پہنائی گُس تو بے مثال است — مگر ہے بھیم و ارجن کا اکھاڑا
چُدایا تو نے دنگل میں چھنلیا! — بجایا[16] جگ میں تَیں ایسا نقارا
ترا گایند آں جنّ و دَد و دیو — کہ ہو اَلبرز[17] سا جن کا سُپارا
بجھے تو بھی نہ چُل تیری چھنلیا! — جو ہَپ کر لے بخارا[18] کا منارا
چَنخی لوٗلی، چَنخی لوٗلی![19] اڑی رہ — نمی دانم ترا کِن کِن پچھاڑا
مُنڈا کر مونڈ،[20] تیری کاٹ کر ناک — گدھے اوپر چڑھاؤں یک سوارا
کروں تیرے ٹنے کا میں تنبورا — بناؤں جھانٹ کا تیری دوتارا
بجاؤں بھوسڑی تیری کے اَنچھر[21] — سناؤں خلق کو اے گُس پٹارا!
نمی خواہی، نمی خواہی بجز کیر[22] — چہ حال است ایں، بگوا اے زِشت کارا!

---

۱۶ بیدار: بجایا جنگ میں تو نے نقارا۔ علوی: بجایا جنگ میں ایسا نقارا۔ لندن: بجایا جگ میں تیں ایسا نقارا۔

۱۷ لندن: کہ ہووے سرو سا جن کا سپارا —— البرز: ''ایک کوہستانی سلسلہ...... مغربی حصے کی بلندی بہ طورِ اوسط دس ہزار فٹ سے کچھ ہی کم ہے اور اُس میں سب سے اونچی چوٹی دَماوند ہے، جس کی بلندی اٹھارہ ہزار چھے سو فٹ ہے'' [دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلدِ سوم، ص ۶۸]۔ ڈاکٹر معین نے فرہنگِ فارسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''البرز'' عام طور پر اونچے اور بڑے پہاڑ کے معنی میں مستعمل ہے [جلدِ پنجم، ص ۱۴۸]۔ اِس شعر میں غالباً یہی معنی مراد لیے گئے ہیں۔

۱۸ بخارا آج کل اُزبکستان کا حصہ ہے۔ ''بخارا کے آثارِ قدیمہ میں سے مندرجۂ ذیل تاریخی عمارتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں...... (۲) مینارۂ کلاں ۱۴۸ فٹ بلند۔ تعمیر: چھٹی صدی ہجری'' [دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلدِ چہارم، ص ۱۱۶]۔

۱۹ لوٗلی: ناچنے گانے والی عورت، رقاصہ۔ فاحشہ، رنڈی، کسبی (آصفیہ) —— چنخی: بے حیا، بے شرم، بیہودہ۔ [لغات میں ''چنخی'' مجھے نہیں ملا، صرف ''چنخے'' ملتا ہے (انھی معنوں میں)۔ جعفر نے ''چنخی'' کو ''چنخے'' کی تانیث کے طور پر استعمال کیا ہے]۔

۲۰ مونڈ: سر۔

۲۱ اَنچھر: حرف۔ جادو کے بول، منتر۔ مجازاً: وہ بات جو دل میں گھر کر لے، دل میں اُتر جائے۔

۲۲ کیر: عضوِ تناسل، ذَکر —— زشت کار: بُرے کام کرنے والا۔

کسِ تو خندقِ قندھار باشد | کہ سعداللہ خاں کا ہے دُوارا[۲۳]
نہ چیری جائے تیری چوت ہرگز | بود گر کیر ہم مثلِ کلھاڑا
چہ گویم وصفِ آں پیڑو کہ داری | نشانِ کوہِ قاف است آشکارا
کسِ تو رونقِ بازارِ فسق است[۲۴] | گذرگاہ است ہر شاہ و گدا را
نہ خواہد بودہ[۲۵] باشد چوں تو در دہر | بہ کس دادن بہ ایں رِفق[۲۶] و مُدارا
اری[۲۷] پھنکل، چُداسی، اُدماتی | تجھے ماں باپ سے ہے کیر پیارا
لبانِ[۲۸] بھوسڑی داری چہ پُرکار | کہ می ماند گرنڈا و سُپارا

---

۲۳ غالباً شاہجہانی دربار کے معروف امیر سعداللہ خاں کی ڈیوڑھی کا پھاٹک مراد ہے۔ یہ پھاٹک دریا گنج (دہلی) میں سرسید روڈ پر سرسید کے مکان کے پاس ہی ہے اور اب تک ''پھاٹک سعداللہ خاں'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

۲۴ علوی، بمبئی، بیدار: بازارِ عشق است۔

۲۵ سب نسخوں میں یہی ہے۔ میں اس ٹکڑے سے مطمئن نہیں، مگر میرے سامنے اس کا کوئی بدل موجود نہیں، اس لیے اصل کے مطابق نقل کر دیا گیا ہے۔

۲۶ رِفق: نرمی، خاطر داری۔ [بہ ایں رفق و مدارا: اس خوش دلی اور خاطر داری کے ساتھ]۔

۲۷ سب نسخوں میں یہ مصرع اِس طرح ہے: اری پھنکل چداسی اور اداسی۔ ''اُداسی'' واضح طور پر یہاں بے محل ہے۔ مجبوراً قیاسی تصحیح سے کام لیا گیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اصلاً یہاں ''اُدماتی'' تھا (جو معناً برمحل ہے) جو نقل در نقل کے نتیجے میں اور ''چُداسی'' کے ہم قافیہ ہونے کے خیال کے تحت ''اداسی'' سے بدل گیا۔ اسی خیال کے تحت یہاں قیاسی تصحیح سے کام لیا گیا ہے۔ یہ وضاحت کر دی جائے کہ ''اُدماتی'' اور ''اُدماتی'' دونوں مستعمل صورتیں ہیں [اردو لغت]۔ اُدماتی: شہوت پرست، بدمست —— چُداسی: جنسی عمل کی بہت شوقین، بہت خواہش مند، چُدگو —— پھنکل: سبھی نسخوں میں یہی ہے۔ یہ لفظ مجھے لغت میں نہیں ملا [یعنی جو لغت میرے سامنے ہیں اُن میں]، میرا خیال یہ ہے کہ یہ اُسی انداز کا جعفر کا تراشیدہ لفظ ہے جیسے اُس نے ''گند پھٹنی'' لکھا ہے [کسِ تاریک تو اے گند پھٹنی]۔ اِسے معناً ''فرج پھٹنی'' کا مرادف مانا جا سکتا ہے۔

۲۸ بیش تر نسخوں میں یہ مصرع اس طرح ہے: میاں بھوسڑی داری چو پرکار۔ مگر اس صورت میں معنویت نمایاں نہیں ہوتی۔ لندن ا میں یہ مصرع اسی طرح ہے جس طرح متن میں رکھا گیا ہے اور اس صورت میں ذرا سی تاویل سے معنویت کا تعین کیا جا سکتا ہے —— ''گرنڈ'' کے دو معنی ہیں: غازہ رکھنے کی

بھلی رَہٹی[۲۹] لگائی چوت کی تئیں
دہی غیر آشنا و آشنا را
نکالے اور پَیٹھالے[۳۰] مہا دیو
بہ فرجت کیرِ خود صبح و مَسارا
گُسِ تاریکِ تو اے گنڈ پھٹنی
نشانے می دہد تحتَ الثَّرا[۳۱] را
بہ وقتِ غَچ غَچا غَچ نخرۂ تو
بجنباند زِ جا ماہ و سُہا[۳۲] را
اگر خوش ہو نماید چیچۂ خویش
کند اِنزال خود مریخ تارا
سلامت[۳۳] کوچہ ہست آں چیچۂ تو
کہ دارد فوجِ شہ دروے گذارا
عجب داری دراں چیچہ، ثنا تنگ
سنگھاڑا گویم او را یا چھوارا
نُیَرزد چیچۂ تو نیم جَو را
فروشی در بہ در اے خام پارا!

---

ڈبیا۔ وہ معدنی پتھر جس پر چھری (وغیرہ) کی دھار تیز کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ تیری فرج کے دونوں پہلو (پاکھے) کیا پُرکار ہیں کہ سُپارا (ذکر) کی دھار کو (دُخول کے اعتبار سے) تیز تر کرتے رہتے ہیں، یعنی اُن کی رگڑ سے اُس کی صلاحیتِ دُخول بڑھتی رہتی ہے۔ ''گرنڈ'' کو ''گرنڈا'' بنالینا جعفر کے عام انداز سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔

۲۹ رَہٹی: چھوٹا رہٹ۔ معمول، دستور۔ قسط بندی: قرض کی رقم کی ادائگی جو بارہ مہینے جاری رہے۔ یعنی اُس کا تسلسل نہ ٹوٹے، مقررہ دور بندھا رہے جس طرح رہٹ کے پانی کا دور بندھا رہتا ہے (اردو لغت)۔ شعر کا مطلب یہ ہوا کہ تیری فرج کی رہٹی چلتی رہتی ہے اور تو آشنا اور غیر آشنا کو فیض یاب اور سیراب کرتی رہتی ہے۔

۳۰ پَیٹھانا: ''پَیٹھنا'' کی متعدی صورت۔ پَیٹھنا: داخل ہونا، گھسنا۔ پیوست ہونا۔ [نکالے اور پیٹھالے: بار بار نکالے اور داخل کرے]۔ اِس شعر میں ''را'' بہ ظاہر زائد اور بے محل معلوم ہوتا ہے، مگر قافیے کی رعایت کا التزام وجہِ جواز بن سکتا ہے۔

۳۱ تحتَ الثَّرا: زمین کا سب سے نیچے کا طبقہ، پاتال۔

۳۲ سُہا: بنات النعش کے تین ستاروں میں سے دوسرے ستارے کے قریب والا چھوٹا ستارہ، ایک ننھا مدھم ستارہ۔

۳۳ ایک راستہ مثل خندق کے بہت کج اور ٹیڑھا بناتے ہیں تاکہ فوج کے سپاہی اُس رستے کی کجیوں کی آڑ میں بچتے ہوئے نزدیک قلعۂ غنیم کے پہنچ جائیں۔ ''کوچہ'' مورچوں میں آنے کی راہ کو بھی کہتے ہیں اور وہ بھی سلامت کوچہ کہلاتا ہے (اردو لغت): کوچۂ سلامت۔ ''الہ وردی خاں معتمدِ کوچۂ سلامت و سر کردنِ مہم نقب شدہ'' [عملِ صالح، جلدِ دوم، ص ۴۰۔ مجلسِ ترقیِ ادب لاہور اڈیشن]۔

عجب آں روزنِ تنگِ تو سادہ[۳۴] — کہ در وے می رود آں لاٹھ سارا
گُند گر یک توجہِ شاہ بولا[۳۵] — شود آں چیچۂ تنگت، بُغارا
ترا گایَند اِخوانُ[۳۶] الشیاطین
دُعا کرتا ہے یہ جعفر بچارا

---

۳۴ "سادہ" کے (متعدد معانی میں سے) ایک معنی "بے کیف، بے رنگ، پھیکا" بھی ہیں (اردو لغت)۔

۳۵ شاہ بولا: دہلی کے ایک درویش ـــــــ شاہ بولا کا بڑ: شاہی زمانے میں یہاں ایک بڑا بڑ کا درخت تھا اور شاہ بولا نامی ایک درویش یہاں رہتے تھے، جن کی قبر اب تک یہاں موجود ہے...... داہنے ہاتھ کو نئی سڑک چلی گئی ہے [واقعاتِ دارالحکومت دہلی، جلدِ دوم، ص ۱۸۶]۔ شاہ بولا کے مفصّل حالات مجھے کسی کتاب میں نہیں ملے۔

۳۶ اِخوان: بھائی، بھائی بند۔ [ترا گایَند: تیرے ساتھ جنسی عمل کریں]۔

نوٹ: اِس نظم کے اشعار کی تعداد مختلف نسخوں میں مختلف ہے مثلاً: بمبئی، علوی، محمدی، برلن میں ۴۱ شعر ہیں۔ بیدار، رضا ۱، ۲ میں ۴۲ شعر ہیں۔ لندن ۲ میں ۴۴ شعر ہیں اور لندن ۱، نعیم میں ۴۵ شعر ہیں۔ اِن سب اشعار میں سے دس شعر ایسے ہیں جن کا متن بہت مغشوش ہے اور بعض مصرعوں کے بیشتر لفظ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتے۔ ذیل میں نو اشعار کو اُسی طرح نقل کیا جاتا ہے جس طرح وہ نعیم میں ہیں، ایک شعر کا حوالہ اِس سے پہلے آچکا ہے:

توئی کنجی و بجستی بے تکلف — کنی ارشاد پا نصد بے نوارا
کلنکی سنکھنی بھگنی عکینی — توے چودے تجھے آلو بخارا
اری سادہ بدہ آں تنگ چیچہ — بہ بھیم و ارجن و لچھمن ادھارا
کند یک روز نقلش شاہ بولا — کہ می گویند اور مرشد شمارا
اری ساد و تو ہے وقت غچاغچ — بہ پیش مادر خود آشکارا
تری چنچل منک چھیل بل لٹک چال — تو ہستی اندریں دور آشکارا
ترا می پرورد آں مادر تو — کہ تو اہی خورد کیر سنگ خارا
ترا ہم برسردار برندہ — رساند آں مدار و پایدارا
تلے تیرے پتا خاے طراخا — پہنچا دیوں گھیڑ اس بچ سارا

اگر قیاسی تصحیح سے کام لیا جائے تو اکثر مصرعے اِس طرح اور اِس قدر بدل جائیں گے کہ اُن کو جعفر کے بجائے مرتب کا کلام ماننا پڑے گا، اِس بنا پر اِس قدر وسیع قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا گیا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ بعض شعر الحاقی ہوں، یعنی ناقلین کے اضافے ہوں اور اُن کی کم سوادی کی ترجمانی کرتے ہوں۔

# ہجوِ سبھا چند[1]

سبھا چند جی! تم بڑے ڈھینگ[2] ہو
کہ گرو[3] پنکھ، اور بیل کے سینگ ہو

کہیں[4] سینگ اٹکائے کھڑ کھڑ کرو
کہیں پنکھ پھیلائے پھڑ پھڑ کرو

تجھے دے خدا دَرَب[5] اندھیر کا
لنڈوری[6] بچھڑ یا وڈھڑ شیر کا

دریں چوک[7] جوں غوک[8] ڈگتے رہو[9]
ککوڑوں مکوڑوں کو چگتے رہو

---

۱ بعض نسخوں میں سبھا نند ہے۔ میں نے آزاد، برلن، کلکتہ اور لندن ۱ کے مطابق ''سبھا چند'' لکھا ہے۔ اِس کی توثیق ہوتی ہے مآثر الامرا سے، جس میں ذوالفقار کے حالات کے ذیل میں اِس کا نام آیا ہے، اُس میں ''سبھا چند'' ہی ہے۔ یہ ذوالفقار خاں کا دیوان تھا اور بہت با اختیار تھا۔ مولفِ مآثر الامرا نے لکھا ہے: ''ذوالفقار خاں بھی سبھا چند کھتری کے اختیار میں (سلطنت کے) کاموں کو چھوڑ کر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا، جو شرارت اور بد ذاتی میں یکتا تھا''۔ مولف نے آگے چل کر مزید لکھا ہے کہ ذوالفقار خاں کے ''صاحبِ اختیار دیوان سبھا چند کے ہاتھوں مخلوق کو جو اذیتیں پہنچیں، وہ سب مل کر اُس کی تباہی کا سبب بن گئیں'' [ذوالفقار خاں کی تعریف میں ناصر علی کا یہ مطلع بہت مشہور ہوا ہے:

اے شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار
نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

ایضاً، جلدِ دوم، ص ۱۰۰]۔

۲ ڈھینگ: بہت موٹا، بہت بے وقوف۔

۳ گرو پنکھ: بڑے بڑے پروں والا پرندہ۔ ایک پرندے کا نام۔

۴ لندن ۱: کدھی — کدھی۔ رضا ۲: کبھو — کبھو۔

۵ دَرَب: تکلیف، ضرب، مار [اردو لغت]۔

۶ سب نسخوں میں یہ مصرع اِسی طرح ملتا ہے۔ تاویل کے ساتھ اِس کا ایک مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے تیرا احوال لنڈوری بچھڑیا جیسا ہے اور اپنے اقتدار کے اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسے تیرا دھڑ (اوپری حصہ) شیر کا ہے۔ یعنی شیر صورت، بچھڑیا سیرت۔

۷ بعض نسخوں میں ''دریں غول'' ہے۔ ۸ غوک: مینڈک۔ ۹ ڈگنا: لڑکھڑانا، بھٹکنا۔

نظر مت کرو سات اور پانچ پر مَبادا[10] پڑے بوجھ اب[11] کانچ پر
کچہری میں ڈنکا کرو سانچ کا نہ جوں بھُس[12] پتنگا کرو آنچ کا
ہماری نصیحت رکھو گوش بیچ جپو رام مالا، رہو ہوش بیچ
تمھارے تلے چھید ہے فیض کا نہ جی، بلکہ سوراخ ہے حیض کا
مجھے خان[13] سیتی ڈراوٴ متی[14] چتر[15] چیتی اپنی دکھاوٴ متی
منم جعفرؔ، اندر زٹل نام دار
پُچغل[16] کی اُچھل گانڈ پھاڑوں پچھاڑ[17]

---

[10] رضا: مبادا کہ زور آپڑے۔
[11] بمبئی، لندن ا: سب۔
[12] سب نسخوں میں یہ مصرع اسی طرح ہے۔ غالباً اُس معروف مثل کی طرف اشارہ ہے: بھُس میں چنگی ڈال جمالو الگ؛ یعنی بھس میں چنگاری مت ڈالو۔
[13] بعض نسخوں میں ''شاہ'' ہے۔
[14] ''مت'' کی ایک صورت۔
[15] ''چتر'' کے معنی ہیں: چالاک، ہوشیار۔ ''چیتنا'' کے معنی ہیں: ہوشیار ہونا، بیدار ہو جانا۔ میرا خیال ہے کہ ''چتر چیتی'' چالاکی، عیاری کے معنی میں آیا ہے۔
[16] بمبئی: چغل خور کی گانڈ ماروں پچھاڑ۔
[17] نعیم میں اِس شعر کے بعد یہ دو شعر بھی ہیں:
چرنجی رہو تم جگت میں سدا بنتا اب در گھگ بدا (کذا)
کروں کچکچا کر عرض شاہ سے نہ کر غیر حاضر مجھے ڈاہ سے
یہ شعر بیشتر نسخوں میں موجود نہیں، اِن کا متن بھی خاد ۔سقیم ہے۔ میری رائے میں واضح طور پر یہ کسی ناقل کے گڑھے ہوئے ہیں۔

# ہجوِ فتح علی خاں

قمر النسا بیگم[1] دخترِ خان جہاں بہادر بمن سی[2] روپیہ دہانیدہ بود۔ دیوانش فتح علی خاں بمن پنج روپیہ می داد۔ نہ گرفتم و ہجوِ او گفتہ بہ بیگم رسانیدم۔ بیگم جیو دیوان راطلبیدہ زَجر و توبیخ[3] کردہ، سی روپیہ بمن دہانید[4]۔ ہجوِ فتح علی خاں این است:

جو میں نے مدح بیگم کی بنائی — لکھی اور جائے گھر[4] میں پڑھ سُنائی
دلائے تیس، لیکن پانچ نکلے — فتح خاں کی الٰہی کانچ نکلے!
نہیں ایسا کہیں اوندھا[5] مُنڈا سا — حرامی موت، بھیرا[6]، چوت کا سا

---

1. بمبئی، ادبیات: شرافت و نجابت پناہ عصمت و عفت دستگاہ قمر النساء بیگم صاحب دختر خان جہاں بہادر در صلۂ مدح سی درم بہ بندہ دہانیدہ بود...... وسی درم بمن دادند۔ بیدار، علوی میں ''دختر خان جہاں بہادر'' موجود نہیں۔
2. زَجر و توبیخ: ڈانٹ پھٹکار، جھڑکی، ملامت۔
3. لندن ا: رسانید۔ کلکتہ: رسانیدند۔
4. پٹنہ: گھر میں جاکے۔ علوی، بیدار: جائے گھر میں۔ ادبیات: جاکے میں پڑھ کر سنائی۔ لندن ا میں اِس شعر کے بعد یہ دو شعر ہیں (جن کا متن پوری طرح خوانا نہیں):

   سخی داتا بہادر کی ہے بیٹی — بٹی شکر ...... زہے
   خدا کی نانو کی عاشق دوانی — زعصمت مریم و بلقیس ثانی

   قطعی طور پر میری یہ راے ہے کہ یہ کسی ناقل کا اضافہ ہیں۔
5. اوندھا: احمق، اُلٹی سمجھ کا۔ وہ شخص جس کو بدفعلی کرانے کی عدات ہو۔ اوندھا مُنڈا سا: وہ شخص بدفعلی کرانے کے لیے جو اوندھا پڑا رہے۔ [یہ معنی میں نے قیاساً لکھے ہیں]۔
6. علوی، بیدار، پٹنہ: بہرا۔ بمبئی، لندن: بھَڑوا۔ بھیرا: بہرا (اردو لغت)۔
7. بَلینڈا، بَلینڈا: چھپّر کے بیچ کا بڑا بانس۔ کھپریل یا چھت کی لمبی اور موٹی بلّی جو ایک پاکھے سے دوسرے پاکھے تک لگی ہوتی ہے۔

خدا کے حکم سے میں نے لکھا ہے  که میرا حق فتح خاں نے رکھا ہے
چلاؤں گانڈ میں اُس کی بَلینڈا  بَلینڈا سے دکھاؤں گڑھ[8] پرینڈا
نہ ہو زِنہار گانڈو سے بھلائی  که جن دِن تھوک سب جگ[9] سے مرائی
کہاں پائی فتح خاں جیو[10] نے خانی  که جن نے گانڈ اپنی کر نہ جائی[11]

ارے جعفر! نہ کر تو سوچ اپتا[12]
سخی کے نام سے تُو لاوَ چیتا[13]

---

۸ یہ علاقۂ دکن کے ایک معروف قلعے کا نام ہے۔ جعفر کی نظم "در تعریفِ اورنگ زیب" کا شعر ہے:
جسے را بہ حرفت بلینڈا کیا  کھنڈر کو مگر گڑھ پرینڈا کیا
دیکھیے اِس کا حاشیہ۔
۹ بمبئی: سب جگ میں۔
۱۰ علوی، بیدار: جی۔
۱۱ لندن ا میں اِس کے بعد یہ دو شعر بھی ہیں:
سخی در ہر دو عالم سر بلند است  سخی در بخش مارا ارجمند است
اجوں دو سے روپے مجکو دلائے  زری کی ایک تب مانگے نہ پائے
اِن شعروں کے متعلق بھی میری وہی رائے ہے جو حاشیہ[۲] کے اشعار کے متعلق ہے۔
۱۲ اپتا: اتنا۔
۱۳ چیتا: آرزو، تمنا، خیال۔ [چیتا" میں ی مجہول ہے۔ معروف و مجہول کا تفصیہ عہدِ ناسخ تک اردو میں ملتا ہے۔ ایک امکان یہ بھی ہے کہ اُس زمانے میں "اپتا" بھی بہ یائے مجہول (اپیتا) زبانوں پر ہو]۔

# ہجوِ[1] مرزا ذوالفقار بیگ کوتوالِ دہلی

بدیؔ[2] خصلت و مُمسک و نابکار ... شدہ خِلعتؔ[3] میرزا ذوالفقار
سگِ لینڈی از وے بِکو تر بود ... کہ از عَف عَفَش دُزد را ڈر بود
نہ ایں ذوالفقار است برروے کار ... کنیز است، نامش دَدا ساز وار[4]
ازیں پس بہ عزّت مخواں نامِ او ... کہ ریمؔ[5] است و خون است در جامِ او
بہ ہر جا کہ باشد چنیں کوتوال ... مُحال است بودنؔ[6] در آں جا، مُحال
بہ ہر سو کشاکش، لُٹا لوٹ ہے ... چھِنا چھِینی ہے اور کُٹا کوٹ ہے
بہ ہر سمت در شہر شَرّ است و شُور ... بہ ہر کُنج و کو ڈاکو و چور چورا[7]

---

۱ لندن: ہجو کوتوال شہر گفتہ شد۔ بیدار، آزاد: ہجو مرزا ذوالفقار بیگ۔ ادبیات: ہجو مرزا ذوالفقار خاں۔

۲ سب نسخوں میں "بدیں" ہے، مگر یہ لفظ یہاں کسی طرح برمحل نہیں۔ میں نے یہ مان لیا ہے کہ اصلاً "بدی" ہوگا۔

۳ رضا۱،۲: خلقت۔ آزاد، برلن: خلعت۔ فہیم میں "خصلت" ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ لفظ (خصلت) پہلے مصرعے میں آچکا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ خلقت ہو، خلعت ہو یا خصلت؛ پہلے مصرعے کی ساخت کے لحاظ سے (جس میں "مُمسک" اور "نابکار" کے الفاظ آئے ہیں) اِن تینوں لفظوں میں سے کوئی لفظ بھی برمحل نہیں۔ آزاد اور برلن قدیم نسخے ہیں، محض اِس لیے میں نے "خلعت" لکھا ہے۔

۴ دو نسخوں میں "سازگار" ہے۔ دَدا: وہ بوڑھی ملازمہ جس کی گود میں پرورش پائی ہو، کھِلائی، اَنّا۔

۵ ریم: پیپ۔

۶ "بودن" کے ایک معنی "رہنا" بھی ہیں۔ [بودن...... اقامت داشتن: فرہنگِ فارسی]۔

۷ علوی، پٹنہ، بیدار: بہر کوچہ ہے ڈاکہ اور چور چور۔ ادبیات، رضا۱، بمبئی: بہر کوچہ اش ڈاکہ و چور چور۔

۸ مختلف نسخوں میں یہ نام اِس طرح لکھا ہوا ہے کہ قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکا کہ کون سا لفظ ہے۔ میں نے رضا اور بمبئی کے مطابق لکھا ہے۔

ربودند اسپانِ نخّاس را بگشتند ہم چیتیئی[8] داس را

مَبادا چنیں حاکم اندر جہاں جفا پیشہ، خوں خوار اور سگ دہاں

حراست[9]، ریاست[10] نیاید ز گرگ کہ ہر چند باشد مُسِن و بزرگ[11]

اگر خوک[12] در باغ یابد مجال[13] کند شاخ و برگ و بُنِ ہر نہال

سخن نشنود مَردَک از اَبلہی ندارد بہ گوری دلش آگہی

ز بے ہوشیش ہر طرف شد فتور[14] زِ گر[15] گوشیش شور و غل دور دور

تھکا تھک تھک است بر حالِ او پھٹا پھٹ پھٹ است بر چالِ او

زِ مستی[16] ندارد خبر گانڈ کی نہ جی، بلکہ یہ نسل ہے بھانڈ کی

بیا جعفرؔ! اَلحال چپ باش چپ
رود میخ در کونِ نامرد غپ[17]

---

۹ حراست: نگہ بانی، محافظت، نگرانی۔
۱۰ ریاست: حکومت، سرداری، بادشاہت۔
۱۱ بمبئی، بیدار: نکو و بزرگ۔ رضا۱: سنین و بزرگ۔
۱۲ خوک: سؤر۔
۱۳ مَجال: گھومنے پھرنے کی جگہ، جولاں گاہ۔ مجال یابد: مراد یہ ہے کہ اگر خنزیر کو باغ میں داخل ہونے کا موقع مل جائے۔
۱۴ بیدار، بمبئی، ادبیات، پٹنہ، علوی: ہر طرف شر و شور۔
۱۵ گر: بہرا، گراں گوش۔ کرگوشی: بہرا پن۔
۱۶ لندن۱، بیدار، رضا۲: بہ سُستی۔
۱۷ مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو سزا اِس طرح ملتی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا [غَپ چُپ: چُپ چاپ، خاموش]۔

# ہجوِ[1] مرزا خدایار بیگ

زہے قدرتِ[2] پاک پروردگار — کہ مرزا خدایار مارا پچھاڑ
کروں اب خبر شہر و بازار کو — لگی آہ میری خدایار کو
خدایار پر صبر میرا پڑا — کہ تالاب پر یہ بکھیڑا پڑا
بہ دستِ حریفاں گرفتار شد — بہ پُشت و سرش مُشت و پَیزار[3] شد
چہ مرزا، چہ گفتار و رفتارِ او — چہ پَیزار و[4] دستارِ بل دارِ او
تڑاتڑ تڑاتڑ لگی لاگنے — مٹک چال مرزا لگے بھاگنے
پکڑ، باندھ کر جب[5] مُرنڈا کیا — کشن داس کا تال گندا کیا
بہ بستند او را چناں با درخت[6] — کہ دل ہم بہ پہلوے او شد کرخت
دریغا چہ صورت، چہ دستارِ او! — چہ پاجامۂ چوڑیوں دارِ او!

---

1. جمبئی: ہجو خدایار خاں کی، سربراہ خان دہلی کے فوجدار کے ساتھ مجھلا ہوا اور کوتوال نے مار کر اسے باندھا اس احوال میں۔
2. نعیم: قوت۔
3. آزاد، کلکتہ، برلن: سرش قابل مشت و پیزار۔ پَیزار: جوتی، کفش۔ مُشت: گھونسا۔
4. بعض نسخوں میں "چہ آواز پیزار و دستار او" ہے۔ میں نے بیدار، ادبیات، جمبئی کی مطابقت اختیار کی ہے۔
5. مرنڈا کرنا: گٹھری سا بنانا، جیسے: مار مار کر مرنڈا کرنا، گٹھری سا بنا دینا، مڑوڑنا، چڑمُرا کرنا (آصفیہ)۔ جمبئی: تب مرنڈا کیا۔
6. جمبئی: از درخت۔

| | |
|---|---|
| ہمہ در لگد کوب[7] آوارہ شد | زری پیچ و خشخت[8] ہمہ پارہ شد |
| چو ایں ماجرا جانِ بابا[9] شنید | دَوا دَو دَوا دَو پیاپے رسید |
| رسید آں جواں مردِ با اختصاص | کیا شیر کے مُنہ سے گیدڑ خلاص |
| زہے[10] جانِ بابا شرافت[11] مآب | کبوتر چھڑوایا لگڑ[12] سے شتاب |
| جہاں میں کروں آج یہ بُومڑی[13] | کہ گیدڑ کے مُنہ سے چھٹی لومڑی |
| خدایارِ مسکیں دھما دھم کُٹا | بلیّا کے پنجے سے چھوہا چھٹا |
| خدایار کا خوب گرکا[14] کیا | کہ کرکا نہیں، بلکہ چرخا[15] کیا |
| اگر مرد ثابت رہے[16] سانچ پر | اُسے جس نہیں تیغ کی آنچ پر |

---

۷ لگد کوب: لاتیں مارنا (مارنے پیٹنے کے ذیل میں)۔ [لگد: لات۔ لکد کوبِ حوادث: زمانے کے حادثوں کی مار:

لکدکوبِ حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی مری طاقت، کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

[غالب: دیوان نسخۂ عرشی، طبع اوّل، ص ۲۰۳]

۸ خِشْخَت: پاجامے کی رومالی، میانی۔

۹ جانِ بابا: باپ کی جان، یعنی بیٹا۔

۱۰ زِہے: کلمۂ تحسین و آفریں: واہ واہ! سبحان اللہ!

۱۱ آزاد، برلن، کلکتہ، بمبئی: سیادت مآب۔

۱۲ لگڑ: ایک قسم کا شکرا، ایک قسم کا باز (آصفیہ)۔ کئی نسخوں مثلاً: بیدار، نعیم میں "کوا چھڑایا" ہے۔ لندن اا میں "کبوتر چھڑایا" ہے اور میری رائے میں باز یا شکرے کی مناسبت سے "کبوتر" ہی مرجح ہے۔

۱۳ بُومڑی: چیخ پکار، شور غل۔ یہاں بہ ظاہر یہ لفظ شہرت دینے، مشہور کرنے کے مفہوم میں آیا ہے۔

۱۴ کرکانا: موڑنا، توڑنا، شکستہ کرنا، دُہرا کرنا (اردو لغت)۔

۱۵ چرخا: کشتی کا ایک داؤ جس میں حریف کے داہنی جانب بیٹھ کر اپنی بائیں ٹانگ اُس کی داہنی ٹانگ میں اندر سے ڈال کر، باہر نکالتے ہیں اور داہنی ٹانگ گردن میں ڈال کر دونوں پیر ملا لیے جاتے ہیں۔ آزاد، بمبئی، کلکتہ: کرگھا بنا۔ چرخا بنا۔ بمبئی: کُٹھر بنا۔

۱۶ علوی، بمبئی، آزاد: نہ ہو۔

مُصاحِب عجب مُخبَطے[17] یافت کار
لگاؤں اُسے کفش گِن کر ہزار

مُصاحِب نہ کیجے کفن چُور کو
کہ کھودے پدر پیر[18] کی گور کو

مرا خاں دِہانید پنج اشرفی
تصرُّف[19] نمود آں دَغل[20] در خفی

بریں ماجرا چوں خبر یافتم
بہ غم[21] رشتۂ مدحِ او تافتم

جو دیکھا لُٹا میں نے اُس مال کو
کہا زعفراں، جھانٹ کے بال کو

خدایار کی مَدح جو میں کہی
کہا گوہ[22] کو محض چکّا دہی

دبے پر کیا چوہڑے[23] کو سلام
نہ سوجھا حلال اور نہ بوجھا حرام

سخن ہیز[24] تو کچھ بھی بوجھے نہیں
اُسے کیر ڈبن اور سوجھے نہیں

---

۱۷ مُخَبَّط: خبطی۔ کئی نسخوں میں اِس سے پہلے یہ شعر بھی ہے:

جہاں پنکناں ہووے ایسا عزیز
کرے نام بدنام، پیسا عزیز

اِس کا متن خاصا مغشوش ہے۔ اِس کا امکان ہے کہ یہ محض اضافہ ہو کسی ناقل کا؛ اِسی بنا پر میں نے اِسے شاملِ متن کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔

۱۸ بمبئی، ادبیات: پیر کی گور کو۔ کلکتہ: کہ پھوڑے سدا پیر کی گور کو۔

۱۹ آزاد، برلن: تغلب۔ تصرُّف اور تغلُّب کے معنی ایک ہی ہیں: غبن، خیانت۔ چوں کہ بیش تر نسخوں میں "تصرّف" ہے، اِس لیے میں نے اِسی کو ترجیح دی ہے۔

۲۰ دَغَل: مکروفریب، مجازاً: مکّار، حیلے باز۔ [اِسی سے "دَغل باز" بنا ہے]۔ در خفی تصرّف نمود: یعنی چپکے سے، پوشیدہ طور پر اُس رقم میں خیانت کی [خدایار نے اپنا حق رکھ لیا ہوگا]۔

۲۱ ایک دو نسخوں میں "بہ ذم" ہے، لیکن کلکتہ، آزاد، لندن، برلن میں "بہ غم" ہے اور معنویت کے لحاظ سے یہی ہونا چاہیے۔ مراد یہ ہے کہ اُس غم کے سبب سے کہ خان نے جو پانچ اشرفیاں (غالباً مدح کے صلے کے طور پر) دی تھیں، اُس میں اُس کے اہل کار خدایار نے تصرّف کیا، یعنی کچھ رقم خود لے لی، اِس دُکھ اور اِس غم کو دور کرنے کے لیے میں نے بہ طورِ خوشامد خدایار کی مدح کہی کہ شاید وہ رقم مجھی کو دے دے (مگر اُس نے نہیں دی اور مدح بے کار گئی)۔

۲۲ بمبئی، ادبیات: کھاد کو۔

۲۳ چوہڑا: مہتر، خاک روب۔

۲۴ نامرد، ہجڑا۔

جو کوئی مجھ اوپر شَفَقَت[۲۵] کرے — جگت بیچ اُس کی خدا پَت[۲۶] رکھے

نہ ایں ہجو از راہِ حرص و ہواست — دل آزار را ہجُو کردن رواست

بیا جعفرؔ! اکنوں شکایت مکن

ز موذی و ماضی حکایت مکن

---

۲۵ اصل لفظ "شفقت" ہے، "شَفَقَت" اِس کی قدیم شکل ہے (اسنادِ اردو لغت میں)۔

۲۶ پَت: عزّت، حُرمت۔

# در مذمّتِ[1] بخیل (عبدالرّحیم)

اگر بشنود شوم[2] آوازِ من — کند نوُع زاوازِ ناسازِ من
فتد لرزہ از من در اندامِ شوُم — گنم زہر پیوستہ در کامِ شوُم
سرِ مُمسکاں برسرِ دار بہ — نہ بردار بہ، بلکہ در غار بہ
بترسد دلِ شوُم از شاعراں — چو از بازوِ شاہیں دلِ طائراں
زمن شوم بگریزد از خوف و فکر — چو از ہیبتِ کیر نُہ سالہ بکر[3]
چو بیند مرا شوُم، تھرتھر کند — چو از گربہ مُرغے کہ کرکر[4] کند
زمن مقعدِ شوم لُپ لُپ کند — زبرخواندنِ قدُح[5]، چُپ چُپ کند
اگر بنگرد صورتِ من بخیل — گریزد، چواز گودکاں زاغ و چیل
بہ ایں وصف آلودۂ خون و ریم[6] — لئیم است عبدالرّحیم سَقیم
سخن را زر و سیم: دریاے فیض — کند شوم پنہاں زرِ خود چو حیض

بیا جعفر! ایں قصہ کوتاہ کُن
بہ سمتِ جنابِ سخی راہ کُن

---

[1] نظم ''دربیانِ دلاوری'' [ من آں رستمِ وقت، روئیں تنم ] کے تحت یہ لکھا جاچکا ہے کہ اُس کے آخر میں اِس نظم ''در مذمّتِ بخیل'' کے اشعار شامل ہوگئے ہیں، بعض نسخوں میں شروع کے دو شعر ہیں (مثلاً نعیم میں) اور بعض میں اِس نظم کے سب شعر اُسی نظم کے ساتھ مرقوم ہیں [ مثلاً: بمبئی، بیدار اور علوی میں ]۔ دوسری بات یہ ہے کہ نعیم میں اِس کا عنوان ''فخریہ'' ہے، یہ عنوان کسی بھی نسخے میں نہیں۔ لندن میں ''در وصف شوم نامہ گوید'' ہے۔ ''در مذمّتِ بخیل'' میں نے لکھا ہے نظم کی مناسبت سے۔ نعیم میں اِس نظم کے بیش تر اشعار کا متن بہت غلط ہے۔

[2] شوم: کنجوس۔ منحوس۔ [3] بکر: دوشیزہ۔ [4] ''مدح'' کا متضاد۔ [5] ایسی نظم و نثر جس میں کسی کی برائی، مذمّت کی گئی ہو۔ [6] ریم: پیپ۔

# نامۂ محمد یار[1] بیگ کہ بہ زنِ خود نوشتہ

شنیدم ام خبرے[2] خوش کہ کردۂ شوہر ——— دریغ دارم ازیں نَقضِ[3] عہد و قول و قرار
مرا گذاشتہ، شوہر تو کردۂ دیگر ——— زِ من قصور[4] چہ دیدی، جوابِ ایں بنگار
نشد قرار ترا تا رسیدنِ بندہ ——— بہ ذوالفقار بہ بستی نکاح در بازار
ہزار لعنت و پھٹ[5] بہ بے وفائیِ تو ——— مگر نہ داشتم آلت دراز[6] و پُر ہموار
بہ چند مرتبہ پیمودہ بودی آلتِ من ——— بہ طول و عرض چہ کم بودا اے حریصِ[7] حمار!
دہم طلاق ترا پیشِ شاہِ عالم گیر ——— کنم شکایتِ تو پیشِ ہر صغار[8] و کبار!

## زوجۂ او جواب بنویسد

جوابِ ایں برساں اے صبا بہ کامِ مراد ——— بہ رسمِ غمزہ و صد نخرہ با محمد یار

---

۱ لندن ۱: مناظرۂ شہزادہ محمد مراد و خواجہ محمد یار خاں۔
۲ بعض نسخوں میں ''خبر خوش'' ہے اور کچھ میں ''خبرے خوش''۔
۳ نَقض: توڑنا۔ نقضِ عہد: عہد شکنی، وعدہ خلافی۔ بمبئی، علوی: ازیں نقض بود قول و قرار۔
۴ قُصور: کمی، کوتاہی۔
۵ پھٹ: لعنت، نفریں، پھٹکار۔
۶ لندن ۲، ادبیات: درازتر ہموار۔ آزاد، برلن: دراز و نا ہموار۔ [لندن ۱: پُر ہموار]۔
۷ حِمار: گدھا۔ [حریصِ حمار کا مطلب ہے گدھے جیسے بڑا عضوِ تناسل پسند کرنے والی]۔
۸ صِغار (صغیر کی جمع) چھوٹے۔ کِبار: (کبیر کی جمع) بڑے، مرتبے کے لحاظ سے بڑے لوگ، بزرگ اشخاص۔ صِغار و کِبار: چھوٹے بڑے۔

کہ اے خبیث و بے خایہ[9]، خُنثہ[10] وَ زَنبہ[11] غلام بچہ و ناچیز و ہیز[12] و بد کردار
رسید نامۂ خامِ تو وقتِ کوں دادن[13] مخلِ کارِ من و ذوالفقار شد بسیار
منم مثالِ گل و ذوالفقار چوں خار است بہ باغِ دہر کجے دیدۂ گلے بے خار[14]
منم چو گنجِ زر و ذوالفقار چوں مار است کہ دیدہ و کہ شنید است گنجِ زر بے مار
ہمیشہ مار بہ گنج است و خار در تہِ گل تو از حسد دلِ خود را چرا دہی آزار
خموش باش ازیں گفتگو و لب بر بند نہ تو[15] مطلع از حال و از حقیقتِ کار
تو کیر از مددِ کف دُخول می کردی خلاص می شدی از دھکّہ[16] ہاے دو سہ چار
بہ[17] ذوالفقار چہ مانی کہ خُشک می راند دراز آلتِ خود را چو اژدہا در غار

---

9 ہجڑا، نامرد۔

10 خنثہ، خُنثیٰ: وہ شخص جو مردانہ اور زنانہ دونوں علاماتِ مخصوصہ رکھتا ہو۔ ہجڑا، مرد نہ عورت۔ [اسے "خُنثہ و زنبہ" اور "خُنثیٰ و زنبہ"، دونوں طرح لکھا اور پڑھا جاسکتا ہے]۔

11 زَنبہ: لکڑی کا مکعب نما آلہ جس میں کوڑا کرکٹ وغیرہ بھر کر لے جاتے ہیں (فرہنگِ فارسی)۔

12 ہیز: مخنّث، ہجڑا۔ مجازاً: ڈرپوک، کم ہمّت، بزدل۔

13 سب نسخوں میں "کوں دادن" ہے۔ "کوْن" کے معنی ہیں: مقعد۔ (اسی نسبت سے "کونی" اغلام باز کو کہتے ہیں)۔ لغت میں "کوْن" کے ایک معنی "چوتڑ" بھی ہیں (فرہنگِ فارسی)۔ اس طرح بہ طورِ مجازِ مرسل "کوں دادن" عورت کے لیے آسکتا ہے۔

14 بعض نسخوں میں "گلِ بے خار" ہے اور بعض میں "گلے بے خار" میں نے آخر الذّکر کو مرجّح خیال کیا ہے۔

15 اِس مصرعے کا جزوِ اوّل مختلف نسخوں میں بہت مغشوش ہے۔ دو نسخوں لندن ۲ اور آزاد میں یہ مصرع اِس طرح لکھا ہوا ہے کہ معنویت برقرار رہی ہے۔ آزاد: کہ تو نہ مطلع از حال و از حقیقتِ کار۔ لندن ۲: نہ تو مطلع از ...... میں نے لندن ۲ کے الفاظ کو مرجّح خیال کیا ہے۔ نہ تو مطلع: تو واقف نہیں۔

16 آزاد: خلاصی می شدی اندر تو حرکت دو سہ بار۔ لندن ۲: خلاص می شدی اندر ز حرکت دو سہ بار۔

17 آزاد، لندن ۲، برکن: بہ ذوالفقار چگویم کہ۔

دو ہفتہ بلکہ سہ ہفتہ نمی دہد اِنزال        زخوے پُود گہے[۱۸] او نمی شود بیزار
پس اے لعینِ شریر وجہُولِ[۱۹] بے انصاف        چساں بہ شوہری اورا نہ خوانم[۲۰] و غم خوار

ترا چو اہلِ حقیقت بہ پند می گویم
کہ بیہدہ[۲۱] بہ درختِ زَقوّم[۲۲] پُشت مَخار

---

۱۸ لندن۲، لندن۱: زبوے چود۔ بمبئی: زبوے چودہ۔
۱۹ جہُول: بہت جاہل، بڑا نادان۔ مجازاً: ظالم۔
۲۰ لندن۲: نخواہم۔ [آزاد، برلن، لندن۱: نخوانم]۔
۲۱ علوی، بمبئی: کہ فی الشل۔ بیہدہ: بے ہودہ۔
۲۲ زَقوّم: تھوہڑ کا پودا، جو کانٹے دار، کڑوا اور زہریلا ہوتا ہے۔ مَخار: فعلِ نہی ہے خاریدن کا۔ خاریدن: کھُجلانا۔ مَخار: مت کھُجلا۔ ایسے کام سے منع کرنے کے لیے کہتے ہیں جو نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے، جس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

# مُناظرۂ کیر و کُس

شنو[1] اے جہاں گرد، پروردہ[2] پیر — شبے گفت یک کیر با کُس دلیر[3]
کہ اے کُس! مکن فخر بر نامِ خویش — مشو شادماں بر سرِ انجامِ خویش
ترا نیست بر من شرف از حساب[4] — قلم گر نباشد، کہ گوید کتاب؟
اگر من نباشم، تو ناکارۂ — جو اَصدافِ بے گوہر آوارۂ
گہے چشمۂ خوں شوی در اِزار — گہے از تَری می شوی شافہ دار[5]
جراحت مثالیّ و تاریک و پست — چہ می نازی اے کُس برین[6] بند و بست؟
ترا در جہاں فتحِ باب از من است — بہ کاخِ دوشاخِ تو آب از من است
منم سروِ بُستانِ عشق و نَوا — بہ یک پائے اِستادہ سر در ہَوا
در آیم، بر آیم، بگوبم ترا — بہ جاروبِ مستی بُروبم ترا
چکانم، فشانم بہ کامِ تو نور — رسانم[7] نشانم نہالِ سُرور

---

١ علوی، رضا: سنو۔
٢ بیدار، بمبئی: جہاں دیدہ پروردہ کیر۔ برلن، لندن: جہانگیر پروردہ پیر۔
٣ کیر (مع یائے مجہول) اور دلیر (مع یائے مجہول) جیسے قوافی کو جائز سمجھا گیا ہے اور اِس کی مثالیں ملتی ہیں، اگرچہ قواعد نویس اِس پر اصرار کرتے رہے ہیں کہ ایسے قوافی نہیں آنا چاہیے۔ اردو میں بھی عہدِ ذوق و ناسخ تک ایسے قوافی کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ بائیسویں شعر میں بھی ایسے ہی قوافی آئے ہیں [کیر - شیر]۔
٤ علوی: در حساب۔
٥ بیدار: صافہ دار۔ علوی: نافہ وار۔ نعیم: نافہ زار ------ شافہ: ''دواؤں میں لت پت کی ہوئی روئی یا کپڑے کی بتی ...... جو فرج میں رکھی جاتی ہے'' (اردو لغت)۔
٦ نعیم: بدیں۔ ٧ لندن: نمایم۔

پس اے کُس! بکُن شکرِ احسانِ من | دُعا کُن بریں تیرِ بَرّانِ[8] من

| | |
|---|---|
| جو بیچارہ کُس ایں سخنہا شنفت | چو گل خندہ کردو شگفت و بگفت |
| کہ اے کپر! بر سختیِ خود مَناز | چہ شد گر توئی سر بلند و دراز |
| منم مخزنِ گوہرِ رازِ دوست[9] | منم معدنِ فیضِ ممتازِ دوست |
| منم غنچۂ گلشنِ سروری | منم حُقۂ[10] گوہرِ برتری |
| ترا نیست از علّتِ خود خبر | غمِ علّتِ خود نداری مگر! |
| اگر برسرِ کُوں توجہ کُنی | سرِ روے خود غرق در گہ کُنی |
| وگرتےَ کُنی، می شوی ضعف[11] و سُست | بہ تُرشیَ و بادی شوی نادرست |
| ترا ماندگی رو دہد دم بہ دم | مرا نیست از ماندگی ہیچ غم |
| بہ قوّت اگر کم شوی ناگہاں | خَجالت[12]، ملامت[13] کشی در جہاں |
| بہ تندیَ و سختی میفزاے سر | رسانم بہ قاضی نذیر ایں خبر |
| دریں جا خمش ماندہ بے چارہ کپر | کہ قاضی نذیر است غرّندہ شیر |

---

8 بیدار، نعیم، علوی: بُرّانِ من۔ [بُرّاں" بہ طورِ عموم تلوار کی صفت کے طور پر آتا ہے، اِس بنا پر میں نے یہاں "پَرّاں" کو مرجح خیال کیا ہے، جو تیر کی صفت بھی ہے اور ذُکر کے استعارے کی بھی یہاں بہتر صورت ہوسکتی ہے]۔

9 نعیم، علوی، بیدار:

منم مخزن گوہر کانِ دوست | منم معدن فیض و احسان دوست

10 حُقّہ: چھوٹا ڈبّا، ڈبیا۔ جواہر، موتی رکھنے کا ڈبّا، ڈبیا۔

11 "ضعف ہونا" بہ معنی ضعیف و ناتواں ہونا ملتا ہے۔ تفصیل اردو لغت میں، سند کے شعر نقل کیے جاتے ہیں:

خدا کے واسطے چھوڑو، مرا جیو ضعف ہوتا ہے | پھٹی استین اور چولی، ہٹو، جا کر سِلاتی ہوں (ہاشمی)

کیا ہے پیر مجکوں آبرو اِن نو جوانوں نیں | جسے دیکھو، اُسی کو دیکھ کر کے ضعف ہوتا ہوں (آبرو)

12 خَجالت، خِجالت: شرمندگی۔

13 برکن: ملامت۔

چو گُس را ببیند، حمایت کند — بہ یک حرفِ او[14] صد رعایت کند
بترسید از نامِ آں نیک مرد — بہ اَعضائے[15] گُس لاجَرم[16] صُلح کرد
بیا جعفر، از گُس ادب کُن ادب — کہ گُس، مایۂ شادی است وطرب
ڈگر چل[17]، نگر چھوڑ کر چوت کا — تجھے کیا پڑی، فکر کر قوُت[18] کا

سُنی بات مَیں پیرِ فرتوت سے
کہ لوڑا[19] نہ جیتا کبھی[20] چوت سے

---

۱۴ بیدار: بہ ہر حرف او۔ بعض نسخوں میں ''بہ یک حرف از و'' ہے۔
۱۵ سب نسخوں میں ''اعضا'' ہے۔ یہ لفظ بہ ظاہر یہاں برمحل نہیں معلوم ہوتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ دراصل یہاں کون سا لفظ تھا۔ یہ بھی اعتماد کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہونا چاہیے۔ اِس مجبوری کی بنا پر اسی لفظ کو نقل کر دیا گیا ہے۔ ۱۶ لاجَرم: ضرورتاً، مجبوراً۔
۱۷ رضا۱: بیا جعفر اب ذکر کیا چوت کا۔ رضا۲: بیا جعفر کیا ذکر ہے۔ ڈگر چل: اپنے راستے جا، اپنا کام کر۔
۱۸ قوُت: خوراک، غذا۔ ایک وقت کی بھوک کا کھانا جس سے پیٹ بھرے۔
۱۹ رضا۱،۲: کہ کوئی نہ جیتا کدھی۔ ۲۰ علوی: کسی۔

# اسم ہاے گُس

تا کہ گُس بکر[1] است، نامش چار باشد در جہاں[2] پُوپٹی[3]، ٹیٹی و ٹیٹا، بعد ازاں چپچا[4] بخواں
باز پھوسو نام باشد، لیک از اوّل دُخول چوں حمل ماند، ازگھسا گھس چوت گردد آں زماں
رفتہ رفتہ گر یکے فرزند[5] ازو پیدا شود بے تکلّف بھوسڑی[6] باشد و لے چوں کہکشاں
از محل[7] سالِ سی(۳۰) ہر زن کہ پا بیروں نہد چوں خطابِ چوت باشد نزدِ ہر پیر و جواں
بعدِ پنجہ(۵۰) سال نامش بُل[8] بود نزدِ خرد چوں بہ شصت(۶۰) آمد، خطابش بھوسڑا گردد عیاں

---

۱ بکر: دوشیزہ، جس کے ساتھ جنسی عمل نہ کیا گیا ہو۔ ۲ بمبئی: اے جواں۔

۳ علوی، پٹنہ: پونی ٹینی ٹنی و ٹینا۔ [''ٹیٹا'' صحیح لفظ ہے۔ یہ فرج کے معنی میں لُغت میں موجود ہے]۔

۴ یہ لفظ یہاں فرج کے معنی میں آیا ہے؛ مگر اِس کے اصل معنی ہیں: گوشت کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا جو فرج کے دونوں پاکھوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ ''ٹنا'' اِس کا ہم معنی ہے۔
کسی شاعر کا شعر ہے:

تری بُل رشکِ یاقوتِ بدخشاں ٹنا اُس بیچ جوں دُرِّ عدن ہے

مجازِ مرسل کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے: مظروف بول کر ظرف مراد لینا [جیسے: سڑک چل رہی ہے، مراد یہ ہوتی ہے کہ سڑک پر لوگ چل رہے ہیں]۔ اِسی نسبت سے ''چپچا'' اور ''ٹنا'' کو فرج کے معنی میں لایا جاسکتا ہے۔ [پوپٹی، ٹیٹی، پھوسو: یہ تین لفظ مجھے لغت میں (یعنی اُن لغات میں جو میرے سامنے ہیں) نہیں ملے]۔

۵ بعض نسخوں میں ''فرزند پیدا می شود'' ہے۔

۶ بمبئی، ادبیات: بھوسڑی نامش بود چوں کہکشاں۔

۷ یہ لفظ اِس طرح بھی مستعمل ہے کہ لام کی جگہ رے آجاتی ہے۔

۸ ادبیات، بمبئی:

چوں کہ سی سالہ شود عمر عزیزش جعفرا نام او مشہور باشد بھوسڑا اندر جہاں

[بمبئی میں بس یہی چار شعر ہیں]۔

بعد از ہفتاد (۷۰) تا صد (۱۰۰) نامِ او چمرکھ[۹] بود      زانکہ در روے نیست مغز و لحم[۱۰] اِلّا استخواں

ہر کہ ایں را خواندہ بر خود دم کند در نیم شب      در جہاں عشرت بیند، مال یابد بے کراں

ایں نصیحت یاد دار از جعفرؔ، اندر گوش کن

تا شوی از عمر برخوردار[۱۱] اے رستم جواں

---

۹ چمرکھ، چمرک، چمرخ: چمڑے کی پٹی۔ خاص طور پر بنائی گئی چمڑے کی پٹی، جو چرخے میں استعمال کی جاتی ہے۔ وہ کھال جس پر سوکھ کر جھرّیاں پڑ گئی ہوں۔ دبلا پتلا مرد، یا دبلی پتلی سوکھی عورت۔

۱۰ گوشت۔

۱۱ برخوردار: فیض یاب، اقبال مند، فائدہ حاصل کرنے والا۔

# سپَش[1] نامہ

حضورِ جہاں شاہِ گیتی پناہ — زِ بیدادِ جوآں زَبَل داد خواہ
جوئیں پڑ گئیں در قبا و اِزار — بنی[2] آن مشکل بہ دہلی دیار
اَدھی رات تن بیچ اُٹھی کُلبُلی[3] — چو دیدم کہ فوجاں جُواں کی چلی
لڑائی[4] پڑی جوآں سے وقتِ رات — جُواں کا چلا مُنہ، چلا میرا ہات
رَگت[5] کی مرے جوئیں پیاسی پھریں — کہ حیران، ہلکان مجھ کو کریں
لہو میرا پی پی کے موٹی ہوئیں — بغل بیچ دشمن مری ہو رہیں
جُواں مارتے مارتے شب گذشت — ولے یک جُواں[6] از میاں کم نگشت
کروروں جُواں اور اکیلا منم — دونوں ہاتھ سے تا کجا می زنم[7]
کہ در رمنہ[8] ایں قبا و اِزار — پھروں کھیلتا میں جُواں کا شکار

---

ا کئی نسخوں میں "جواں نامہ" ہے۔
۲ علوی: بنی مشکل آئی۔
۳ آزاد: کھلبلی۔ بمبئی: ہوئی نیم شب جان میں کھلبلی۔
۴ اس شعر کے بعد بیش تر نسخوں میں یہ شعر ہے:

چو پرکاش اندر جواں بے خلل — پرورده شد دشمنے در بغل

پہلا مصرع واضح طور پر درست نہیں۔ میں اِس کے صحیح متن کا تعیّن نہیں کر سکا، اس لیے اِسے شاملِ متن نہیں کیا۔
۵ رَگت: خون۔
٦ لندن ا: ولے ایک جوں۔ بمبئی: ولیکن جواں از میاں کم نگشت۔
۷ بمبئی میں اِس کے بعد یہ شعر ہے:

نہ بندوق و تلوار سے ان کو کام — یہ دو ہاتھ تھے اور لڑائی تمام

۸ رمنہ: مرکز، ٹھکانا۔ بیابان، ویران جگہ [مجازاً: شکارگاہ]۔

نہ اُمرا میں ایسا کوئی شیرِ نر[9] — مُہمِّ جُواں را کند زود سر
اگر میر جُملہ چڑھیں ایں زماں — نہ ہووے[10] اُنھوں سے مُہمِّ جُواں[11]
بڑا[12] پہلوان است افراسیاب — کہ از زورِ جوآں خورد پیچ و تاب
جو افواجِ جو آں کند ترکتاز — شود سر نگوں طرّہ باز
چہ نوّاب افضل خاں صدرُ الصّدور — جُواں مارنے میں نہ رکھیں شعور
محمد امیں خاں بڑے سار دوُل[13] — جُواں سے گئے چوکڑی مار بھول

چہ شہ داد خاں جی بڑے شیر مار[14]
بہ پیشِ جُواں کھول ڈالیں اِزار

---

---

۹ اکثر نسخوں میں: کوئی ایسا شریر۔ زور پیر۔ [لندن، بمبئی: شیرِ نر۔ زود سر]۔
۱۰ بعض نسخوں میں: کہ ہرگز نہ ہووے۔
۱۱ اِس شعر کے بعد بیش تر نسخوں میں یہ شعر ہے:

ولے تمہ کش لالچی سنگ دل است — دبا کر جُواں مارنا مشکل است

میں اِس شعر کے متن کی، خاص کر پہلے مصرعے کی تصحیح نہیں کر سکا، یوں اِسے حاشیے میں لکھا جاتا ہے۔ بمبئی میں اِس شعر کی یہ صورت ہے:

تحمش (کذا) خاں جواں پُر دل است — ولیکن مہم جواں مشکل است

۱۲ بمبئی: امیر کلان است۔ ز زور جواں ہم خورد۔
۱۳ بمبئی: باعقول —— چوکڑی وہ بھی بھول —— ساردوُل: ایک درندہ، جو جسامت میں گینڈے سے چھوٹا ہوتا ہے: تیندوا (اردو لغت)۔
۱۴ اکثر نسخوں میں "شرع باز" ہے۔ [ظاہر ہے کہ یہ درست نہیں۔ بمبئی:

سرافراز خاں جو بڑے شیر مار — ------ کھول ڈالی ازار

اِس نظم کے آخر میں بمبئی میں یہ چار شعر ہیں:

امیروں میں تحماش خاں نوجواں — جوؤں آگے وہ بھی ہوئے ناتواں
وزیر اور بخشی اور امرا تمام — جوؤں سے ہیں عاجز سبھی لاکلام

یہ سن کر شہنشاہ گیتی پناہ  لگے کہنے سن اے زٹل داد خواہ
جو امراو یہ سب جوؤں سے ٹلے  تو جعفر سمجھ اب تری کیا چلے

میری راے میں یہ شعر بھی ناقلین میں سے کسی کے شامل کیے ہوئے ہیں۔

لندن ا میں اس نظم میں مندرجۂ ذیل اشعار بھی ہیں۔ میری راے میں یہ شعر بھی قطعی طور پر بعد والوں کا اضافے ہیں:

نہ امروز میرا ہے غم خوار کس  بُرے وقت کا کم شود یار کس
چو رستم خاں گرچہ تہوّر دل است  ولے جوآں کا مارنا مشکل است
اگر غازی ہے غازی الدین خاں  نہیں کھوس سکتا ہے پشم بُواں
ہے لطف اللہ خاں گرچہ پاپی نپٹ  بہ پیش جواں پشت گبھاگے پلٹ
صلابت خاں داروغہ احکام کا  جواں مارنے کے نہیں کام کا
برحمت خاں امراو نام آورے  کہ جوآں نہ مارے مراتا پھرے
جو ہے فدویت خاں فضیلت نشاں  نہیں کھوس سکتا ہے پش جواں
براہیم خاں فوج دار ......  زخوف جواں جا چھپا در حصار
شدہ خوف جوآں چناں بیشتر  زنام مظفر خاں بھاگے ظفر
جو ظاہر خاں ہے شیر روز و غا  بہ پیش بُواں دم کوں بھاگے دبا
دریں وقت شہ زور رستم منم  کہ لاکھاں کرداں جواں می زنم
مہم جواں کی بہ تنگ ہورہی  خرد خان عالم کی دنگ ہورہی

---

# در وصفِ[1] محبوب و تکیہ کلامِ عوام النّاس

اے روئے تو چوں ماہِ شبِ تار، جو ہے سُو — تجھ سا نہ کہیں دل برو دل دار، جو ہے سُو
از غمزۂ خوں ریزِ تو اُفتادہ بہ ہر سو — بر پُشتِ[2] زمیں کُشتۂ بسیار، جو ہے سُو
مثلِ تو نہ باشد بہ جہاں اے شہِ خوباں — لٹکندہ[3] و مٹکندہ بہ رفتار، جو ہے سُو
سب چھتر پتی، سِدّھ سَتی، جَمن جُتی[4] جی — از تیرِ نگاہِ تو دل افگار، جو ہے سُو
از عاشقِ بے چارہ مکن نخرہ و گھونگھٹ — تا کے بود ایں گرمیِ بازار، جو ہے سُو
شیریں بچنا! گُل بَدَنا! سروِ خراماں! — اُفتادہ ام از ہجرِ تو بیمار، جو ہے سُو
تا چند کنی عشوہ بریں رنگِ گُلابی — یہ[5] رنگ پتنگے سا اُڑ نہار، جو ہے سُو
باگنڈ مَرَہ[6] و مسخرہ و بھانڈ و بھگتیا[7] — زنہار مکن خندہ و گفتار، جو ہے سُو
در بزمِ تنار پری[8] و پھڑ بازی[9] و بوزہ — مت بیٹھ بجز صحبتِ اَبرار، جو ہے سُو
اب ہا ہا[10] کروں، پیّاں پڑوں، لیہوں بلّیاں — کھندوں[11] میں نہ مل بیٹھ، نہ کر پیار، جو ہے سُو

---

[1] لندن ا: در پند و نصیحت محبوب گوید۔ علوی، محمدی: غزل در وصف محبوب گفتہ۔ بمبئی: تکیہ کلام عوام النّاس۔ بیدار: غزل در وصف محبوب و تکیہ کلام عوام النّاس۔ نعیم: در وصف محبوب۔ [پیشِ نظر دوسرے نسخوں میں یہ "غزل" شامل نہیں]۔

[2] بیدار، بمبئی، نعیم، علوی، محمدی: بر طشت زمیں۔

[3] بیدار: لٹکیدہ و مٹکیدہ۔

[4] اِس مصرعے کے آخری ٹکڑے "جمن جتی" کی تحقیق میں نہیں کر سکا۔ چھتر پتی: تاج دار، بادشاہ یا راجا (جس کے سر پر شاہی چتر لگایا جائے)۔ سدھ تی: تپسیا میں کامل، پہنچا ہوا۔

[5] بیدار: یہ رنگ رہے گا نہیں زنہار۔

[6] بیدار: باگانڈو و با مسخرہ و بھانڈ بھنڈیلا۔ علوی: بھانڈ و بھنڈیلا۔ بمبئی: باگانڈو و با مسخرہ و بھانڈ بھگتیا۔

[7] بھگتیا: رقاصوں کی جماعت جو بالعموم رات کے وقت طرح طرح کے روپ دھا کر تماشا دکھاتی ہے۔ خاص کر لڑکے زنانہ لباس پہن کر ناچتے اور تماشا دکھاتے ہیں۔ نچنیا۔

اے یارِ جفا پیشہ، پری چہرہ، ستمگار! — از آہِ دلِ خستہ خبردار! جو ہے سو
ما عاشقِ زاریم و دعا گوے تو ہستیم — جان و دلِ ما را مدہ آزار، جو ہے سو
من[۱۲] پنڈتِ پرکھنڈت و حیرانِ تو ہستم — در گردنِ من زلفِ تو زُنّار، جو ہے سو
جعفر چہ پھشے[۱۳] باشد و کس باغ کی مولی[۱۴] — بر حُسنِ تو جبریل گرفتار، جو ہے سو
روشن شود از خاکِ کفِ پاے تو چشمم — بر پاے تو قربانم و بلہار، جو ہے سو
از دوری و مہجوریِ تو نیست صبوری — لکھ بھیج کُشَل کھیم سماچار، جو ہے سو
در آتش و آب است چو ماہی و سمندر[۱۵] — ہر کس کہ بود طالبِ دیدار، جو ہے سو
اپنگ منم اندر رہِ عشقِ تو بہ میداں — سر بر کفِ خود داشتہ تیار، جو ہے سو
اے شاہِ بُتاں، ماہ رُخ! اِمروز چہ گویم — از رُوزِ ازل با تو مجھے پیار، جو ہے سو

---

۸ تنارِیری [تانارِیری]: گانے میں تال اور الاپ کی گت کا کلمہ۔ چند معیّن کلمے جو گویّے گانا سکھانے میں استعمال کرتے ہیں۔ بزمِ تنارِیری: گانے کی محفل۔

۹ بُوزہ: ایک قسم کی ہلکی شراب جو چاول یا چنے سے بنائی جاتی ہے۔ [بوزہ خانہ: شراب خانہ]۔

۱۰ بیدار: ہاں ہاں۔ ۱۱ خدا: شوخ، شریر۔ ۱۲ لندن ا: من بندہ پراگندہ و حیرانِ تو ہستم۔

۱۳ بمبئی، بیدار: چہ کسے۔ نعیم: چہ پھسے۔ علوی: چہ پھُسے۔ میر نے نکات الشعراء میں جعفر کے احوال میں لکھا ہے کہ وہ ایک دن بیدل کے گھر گئے اور یہ مصرع پڑھا: چہ عرفی، چہ فیضی بہ پیشِ تو پھِش۔ میں نے اِسی اندراج کے پیشِ نظر یہاں "چہ پھشے" کو ترجیح دی ہے۔ "پھِش: نفرت یا بیزاری ظاہر کرنے کا کلمہ" [اردو لغت]۔

۱۴ کس باغ کی مولی اور کس کھیت کی مولی، لُغت میں دونوں صورتیں ملتی ہیں [تیرا گلزار ہے کس باغ کی مولی بلبل! ❖ کوے جاناں میں تو ہم باغِ ارم بھول گئے (اردو لغت)]۔ یہ وضاحت محض احتیاطاً کی گئی ہے۔

۱۵ "سمندر" کے تحت اردو لغت میں لکھا گیا ہے: "ایک کیڑا جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ اُس کی غذا ہے اور آگ سے باہر نکلے تو فوراً مر جاتا ہے"۔ یہ وضاحت کی جانی چاہیے تھی کہ یہ شاعرانہ روایت ہے۔ شاعری میں یہی روایت ملتی ہے۔ معین نے فرہنگِ فارسی میں لکھا ہے کہ یہ چوہے کی طرح کا جانور ہے جو سمندر میں یا نم ناک غاروں میں رہتا ہے۔ کیڑے مکوڑے کھاتا ہے۔ ہاں، اردو فارسی شاعری میں وہی آگ میں رہنے والی روایت ملتی ہے اور جعفر نے بھی اُسی کا حوالہ دیا ہے۔

باتیرِ آنا کانی[16] و برچھیِ تغافل — اِمروز مجھے مار نہ اے یار، جو ہے سُو
تیری تو لطافت کی بڑی دھوم پڑی ہے — در گلبُن و ہر گلشن و گلزار، جو ہے سُو
بگذار[17] لَونڈیِ و میازار بہ رندی — کردم بہ تو ایں عجز دو صد بار، جو ہے سُو
من موہن و جگ سُوہن[18] و مُکھ بولن دُھولن[19] — باللہ کہ نہیں مثلِ تو بَٹ[20] مار، جو ہے سُو
داری خبرم یا نہ کہ در آتشِ عشقت — دھگتا[21] ہوں شب و روز چو انگار، جو ہے سُو
گر یک دو قدم رنجہ کنی بر سرِ گورم — بیروں شوم از گور کفن پھاڑ، جو ہے سُو
اے جانِ جہاں! عاشق و آشفتہ[22] خود را — دیوانہ و بیگانہ مپندار، جو ہے سُو
آں حور و پری عاشق و شیدائے تو گردند — کج داری اگر طرّۂ دستار، جو ہے سُو
میرے تو کلیجے میں لگی پریم کٹاری — برتن[23] چہ زنی خنجر و تلوار[24]، جو ہے سُو
یوسف بہ مثل گفتنِ من شرطِ ادب نیست — خود بلکہ ہماں یوسفی اوتار، جو ہے سُو
اے سروِ سہی! حُسنِ ترا ہمچو زلیخا — حورانِ بہشت اند خریدار، جو ہے سُو

---

16 صرف یہ وضاحت کرنا ہے کہ "آنا کانی" اور "اَنا کانی"، دونوں طرح مستعمل رہا ہے (اردو لغت)۔
آنا کانی: ٹال مٹول، چشم پوشی۔

17 بیدار: بگذار بہ لونڈی و میازار بہ رنڈی۔ نعیم: بگذار لونڈی۔ لندن ا: بگذار حریفی و میازار بہ رندی۔ لونڈ: فاحشہ عورت، بدکار لڑکا۔ لونڈی: بدکاری، آوارگی۔

18 جگ سوہن: محبوبِ عالم، ہردل عزیز [سُوہن: حسین، خوش نما، خوب صورت۔
رکھ یہ نسخے کا لقب جگ سوہن — ہر دلِ پاک کا ہے من موہن
(قلی قطب شاہ۔ اردو لغت)]

19 دھولن: دُلھن۔

20 محمدی، علوی، بیدار: پٹ یار [لندن ا: بٹ مار]۔ "بٹ مار" رہ زن (لٹیرے) کو کہتے ہیں۔ میں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ شاعر نے یہاں "بٹ مار" "رہ زنِ ہوش" کے معنی میں نظم کیا ہے۔

21 "دھگ: آگ، سوزش، جلن"۔ "دھگدھگانا: جلنا، بھڑکنا، شعلہ زن ہونا" (اردو لغت)۔
دھگتا ہوں: جلتا ہوں۔

22 بیدار: عاشق و آشفتہ۔

23 بیدار: برمن۔ 24 نعیم: تروار۔

از دردِ دلِ سوختہ اے یار حذر کن — مُکھ کھول، بھلی بول، بکن پیار، جو ہے سُو
گر دست دہد وصلِ تو، صد جاں کنم از شوق — بر خاکِ کفِ پائے تو ایثار[25]، جو ہے سُو
اے یار! مکن مَیل بہ گفتارِ رقیباں[26] — از دردِ دلِ سوختہ ہشیار، جو ہے سُو
پنہاں مشو از عاشقِ دل خستہ نگارا! — از گفتۂ بدگوئے کُٹن[27] خوار، جو ہے سُو
اے جانِ جہاں، خرمنِ[28] گل، سرورِ خوباں! — بر کلّۂ بدخواہِ تو پَیزار، جو ہے سُو
بر روئے رقیبانِ بد اندیش و چغل خور — پھٹکار[29] ز ہر جانب و تھُتکار، جو ہے سُو

جعفر! مکن اندیشہ ز تدبیرِ[30] رقیباں
از عجز بہ دست آر دلِ یار، جو ہے سُو

---

۲۵ علوی، بیدار، لندن: انبار۔ "ایثار" کے معنی "قربانی دینا، غیر معمولی سخاوت و بخشش" ہیں؛ انھی معنوں کے لحاظ سے "ایثار" کو ترجیح دی گئی ہے۔

۲۶ علوی، بیدار: رقیم۔

۲۷ نعیم: کونت خوار۔ بمبئی: کفن خوار۔ لندن، علوی، بیدار میں "کٹن خوار" ہے اور میں نے اسی کو ترجیح دی ہے، یعنی: کٹن، خوار۔ کٹن: کٹنا (کٹنی کی تانیث) قرمساق، پست فطرت۔

۲۸ علوی، نعیم: وے مہ تاباں شہ خوباں۔

۲۹ لندن: تھتکار ز ہر جانب و پھٹکار۔ نعیم: دھتکار۔

۳۰ بیدار، نعیم، بمبئی: بہ تدبیر۔ علوی: اندیشۂ تدبیر رقیباں۔

نوٹ: لندن میں پانچ شعر ایسے ہیں جو کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ ان میں سے کم از کم ایک شعر ضرور ایسا ہے جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ جعفر کا نہیں، کسی ناقل کا اضافہ ہے۔ یہ شعر:

نک ...... کلی لاد مجھے اپنی دیا سے — رفتار تو چوں اشتر رہوار جو ہے سو

باقی چار اشعار کا احوال یہ ہے کہ وہ اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ کوئی شعر مکمل طور پر خوانا نہیں۔ ذیل میں ان اشعار کو اسی طرح نقل کیا جاتا ہے جس طرح وہ لندن میں لکھے ہوئے ہیں:

تجھسا مجھے کوئی نہیں ظاہر و باطن — رکھ ...... ...... ...... ...... ......

من روپ بہکہاری ہوں ...... درشن کی ...... ...... ...... ...... ......

بانچکس اے جان، من ...... ...... زنہار مکن راز خود اظہار جو ہے سو

یارب بجہاں ...... ...... ...... ...... پرخوں دہن راز چو سو فار جو ہے سو

یہ چاروں شعر جعفر ہی کے ہیں، میں اِس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح اِس امکان سے بھی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ دوسروں کا اضافہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ موجودہ صورت میں کہ اِن میں سے کوئی شعر کسی اور نسخے میں موجود نہیں اور یہ کہ اِن کا متن خوانا نہیں، اِن اشعار کو شاملِ متن نہیں کیا جاسکتا۔

# دستورُالعمل

هرسَر کہ باشد سِرّ[1] دَہن، آں سَر بگو بردار بہ — ہردل کہ باشد مہر دِہن، آں دل سدا بیمار بہ
ہرزن کہ باشد جنگ جو، دارد بہ شوہر گفتگو — در چال مکّے مؤ بہ مؤ، اُس نار سے[2] انگار بہ
جورو[3] لڑاکا گر بود، پُرخوف و ڈر آں گھر بود — وہ گھر سدا اَبتر بود، اُس گھر سے گنگا پار بہ
جو ہو چٹوری جُوئے[4] جی، بھد رُک یَم کہاں[5] ہوئے جی — آخر رہے گھر کھوئے جی، گفتار[6] از وصد بار بہ
جو اِستری تل تل ہنسے، ہر بات میں کھل کھل ہنسے[7] — ہر ایک سے مِل مِل ہنسے، بے مصلحت بگذار بہ
جو نار لچکے چال میں، سِسکی بھرے ہر حال میں — کالا تو ہے کچھ دال میں، از قُرب او زِنہار بہ
جو رانڈ ہو کاجل بھرے، چُویا چندَن[8] پر من دھرے — چوڑی پہن منہدی کرے، بر گردنش تلوار بہ
چھڑیوں[9] جو جاوے رانڈ جی، وہ رانڈ نا، ہے سانڈ جی — تا کے پرایا لانڈ جی، بر فرجِ او پھٹکار بہ
مہری[10] جو چابے پان جی، اُس کو لگا شیطان جی — جاوے سوے بُستان جی، زاں لوُلی[11] بازار بہ
دلبر کہ باشد عشوہ گر، جو بن دکھاوے گھر بہ گھر — لالچ کند بر سیم و زر، دوری ازو بسیار بہ

---

1. سِرّ: بھید [جمع: اَسرار]۔
2. لندن: اُس زن ستی۔
3. جورو، بیوی۔
4. نفع، فائدہ۔ سلیقہ، سگھڑپن۔
5. جمبئی، بیدار، پٹنہ، علوی: پر گھٹ نہاں کیا ہوئے جی۔
6. گفتار: لومڑی۔ 7. جمبئی، بیدار: کھِل کھِل ہنسے۔ آزاد: ہر بات میں کھل کھل پڑے۔
8. چُویا چندَن: وہ خوش بودار اُبٹن، جس میں صندل کے بُرادے کا جُز کچھ زیادہ ہو۔ [چُویا، چُوا: خوش بودار ابٹن، یا ارگجا جس کو صندل، گلاب، مشک، کافور (وغیرہ) سے بناتے ہیں]۔
9. چھڑیوں کا میلا: وہ میلا جو کسی بزرگ کی جھنڈیوں کے نام سے کیا جاتا ہے، جیسے: مدار کی چھڑیاں، میراں جی کی چھڑیاں، ظاہر پیر کی چھڑیاں (آصفیہ)۔
10. آزاد، رضا: مہری جو قبرستان جایا باغ اور بستان جا؛ اُس کو لگا شیطان جا۔
11. آوارہ، بازاری عورت، کسبی، پتریا۔

اٹکھیل باندی اَت[12] بُری، اُس کی تو ہے نوبت بُری | نزدِ خرد یہ گت بُری، بر فرجِ او تھتکار ہے
گھر بار کی جو پت[13] رکھو، مُلّا چکنیا[14] مت رکھو | دل بیچ یہ کہبت[15] رکھو، لاحول ازیں اطوار ہے
بیدل[16] نفر چوں سل بداں، گوہر چو در کہگل[17] بداں | موذی و بے حاصل بداں، ایسے نفر کو پار ہے
گھوڑا جو ہو گم راہ جی، اُس سے نہ ہو زر باہ جی | یہ حال ہے جاں کاہ جی، اُس سے خرِ رہوار[18] ہے
گھوڑا جو اسواری نہ دے، صاحب[19] طلب ساری نہ دے | بیٹا وہ جو یاری نہ دے، ایں ہر سہ تن فی النار[20] ہے
جو چاکری کو لاگیے، تو پرایا داغیے[21] | اِس مصلحت سے بھاگیے، زاں گوشۂ دیوار ہے
بخشی[22] اگر بے سوز ہے، چوکی[23] جو دوجی، روز ہے | وہ چاکری بھی گوز[24] ہے، زیں نوکری بے کار ہے
جو آشنا وعدہ کرے، وعدے ستی جھوٹا پڑے | للّو چو پر من ہرے، بر ہچو کس تھتکار ہے

---

[12] اَت: بہت۔ [13] پت: عزّت، آبرو، اعتبار (آصفیہ)۔
[14] چکنیا: چھیل چھبیلا، بانکا۔
[15] کہبت: کہاوت۔
[16] بے دل: رنجیدہ، ناراض، دل برداشتہ [مَثَل ہے: بے دل نوکر دشمن برابر]۔ نفر: نوکر، ادنا درجے کا نوکر۔
[17] کہگل: بھُس ملی ہوئی مٹی جس سے مکان لیپتے ہیں۔ گارا۔ استرکاری (پلستر) کا گارا۔ [کہ، کاہ: گھاس۔ گل مٹی]۔
[18] رہوار، راہوار: تیز چال اور ہموار چال کا گھوڑا۔ تیز اور ہموار چال کی سواری [عموماً گھوڑا]۔ خرِ ہموار: ایسا گدھا جو برابر چلتا ہے۔
[19] صاحب: آقا۔ طلب: تنخواہ۔
[20] آگ میں (جلیں)، دوزخ میں جائیں۔
[21] غلاموں، فوجی سپاہیوں کے گھوڑوں کے پٹھے پر پہچان کے لیے نشان ڈالے جاتے تھے۔ تو پرایا داغیے: یعنی نوکری ملنے کے بعد جب گھوڑے پر داغ کا نشان لگانے کی باری آئے تو کسی اور کا (مانگے کا) گھوڑا پیش کر دیا جائے۔ رضا، برکن، آزاد: تو اُدھارا۔
[22] بخشی: فوج یا چوکیداروں کی تنخواہ بانٹنے والا اور اُس کا حساب رکھنے والا افسر۔
[23] ڈیوٹی۔ نگرانی کرنے، پہرا دینے کی ڈیوٹی۔ چوکی جو دوجی، روز ہے: جو ڈیوٹی ہر دوسرے دن کی ہے (ایک دن بیچ) وہ روز کرنا پڑے۔ دوجی: دوسری [دوجا: دوسرا]۔
[24] گوز: ریاح، پاد۔

جھوٹا خدا سے دور ہے، ایمان سے مہجور ہے
وعدہ کرے، سُو زُور ہے[25]، از مکرِ او ہشیار بہ

ہر کس کہ او چیزے دہد، بر گردنت منّت نہد
از فخر چوں مینڈک جھد، بر روے او تھُتکار بہ

گرناں بہ سعیِ جاں رسد، بے منّتِ دُوناں رسد
از مصر یا یوناں رسد، از تاجِ اسفندیار بہ

ناکس بخواند علم اگر، جوید رہِ ظلم و ضرر
خیزد ازو ہردم شرر، صد بار ازو مینار بہ

مُمسک جو دُنیا دار ہو، مرنا اُسے دشوار ہو
دن حشر کے وہ خوار ہو، از وے سخی نادار بہ

عامل دیانت دار ہو، کوئی نہ اُس کا یار ہو
معزول ہو تب خوار ہو، زیں عاملی بیکار بہ

ضامن نہ ہو جے باپ کا، ہے ضامنی گھر پاپ کا
اِس سے بھلا دُکھ تاپ کا، زیں قول و فعل انکار بہ

قاضی اگر طامع بود، با خوے بد جامع بود
انصاف را مانع بود، در گردنش زُنّار بہ

جعفرؔ! زباں را بند کُن، با راستی پیوند کُن
دل خستہ را خُرسند کُن، ایں شیوہ از ہر کار بہ

---

25 زُور: جھوٹ۔ مجازاً: فریب، مکر۔

نوٹ: مختلف نسخوں میں اس نظم کے اشعار کی تعداد مختلف ہے۔ تین قدیم ترنسخوں میں سے نسخۂ کلکتہ میں ۲۳ شعر ہیں، آزاد اور برلن میں ۳۸، ۳۸ شعر ہیں۔ لندن ا زماناً اِن تینوں نسخوں سے موخّر ہے، اُس میں ۴۲ شعر ہیں اور رضا۱، ۲ میں ۳۳، ۳۳ شعری ہیں۔ نعیم میں (جو زماناً سب سے موخّر ہے) ۴۵ شعر ہیں۔ اِس نظم کے کئی شعر ایسے ہیں جن کی زبان اور بیان کے انداز کو دیکھ کر واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعفرؔ کے شعر نہیں۔ میرے لیے یہ طے کرنا بہت مشکل ہے کہ درحقیقت اِس نظم میں کتنے شعر جعفرؔ کے ہیں اور وہ کون سے شعر ہیں جنھیں واضح طور پر ناقلین کے اضافے کہا جاسکتا ہے۔ البتہ بعض شعروں میں زبان اور بیان کا انداز ایسا ہے اُن کو کسی بھی صورت میں جعفرؔ سے منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔ میں نے ایسے شعروں کو شاملِ متن نہیں کیا، اِن شعروں کو مشکوک اشعار کے طور پر یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اِن کا متن (ہر طرح کی اغلاط کے ساتھ) مطابقِ نعیم ہے:

سمدھی اگر بھوکا ملے داماد سے روکھا ملے
سمدھانہ سب کھوکھا ملے اس سے کٹیلا جھاڑ بہ

سالا جو بے توفیق ہے کھاری نمک تحقیق ہے
اس بات پر تصدیق ہے ہر کس را بتیار بہ

جو گھر رکھے سسرار میں پرکھت نہ ہو گھر بار میں　　تب کھت پڑے گھر بار میں زیں ذلت استغفار بہ
جو لالچی داماد ہو جب دیکھیے تب شاد ہو　　باتوں ہی سے من کھاد ہوا زوے بہ پہلو خار بہ
لنگوٹیا جو یار ہو ہمزاد کا سا پیار ہو　　دولت بڑھے اغیار ہو بر روے او بیزار بہ
دیکر جو کوئی چھین لے یا دوئی دیکر تین لے　　دیا دلایا پھیر لے دور کون او عیار بہ
بن بھوک مصری زہر ہے حلوا پکا قہر ہے　　سلوا غلیظ الدہر ہے بر وقت جو نہار بہ
جاہل سے ملنا حیف ہے اس کو جہل کا کیف ہے　　ہر بات اس کی سیف ہے زاں دیو و دد خونخوار بہ
ہر دولتی بے فیض ہے دولت ازو بے خیر ہے　　وہ تخم خون حیض ہے اس تخم کو در غار بہ
اس دور کے فرزند سوں فرزند اور دلبند سوں　　بھائی سگے دلبند سوں بیگانہ دلبر یار بہ
گھوڑا نہ لیجے لکھتا کولا نہ لیجے چکنا　　مت لو پڑوسی لکھنا زیں عذر بسیار بہ
جس شہر میں دلبر نہیں اشراف کا آدر نہیں　　قاضی شرع کا ڈر نہیں اس شہر سے کہسار بہ
گھر میں نہ ہو سکھ چین اگر بی بی کرے نت شور اگر　　گلہ سناوے در بدر اس گھر سے جمنا پار بہ
باندی سے جو اولاد ہو بے فیض بے بنیاد ہو　　وہ تخم سب برباد ہو آں تخم کو در غار بہ
کج بحث الجھا سوت ہے گید اور گیدڑ کا موت ہے　　جھوٹ ہے یا بھوت ہے زاں نار کجرفتار بہ
جس کی لڑاکا ساس ہو پر بغض جوں خناس ہو　　اس چنید کیسے پاس ہو اس ساس سے کفتار بہ
جس کی کمر میں کس نہیں جورو کرے تو جس نہیں　　وہ جوئی اس کے بس نہیں مردن بہ سنبل کھار بہ
سسرا جو ہو دل تنگ جو ممسک خسیس و جنگجو　　داماد سے بے رنگ جو ازوے سگ بازار بہ
جو لالچی داماد ہو جب دیکھئے تب شاد ہو　　باتوں ہی سے من کھاد ہوا زوے بہ پہلو خار بہ

---

# سُلوک نامہ

در دہر اگر عقلِ[1] تو چوں کوا نباشد ۔۔۔ در گُندرِ[2] کے جاے تو یک جوا[3] نباشد
آں کس کہ رہِ شرع گُو یداست، مَر اورا ۔۔۔ در رُوزِ جزا فکر و غم و ہوا نباشد
در قائم[4] و قُعوُد از کششِ نفس مخور غُوطہ[5] ۔۔۔ در خدمتِ حق بازیِ کنکوا نباشد

---

۱ اکثر نسخوں میں ''در دہر کہ تا عقل تو'' ہے، مگر یہ واضح طور پر درست نہیں معلوم ہوتا۔ اِس میں ''کہ'' بے محل ہے۔ بعض نسخوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ اُسے ''اگر عقل تو'' بہ خوبی پڑھا جاسکتا ہے۔ معنویت اور درستیِ عبارت کے لحاظ سے مجھے یہ صورت بہتر معلوم ہوتی ہے۔

۲ مختلف نسخوں میں یہ ٹکڑا مغشوش ہے۔ بعض نسخوں میں ''در کہندرہ گہ جاے تو'' ہے اور بعض میں در کہند ہرہوں تا جاے تو'' ہے۔ اِس میں پہلی شکل کچھ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ''کھنڈر'' کے معنی ہیں: ''بنجر، نا قابلِ زراعت زمین، غیر آباد''۔ اور ''کھنڈر'' متعارف لفظ ہے۔ ''کھندرہ'' سے ملتا جلتا ''گندرا'' ہے۔ اِس کے معنی ہیں: ''وہ قطعۂ زمین جو پانی کی کاٹ سے بچ کر اوپر کو اُبھرتا رہے۔ (۲) اناج کا ڈھیر''۔ معناً مجھے یہاں ''کھنڈر'' کے مقابلے میں ''کندرا'' بہتر معلوم ہوتا ہے۔ بہ ہر طور یہ قیاسی تعین ہے۔ میں نے معنویت پر نظر رکھتے ہوئے ''گندرا'' کو ترجیح دی ہے۔ ''گندرکہ'' کندرا کا اسم تصغیر ہوا۔ مطلب دوسرے مصرعے کا یہ ہوا کہ ایسے شخص کو (جس میں عقل اور سمجھ داری نہ ہو) کسی معمولی جگہ سے بھی کچھ نہیں مل سکتا۔

۳ ''جو'' ایک خاص اناج کے معنی میں متعارف لفظ ہے۔ [''جو فروش گندم نما'' معروف فقرہ ہے]۔ ''جَو'' کے ایک معنی ہیں: جَو کے برابر وزن، اُنچ کا تیسرا حصّہ، لمبائی یا وزن میں جَو برابر۔ کنایتاً: قلیل مقدار''۔ یہاں ''یک جوا نباشد'' کے معنی ہوں گے: ذرا سی چیز بھی نہیں ملے گی، کچھ نہیں ملے گا۔ ایک جَو کے برابر بھی جگہ نہیں ملے گی۔ [جَوا، جوا: لہسن کی پوتھی کے معنی میں آتا ہے۔ ''یک جوا'' کے معنی بھی یہی ہوں گے جو اوپر لکھے گئے ہیں؛ مگر میری راے میں بہتر صورت یہی ہے کہ ''جوا'' کو یہاں ''جو'' کی بدلی ہوئی صورت مانا جائے]۔

۴ قام: اقامت، نماز میں کھڑا ہونا، آغازِ نماز۔ قُعود: نماز میں التحیات پڑھتے وقت بیٹھنا: قعدہ۔

۵ غوطہ کے کئی معنی ہیں۔ اُڑتی ہوئی پتنگ کے اوپر سے نیچے کی طرف آنے کو بھی کہتے ہیں: پتنگ کو

دارد خبر از لذّتِ چُپ چاپ عبادت — آں کس کہ شکم سیر و بہت کھوّا نباشد
مجبور بود آں کہ در آزارِ جہان است — واصل بود آں کس کہ در اُلجھوّا نباشد
اے خواجہ! یقیں آر کہ بادوست ملاقات — بے خدمت و بے منّتِ پچھلوّا[6] نباشد
برتھیّا[7] تتا تھیّا تتا تھیّا منہ دل — تا روے تو فردا چو سیہ توّا[8] نباشد
بالذّتِ دُنیا طلبی دولتِ دیں را — ایں بحر بہ پایاں بہ دو بجروّا[9] نباشد
زر داری و یک پیسہ[10] دہی در رہِ مولا! — در حضرتِ حق اجر بہ پھسلوّا نباشد
آیئنۂ دل صاف کُن از مَصقلہ[11] ذِکر — کاہیں آئنہ، چوں آئنۂ نوّا[12] نباشد

---

غوطہ دینا، پتنگ کا غوطہ کھانا۔ دکھاوے کے لیے نماز پڑھنے اور اُٹھنے بیٹھنے (قیام وقعود) پر دکھاوے کے لیے زور دینے، لہر دینے پر طنز کیا گیا ہے۔ یعنی نماز میں ریاکاری کی کشش کے اثر سے قیام وقعود ایسے نہ کرو جیسے پتنگ باز پتنگ کو غوطے دیا کرتا ہے۔ دل لگا کر پڑھو، کنکوا مت اُڑاؤ۔ [کسی اُستاد (غالباً امیر مینائی) کا شعر ہے:

ہے نماز اِن زاہدوں کی ضعفِ ایماں پر دلیل — سامنے اللہ کے جاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے]۔

٦ اِسے ''پُچھلوّا'' اور ''پِچھلوّا'' دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ میں نے بہ لحاظِ معنویت بہ ضمِ اوّل کو کچھ بہتر خیال کیا ہے۔ پُچھ: دُم، پچھلا حصّہ۔ پُچھلوّا، پچھلا سے بنا سکتے ہیں: پیچھے لگا رہنے والا، چاپلوس، خوشامدی۔ دونوں صورتوں میں مفہوم یہ ہوگا کہ بیچ کے لوگوں، پیچھ لگوؤں اور بچولیوں کی مدد لیے بغیر اِس دنیا کا کوئی کام نہیں ہو پاتا، یہاں تک کہ دوست تک رسائی کے لیے بھی ایسے واسطے یا واسطوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

٧ گانا بجانا۔ رقص وسرود کی محفل مراد ہے۔

٨ تَوّا: توا [قیامت کے دن تمھارا منہ گناہوں کے اثر سے کالے توے کی طرح نہ ہو جائے]۔

٩ بَجرا: سیر تفریح کی کشتی۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح دو کشتیوں پر پیر رکھ کر دریا کو پار نہیں کیا جاسکتا، اِسی طرح دین کے ساتھ لذاتِ دنیا کو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

١٠ معروف سکّے کے ساتھ ساتھ مطلقاً روپے پیسے کے معنی میں لغات میں ملتا ہے۔ ''یک پیسہ'' سے یہاں مراد وہی ہے کہ دولت تمھارے پاس ہے مگر خدا کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتے ہو، بس ایک پیسہ دینا چاہتے ہو۔ اللہ میاں کو بھی بہلانا پھسلانا چاہتے ہو۔

١١ مَصقلہ: صیقل، جس سے آئینے کو صاف، روشن کیا جاتا ہے۔

١٢ نوّا: نائی، حجام۔ یعنی دل حجام کا آئینہ نہیں کہ کپڑا پھیرو اور صاف ہو جائے۔ دل کے آئینے پر صیقل ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے، اُس کا ذکر کرنے سے۔

بر ساحلِ مقصود و بہ منزل نرسد کس     تا آں کہ بہ تبعیتِ اِکلوا[۱۳] نباشد
با دَلق[۱۴] و بہ غلتاق[۱۵] بہ منزل نرسد کس     رہبر بہ خدا گدڑی و کھنڈرَوا[۱۶] نباشد
بے سود بود توبہ بہ شیبیؔ و بہ پیری     منظور چنیں توبہؔ چھلوا نباشد
آراستہ کُن ظاہر و پیراستہ باطن     درخلوت[۱۷] شہ اِذن بہ لعبوا[۱۸] نباشد

اے جعفر! اگر عقلِ معادت[۱۹] نبود ہیچ
از حُسنِ عمل پیشِ تو یک پوا نباشد

---

۱۳ اِکلوا: اکیلا۔ یعنی ساحلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے کسی نہ کسی کا اتباع کرنا، اُس کی بات ماننا ضرور ہے۔

۱۴ دَلق: گدڑی (فقیروں کا لباس)، موٹا لباس جو اکثر درویش پہنتے ہیں۔

۱۵ غلتاق: آرائش کے لیے گھوڑے کی پیٹھ پر ڈالنے کا ریشمی کپڑا: کھنڈی۔

۱۶ کھنڈرَوا: اس کی اصل ''کھنڈری'' ہے۔ کھنڈری: پیوند لگا کپڑا جسے اوڑھا جا سکے۔ گدڑی جس میں پیوند لگے ہوئے ہوں۔

۱۷ کئی نسخوں میں ''درحضرت شہ'' ہے۔ میں نے کلکتہ، لندن، رضا ۱، ۲ کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۱۸ مختلف نسخوں میں یہ لفظ مختلف مغشوش شکلوں میں لکھا ہوا ملتا ہے: بہ بلغوا، بہ بالقوا، بالچلوا۔ رضا ۱، ۲ میں ''چھلوا'' ہے [چھلا: مسخرا، بھانڈ، چھل باز]۔ ''چھلا'' سے ''چھلوا'' بنایا جا سکتا ہے۔ کلکتہ میں واضح طور پر ''لعبوا'' لکھا ہوا ہے۔ لعب: کھیل کود، سیر تماشا۔ اِن دونوں لفظوں میں سے میں نے کلکتہ کے لعبوا کو محض قدامت کی بنا پر مرجح خیال کیا ہے۔ ''لعب'' سے ''لعبوا'' بخوبی بن سکتا ہے۔

۱۹ مَعاد: لوٹ کر جانے کی جگہ، واپس جانے کا مقام، جاے بازگشت۔ مجازاً: عالم آخرت، عُقبا۔

# مُجرّد نامہ[1]

سُنو اے مُجرّد سخن پیم[2] کا دھرَم نیم[3] کا اور کُشَل کھیم[4] کا
اگر زن مَہا سُندر است و پری وَبا و مَریٔ[5] ہے، وَبا و مَری
مکن زن، کہ اَندوہ و دردِ سر است اگرچہ بہ صورت پری پیکر است
اگر زن پُر از چُویہ[6] و چندن[7] است بہ نزدِ خردمند جاں کُندن است
مُجرّد: شہنشاہِ مُلکِ بقاست مُجرّد: دل آگاہ و شیرِ خداست
مُجرّد: بود ہمچو دُرِ یتیم مُجرّد: بود ایمَن از خوف و بیم
فلک زیرِ پاے مُجرّد بود فلک در ثَنائے مُجرّد بود

---

ا بیدار، نعیم: در بیانِ مجردی۔ برکن، علوی: در بیانِ مجردی گوید۔ جمبئی: وصف در مجردی۔ [باقی نسخوں میں "مجرد نامہ"]۔

۲ پیم: پریم۔ [پریم کی قدیم صورت (اردو لغت)]۔

۳ اصل لفظ "نیم" کی بدلی ہوئی صورت۔ نیم: مقرّرہ اصول، قاعدہ۔ دھرَم نیم: مقرّرہ مذہبی اصول، طریقِ کار۔

۴ کُشَل کھیم: عمدگی، بہتری، صحت مندی۔

۵ مَری: ہیضے (وغیرہ) کی وَبا۔

۶ چُویہ: ارگجا۔ خوش بودار اُبٹن۔

۷ چندن: صندل۔

نگہ دار خود را زِ چُودا چُدی　　خصوصاً دریں دَورِ بارہ صدی[8]

خَمُش باش جعفؔر، کہ داری[9] عیال[10]

بکُن صبر، بگذر ازیں قیل و قال

---

8 بعض نسخوں میں ''گیارہ صدی'' ہے اور بعض میں ''بارہ صدی''۔ جعفؔر نے گیارھویں صدی کے نصفِ آخر اور بارھویں صدی کے ربعِ اوّل کا زمانہ پایا تھا، اِس لحاظ سے دونوں درست ہو سکتے ہیں۔ قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ چوں کہ پیشِ نظر خطّی نسخوں میں سے کئی قدیم نسخوں میں ''بارہ صدی'' ہے، اِس بنا پر اِسی کو ترجیح دی گئی ہے۔

9 اِس شعر سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جعفؔر کی بیوی بھی تھی اور بچّے بھی۔

10 عربی میں ''عِیال'' ہے۔ اُردو والے ''عَیال'' کہتے ہیں اور اردو میں اِسی طرح فصیح ہے۔

# عشق[1] نامہ

شہوتِ بے دِرَنگ[2] را عشق است — چچہ[3] خشک و تنگ را عشق است
گر میسّر شود زنِ فربہ — ٹلّہ[4] ہفت رنگ را عشق است
بی بیِ[5] ہند دل نمی خواہد — داہِ[6] روم و فرنگ را عشق است
کیرِ تو تا بکے وفا بکند — آلتِ[7] کہنہ لنگ را عشق است
گر نباشد شرابِ انگوری — قدحِ سبز بنگ را عشق است

---

۱ ادبیات: عشق نامۂ جعفر۔ برلن، آزاد: در بیان شہوت گوید۔ علوی، بیدار، نعیم: قصیدۂ عشقیہ درباب شہوت۔

۲ دِرَنگ: دیر، تاخیر۔ بے درنگ: تاخیر کے بغیر، فوراً۔

۳ چچہ (چچا): گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا جو فرج کے دونوں پاکھوں کے بیچ میں ہوتا ہے: ٹنا۔ [مطلق فرج کے معنی میں بھی بعض لوگوں نے استعمال کیا ہے، جیسے:

عادت پڑی ہوئی، تو طبیعت ہے ٹانوی — مٹ جاتی ہے بھڑک اگر چچا کھلا رہے

[کلّیاتِ عریاں، ص ۷، تحتِ ''اسرار الفروج'']

مگر ٹنا اور چچا کے درست معنی وہی ہیں جو لکھے گئے ہیں۔

۴ ٹلّہ (ٹلا) کے لیے دیکھیے ''ہجوِ شاہ زادہ کام بخش'' کا حاشیہ ۲۹۔ ''ہجوِ عصمت النسا بیگم'' کا حاشیہ ۶۔

۵ بیدار، رضا ۱، ۲، لندن: بی بی ہندوی۔ علوی، محمدی، پٹنہ: بی بی ہندوئے۔ [آزاد، نعیم: بی بی ہند]۔ دوسرے مصرعے میں دو نام آئے ہیں، اِس مناسبت سے میں نے ''بی بیِ ہند'' کو ترجیح دی ہے۔

۶ بمبئی: مصر و روم و فرنگ را۔ داہ: کنیز، لونڈی [اردو لغت]۔

۷ آلت: (مردانہ) عضوِ تناسل: ذَکر۔

وَر[8] نباشد تنبورۂ[9] بین و رَباب نغمہ ہائے مُچنگ[10] را عشق است

شربتِ قند اگر بہم نرسد آبِ جمنا و گنگ را عشق است

نبوَد[11] پالکی و اسپ اگر خرِ مسکیں دو رنگ را عشق است

گنجِ زر را بہ پشم خایہ شُمر[12] مُفلسانِ بھڑنگ[13] را عشق است

می شود گنج، جنگ از تقلیب[14] گوشۂ فقرِ تنگ را عشق است

زعفراں گر نمی شود موجود زرد[15] چوب و پتنگ[16] را عشق است

---

۸ وَر: اور اگر۔

۹ بیش تر نسخوں میں ''تنبورو بین'' ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ نہ جاننے کے سبب سے ناقلین نے ہ کو واو بنا دیا۔ تنبورہ بین: بغیر پردوں اور طربوں کا ستار کی قسم کا چار یا چھے تاروں کا ساز، جو ایک تو بنے اور ڈانڈ پر مشتمل ہوتا ہے [فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں، جلدِ چہارم، ص۱۵۲]۔ اصلاً ''تَنبُور'' ہے (بروزنِ مفعول)، اِسی طرح تنبورا؛ مگر ''تَنبُور'' (بروزنِ فعول) بھی مستعمل رہا ہے (سند اردو لغت میں)۔ اِس شعر میں بھی ''تَنبُور'' نظم ہوا ہے۔

۱۰ ''مُچنگ'' مُرچنگ کی مخفف صورت ہے۔ مُرچنگ: ''ایک باجے کا نام، جسے مُنہ میں پکڑ کر انگلیوں سے بجاتے ہیں۔ فارسی میں اِس کو ''بلبان'' یا ''چنگِ دہن''...... کہتے ہیں۔ اِس کا دستہ بائیں ہاتھ میں لے کر اور مُنہ سے مرچنگ لگا کر، اِس کے تارِ پیچیدہ کو دائیں ہاتھ کی سَبّابہ (انگشتِ شہادت، انگوٹھے کے پاس والی انگلی) سے چھیڑتے ہیں اور مُنہ سے بہ آوازِ خفیف ڈاڑ ڈاڑ ڈڑ ڈڑ کہتے جاتے ہیں'' (آصفیہ)۔

۱۱ بیدار، رضا۲، علوی: پالکی ناکی و فیل چہ کار۔

۱۲ شُمرَدَن، شُمُردَن: گِنتا۔ شُمر: اِس کا فعلِ امر ہے: گِن، شمار کر۔

۱۳ بھڑنگ: سادہ، بے وقوف۔ بھڑبھڑیا۔ فضول خرچ، خرچیلا، کھانے اُڑانے والا۔

۱۴ اُلٹ پلٹ، تغیر و تبدل۔ جملے میں لفظوں کی ترتیب بدل دینا۔ الفاظ کی برعکس خواندگی، یعنی بائیں طرف سے دائیں طرف کو پڑھنا۔ ''گنج'' کو بائیں طرف سے پڑھا جائے تو ''جنگ'' بن جائے گا۔

۱۵ زرد چوب: ہلدی۔

۱۶ پتنگ: ایک قسم کی لکڑی، جسے پانی میں پکا کر سرخ رنگ نکالا جاتا ہے جو کپڑے رنگنے اور دواؤں کے بھی کام آتا ہے۔

زن کہ در خانہ جنگ جوے بوَد    سفرِ شہرِ سنگ[17] را عشق است

گر چھپر کھٹ نباشد اے جعفر!
چارپائی جِھلنگ[18] را عشق است

---

۱۷ علوی، بیدار: شہر بنگ۔ بعض نسخوں میں ایک شعر یہ بھی ہے:

گر نباشد کلانوت و قوال    یار یار او لنگ را عشق است

دوسرا مصرع بہت مغشوش ہے، اسی بنا پر اس کو شاملِ متن نہیں کیا گیا۔

۱۸ جِھلنگ: جھلنگا، ٹوٹی ٹاٹی چارپائی جس کے بان ٹوٹ ٹوٹ کر لٹک گئے ہوں، ہلتو جُلتو۔

# در بیانِ دلاوری

من آں رستمِ وقت، رُوئیں تنم — کہ دہ پاپڑ[1] از مُشتِ خود بشکنم
کُنم رَوزَن اندر چپاتی بہ تیر — برآرم دَمار از سرِ مُورِ پیر
گسَلم گردنِ پشّہ را در[2] کمند — مگس چند را من در آرم بہ بند
بپوشم اگر جوشنِ جنگ را — ہزیمت دہم پشّوے لنگ را
بہ دہ[3] ضربِ بالِ مگس بر کَنم — قطارِ دو صد مور برہم زنم
اگر برزنم پنجہ در دال بھات — فتد ہیبت و خوف[4] در شش جہات
بدوزم بہ رُمح و سِناں دوُدہ[5] را — شِگافم بہ چنگال فالودہ را
دریں دَور ثانیِ رستم منم — بتاسا[6] بہ گرزِ گراں بشکنم[7]
بہ ہنگامِ خشم و تردُّد، تلاش — کنم غرق انگشت در دالِ ماش
من آں شہ سوارم کہ رُوزِ نبرد — برآرم بہ یک مُشت از پنبہ، گرد

---

۱ لندن: صد پاپڑ۔ بیدار، علوی، بمبئی: کہ دہ پاپڑ پختہ را بشکنم۔
۲ بیدار: کنم۔ نعیم:
گسلم گردن پشہ را از کمند — ترازو شود ناوک اندر پرند
۳ لندن کے سوا باقی نسخوں میں: بہ صد حملہ۔
۴ بیدار، لندن، بمبئی: خوف من در جہات۔
۵ دوُدہ: روشنائی (سیاہی)۔ وہ رقیق مادّہ جسے دھویں سے تیار کیا جاتا ہے اور جو سیاہی (روشنائی) بنانے میں کام آتا ہے۔
۶ نعیم کے سوا سب نسخوں میں "بتاسا" ہی ہے۔ نعیم: بتاشا۔
۷ لندن: بشکنم۔
۸ برلن، نعیم: تراشم بہ یک ضرب یک موے پشم۔ لندن: تراشم بہ دہ ضرب۔

چناں بگسلم[7] رشتۂ خام را | کہ سازم خجل رستم و سام را
من آنم کہ گر اسپ جولاں کنم | چہل خانۂ موش ویراں کنم
چقر سازم از خنجر آبدار | بہ حلوا و بغرات در وقت کار
تہمتن منم، گر کشم تیغ خشم | تراشم[8] بہ دو ضرب یک موے پشم
اگر برکشم تیغ تدبیر را | ببرم سر شیر تصویر را
بہ قوت چنانم کہ در چند سال | کنم ہر دو دندان فیل خیال
بہ کوہ تصور زنم گر لگد | ز بیخ و بنش برکشم بے مدد
من[9] آں شہ سوارم کہ در وقت جنگ | بہ شلوار افتم ز ناموس و ننگ
نہ آنم کہ بگریزم از گور خر | بہ گوزش کنم سینۂ خود سپر

بہ نام و نشاں جعفرِ دردمند
چو گوزِ خر آوازۂ من بلند

---

9 بمبئی، بیدار، علوی، لندن میں یہ شعر موجود نہیں۔ حکیم اور برلن میں موجود ہے۔ برلن اور حکیم میں اِس شعر کے بعد یہ شعر بھی ہے:

من آں شہ سوارم کہ در وقتِ جنگ | درختِ کدو را برآرم بہ چنگ

دونوں شعروں کا پہلا مصرع ایک ہی ہے، اِس وجہ سے اِسے شاملِ متن نہیں کیا گیا۔

نوٹ: مختلف نسخوں میں اِس نظم میں کچھ اور اشعار بھی ہیں، کسی میں دو، کسی میں تین اور کسی میں اِس سے زیادہ۔ یہ اشعار دراصل ایک ہجو کے ہیں، جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے اِس نظم میں شامل ہو گئے ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے:

اگر بشنود شوم آوازِ من | کند نزع ز آوازِ دمسازِ من

یہ دراصل عبدالرحیم کی ہجو کے اشعار ہیں [جس کا ایک مصرع یہ ہے: لئیم است عبدالرحیم سقیم]۔ برلن واحد نسخہ ہے جس میں اِس نظم میں یہ زائد اشعار شامل نہیں، اِسی نسخے کی مطابقت اختیار کی گئی ہے۔ ''ہجوِ لئیم'' کے عنوان سے جو نظم اِس کتاب میں شامل ہے، اُس میں اِن سب اشعار کو شامل کر لیا گیا ہے، جو کسی عبدالرحیم کی ہجو میں کہے گئے ہیں، جسے لئیم اور شوم کہا گیا ہے [اُس نے غالباً مدح کا صلہ نہیں دیا ہوگا، یوں اُس کو لئیم کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ: سرِ ممسکاں بر سرِ دار بہ]۔

# فخریّہ

آنم، اگر سُپارہؑ چو انڈا برآورم — فرزند در سہ ٹلّہؔ دوؔ گنڈا برآورم
در جنگ چوں پلنگ درآیم اگر بہ خشم — بر روے خَصم لنڈِ تکھنڈاؔ برآورم
ترکش اگر بہ بندم و گیرم کماں بہ دست — در مار دھاڑ کیہر چو ڈنڈا برآورم
گر بادشاہ پنج ہزاری کند مرا — از پشم و خایہ اردوؔ و جھنڈا برآورم
ہر جا کہ بادشاہ فرستد مرا بہ جنگ — آں جا صداے ٹنڈکؔ و ٹنڈا برآورم

جعفر زٹلّیم، من اگر نوکری کنم
از بہرِ داغؔ اسپ سہ لنڈا برآورم

---

۱ سُپارہ، سُپارا: سرِ ذکر، عضوِ تناسل کا مُنہ، شروع کا حصّہ۔
۲ ٹلّہ (ٹلا، ٹِلا): دھکا۔
۳ بیدار: سہ گنڈا۔
۴ اردو: لشکر، فوج۔ چھاونی، لشکر گاہ۔ [جعفر نے ازراہِ تمسخر خایہ کو جھنڈا بنالیا ہے اور پشموں کو لشکر گاہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ''خایہ'' کے معنی ہیں: خُصیہ، فوطہ۔ بول چال میں اِسے عضوِ تناسل کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، لُغت میں اِس کی صراحت موجود ہے۔ جعفر نے اِس شعر میں اِسے جھنڈا کی نسبت سے عضوِ تناسل کے مفہوم میں نظم کیا ہے۔ کئی نسخوں میں ''زود دو جھنڈا برآورم'' ہے، مگر یہ ناقلین کی پیدا کی ہوئی خرابی ہے۔ کلکتہ اور رضا۲ میں ''اردو جھنڈا'' ہے، اِسی کی مطابقت اختیار کی گئی ہے۔
۵ بمبئی: صداے ٹھنڈک و بھنڈا۔ نعیم: صداے بھنڈک و بھنڈا۔
۶ داغ: نشان، شاہی اصطبل کے گھوڑوں، غلاموں اور فوجی سپاہیوں وغیرہ کے لگائے جاتے تھے۔
از بہرِ داغ: سپاہی کے گھوڑے پر شناخت کا مقررہ نشان لگوانے کے لیے۔

# حسبِ حالِ خود

نہ مرا جاہ و دولت است نہ چوز[1] نہ مرا اسپ و نیلہ[2] است نہ یوز[3]
نہ مرا فیل و اُشترِ سرمست[4] نہ مرا تیغ و تیرِ دشمن دُوز
نہ مرا چاکر و نفر، نہ غلام نہ مرا داہ[5] و بی بیِ دل سُوز
شکر گویم کہ می رساند حق دال روٹی سواد[6] کی ہر رُوز

جعفرا! آگے اب[7] ہے کیا کہنا
فکرِ دُنیا سے ہو نہ مکر آموز

---

1. چوز: شکاری پرندے باز کا بچہ، جس کی عمر ایک سال کے اندر ہو، یا جس نے ابھی تک شکار نہ کیا ہو۔
2. نیلہ: نیلے رنگ کا گھوڑا یا خچر (فرہنگِ فارسی)۔ اردو میں عموماً نیل گاے کے لیے آتا ہے۔
3. یوز: مشہور شکاری جانور، جسے چیتا بھی کہتے ہیں۔ ہرنوں (وغیرہ) کے شکار کے لیے اِس کو پالا جاتا تھا۔
4. علوی، بمبئی: نہ مرا فیل ہست واشتر مست۔
5. داہ: کنیز، لونڈی (اردو لغت)۔
6. رضا ا: دال روٹی مع سواد۔
7. ادبیات: آگے کیا تجھے کہنا۔ بعض نسخوں میں پہلا مصرع یوں ہے: یہ کرامات اور کیا کہنا۔ حکیم: یہ کرامات اور کیا کہنا۔ لندن ا: یہ کرامت اب اور کیا کہنا۔ کئی نسخوں میں یہ چوتھا شعر ہے۔ علوی، بمبئی میں یہ ''جعفرا آگے اب'' کے ساتھ آخری شعر ہے۔ اسی کی مطابقت اختیار کی گئی ہے۔

# در بیانِ توکّل[1]

دلا! در مفلسی سب سے اکڑ رہ
به عالم بے کسی! سب سے اکڑ رہ

چکن اور زر کا چیرا[2]، پشم کر بوجھ
پھٹی پگ[3] باندھ کر سب سے اکڑ رہ

نہ کر خواہش تو جامہ بافتے[4] کا
گہن دگلا[5] پہر[6] سب سے اکڑ رہ

اگر شلوار نباشد، کس کو غم ہے!
لنگوٹا[7] کھینچ کر سب سے اکڑ رہ

جو کچھ بھی ہاتھ لاگا، چپ[8] چپا کر
خوشی ہو، ڈنڈ کر، سب سے اکڑ رہ

اگر یہ بھی میسّر جو نہ ہووے
اکیلا جوں الف[9] سب سے اکڑ رہ

---

۱ بعض نسخوں میں "در بیان قناعت" ہے۔ ادبیات، علوی: در بیانِ قناعت گوید۔
۲ چیرا: رنگین منقش پگڑی۔
۳ پگ: دستار، پگڑی۔
۴ بافتا: سوت، یا ریشم اور سوت کا ملواں بُنا ہوا کپڑا۔ بافتا اصل میں معمولی استعمال کے موٹے قسم کے کپڑے کو کہتے تھے۔ بافتا سے کسی قدر بہتر قسم کا خاصا محمودی اور پنچم کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔
۵ دگلا: روئی دار انگرکھا، لبادہ۔
۶ پہرنا: پہننا (کی قدیم صورت)۔
۷ رضا۲: لنگوٹی۔
۸ علوی، بیدار، بمبئی، ادبیات، پٹنہ: چھپ چھپا کر۔

۹ سب نسخوں میں پہلا مصرع اسی طرح ہے: (اگر یہ بھی میسّر جو)۔ ''اگر'' اور ''جو'' کا آنا کھٹکتا ہے۔ میں نے یہاں قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا، یوں کہ کسی بھی نسخے میں ایسا کوئی اور لفظ نہیں جسے ''اگر'' یا ''جو'' کی جگہ رکھا جاسکے۔ یہ فرض کرلیا ہے کہ شاعر نے اسی طرح کہا ہوگا۔ دوسرے مصرعے میں بھی ایسی ہی ایک صورت سامنے آتی ہے۔ میرے سامنے جس قدر نسخے ہیں، سب میں ''جوں الف'' ہے۔ بہ ظاہر قافیے کے لحاظ سے یہاں کوئی ایسا لفظ ہونا چاہیے جس کے آخر میں رے ہو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ پہلے شعر میں ''مفلسی'' اور ''بے کسی'' بہ طور قافیہ آئے ہیں، بعد کے اشعار میں کر، پہر، جیسے لفظ بہ طور قافیہ ملتے ہیں۔ اِس وجہ سے میں نے اِس مصرعے کے ''جوں الف'' میں کسی طرح کی تبدیلی کو مناسب نہیں سمجھا۔ اگر پہلے شعر کو درست مانا جائے (اور اُسے درست نہ ماننے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی) تو پھر اس شعر کو بھی درست مان لیا جائے گا۔ ''اکیلا جوں الف'' بہ لحاظِ معنویّت مکمّل ہے اور برمحل۔

# دراحوالِ[1] اِستغنا و بے پروائیِ خود گفتہ

هزار شکر نہ چوکی نہ پہرہ دارم من — نہ از یگانہ و بیگانہ بہرہ[2] دارم من
نہ ساربان، نہ بہلبان، نہ پیلبان ہستم — بہ ہر دو کُتف[3] نہ ڈولی چو مہرہ[4] دارم من
میانِ گدڑیِ خود می کنم اُلول گلول[5] — برائے غُسل نہ مِسّی تَتہرہ[6] دارم من
غریب و بے کس و مسکین و بے نوا ہستم — نہ باغ و مملکت[7] و چاہِ[8] گہرہ دارم من
مرا نہ اسپ و نہ شمشیر و جمدھر[9] است و سپر — نہ مُشتِ ہمیں نہ قبضہ سُنہرہ دارم من
نہ پاکھر[10] است و نہ چلقد[11]، نہ بکتر[12] و نہ سلاح[13] — نہ دو تہی[14] و نہ جامہ اکہرہ دارم من

---

[1] آزاد: در چوکی پہرہ گوید۔ کلکتہ: در بیان چوکی پہرہ گوید۔ [یہ عنوان بیدار سے ماخوذ ہے]۔
[2] فائدہ، نفع، حصہ۔
[3] کُتف: شانہ، کندھا۔
[4] کہار، پالکی اُٹھانے والا، کہاروں کا انچارج۔
[5] اچھل کود، شوخی (مراد ہے: مستی، عیش۔ [اُلول: جانوروں، خصوصاً گھوڑوں کی اچھل کود، شرارت، شوخی۔ کبھی کبھار انسان کے لیے بھی آتا ہے]۔
[6] تَتہوا، تَتیرا: پانی گرم کرنے کا ٹھلیا نما ظرف۔ مِسی: تانبے کا۔ تانبے کا بنا ہوا چھوٹا گھڑا نما ظرف، جس میں گرم پانی، خاص کر نہانے کے مطلب کا گرم پانی رکھا جاتا تھا۔
[7] مملکت: بادشاہت، حکومت، ریاست۔
[8] غالباً بڑا پکا کنواں، باولی۔
[9] دو دھارا سیدھا خنجر۔
[10] پاکھر: زرہ کی مانند باریک کڑیوں دار لوہے کی پوشش جو جنگ میں حفاظت کے لیے (یا محض آرائش کے لیے) گھوڑے، ہاتھی کو پہناتے تھے [اُمرا کے گھوڑوں پر زیب و زینت کے لیے چاندی یا موتیوں کی پاکھر بھی لگائی جاتی تھی]۔
[11] چلقد: سپاہیوں کے پہننے کا موٹا جنگی لباس: چلتہ، جوشن، زرہ۔

نہ در نہ ڈیوڑھی و درباں، نہ اسم و رسمِ جہاں — نہ ڈول و مشک و پکھال[۱۵] و تجہرہ دارم من
نہ زر نہ زیور و نقد و نہ کوٹھۂ اَجناس — نہ جشنِ عید نہ سیرِ دسہرہ دارم من
نہ چولھہ و نہ کڑاہی نہ ہانڈی و ڈوئی — نہ جھجر[۱۶] و نہ گھڑونچی[۱۷] نہ بجھرہ[۱۸] دارم من
نہ شیشہ و نہ صراحی نہ ساقی و مےِ ناب — نہ بنگ و خُتکہ[۱۹] و کونڈی[۲۰]، مَطہرہ[۲۱] دارم من
نہ فکرِ دانہ و کاہ و نہ حرصِ لقمۂ تر — نہ بیمِ حاسدِ فاسد، گدہرہ[۲۲] دارم من
نہ گاو تکیہ نہ مسند، نہ مورچھل نہ رُمال — نہ بنگلہ اونچا، نہ تخت و کٹہرہ دارم من
نہ دھوپ[۲۳] و برچھی و گُپتی، نہ ترکش[۲۴] و نہ کماں — نہ بانک[۲۵] و دَشنہ[۲۶]، نہ خنجر سُنہرہ دارم من

---

۱۲ بکتر: لوہے کے تاروں سے کڑیوں دار بنی ہوئی نیم آستین پوشش جسے جنگ میں زرہ یا لبادے کے اوپر پہن لیتے تھے (اردو لغت)۔ معین نے فرہنگِ فارسی میں لکھا ہے: ایک قسم کا جنگی لباس، جس میں لوہے کے چند ٹکڑے ہوتے ہیں جن کو باہم ملا کر، اُن پر زربفت یا مخمل چڑھادی جاتی ہے۔ یہ تو گویا چار آئینہ ہوا، جس میں لوہے کے چار ٹکڑوں پر (دو آگے سینے پر، دو پیچھے) مخمل چڑھادی جاتی تھی، اسے چار آئینہ (آہینہ) کہا جاتا تھا۔

۱۳ ہتھیار۔

۱۴ نعیم: دھوتی۔ بیدار: نہ دھوتی ٹوپی۔ لندن: نہ دھوتی و نہ جامہ انگرکھہ دارم من۔ [کلکتہ: دو تہی]۔
بیدار: نہ اسپ داغ نہ دبخط نہ چہرہ دارم من۔

۱۵ پکھال: چمڑے کے بنے ہوئے وہ تھیلے جن میں پانی بھر کر بیل یا خچر پر لادا جاتا ہے۔

۱۶ جھجر: بڑی صراحی۔ مٹی کا بنا ہوا صراحی نما ظرف جس میں پانی رکھ کر ٹھنڈا کرتے ہیں۔

۱۷ لکڑی کی بنی ہوئی جس پر گھڑے رکھے جاتے تھے۔

۱۸ بجھرا: پانی کے گھڑوں کے مُنہ پر رکھنے کا ایک خاص وضع کا بنا ہوا سرپوش [عموماً مٹی کا ہوتا تھا]۔

۱۹ سُونٹا، ڈنڈا۔ بھنگ گھوٹنے کا موسل نما چھوٹا سا ڈنڈا۔ ۲۰ مَطَہرہ، مطہرہ: آفتابہ، لوٹا، چھاگل۔

۲۱ کونڈی: کونڈے کی وضع کا بنا ہوا چھوٹا برتن، عموماً مٹی کا جس میں بھنگ گھوٹی جاتی تھی۔

۲۲ "گدیڑی" کے معنی ہیں: بے وقوف عورت، پھوہڑ، بدسلیقہ۔ میرا خیال ہے کہ "گدہرا" اُسی سے بنا لیا گیا ہے بہ معنی نامعقول، بُرا۔

۲۳ دھوپ: ایک قسم کی تلوار۔

۲۴ ترکش: تیروں کو رکھنے کا نلکی نما ظرف، جسے کمر پر لٹکا لیا جاتا تھا۔

۲۵ بانک: خم دار چھری، جو نوک کے پاس ٹیڑھی (خم دار) ہوتی تھی۔

نہ ہودج[27] و نہ عماری[28]، نہ میگ[29] ڈمبر و فیل
نہ اسپِ تازی[30] و زینِ رُپہرہ دارم من

نہ شوقِ[31] بی بی و لونڈی، نہ ذوقِ کُس، نہ جماع
نہ مَیلِ باغ و تماشائے دِہرہ دارم من

نہ ساختن بہ ہوا و بہ حرص چوں سگ و موش
نہ تاختن[32] چو گلہری گلہرہ دارم من

نہ خوفِ[33] فاقہ و فقر و نہ مَیلِ[34] مال و منال
نہ تنگ[35] و تُوبڑہ، ہتھی، کھریرہ[36] دارم من

نہ مفلس[37] و نہ کروڑی، نہ چاکرم نہ غلام
نہ سگ نہ چیتا نہ آہو، گلہرہ دارم من

نہ شحنہ[38] ام نہ مُقدّم[39]، نہ چودھری[40] ہستم
نہ ملک و مال نہ دِیہہ و نہ ڈیرہ دارم من

غریب[41] و عاجز و مسکیں زٹلی ام جعفر!
ہزار شکر، نہ زُور و نہ زَہرہ[42] دارم من

---

۲۶ دَشنہ: قصابوں کی چھری کی طرح کا اوزار۔ کٹار۔ خنجر۔

۲۷ ہودَج: ''ہودا'' کا اسم تصغیر۔ ہودا: عربی لفظ ''حوضہ'' (بہ معنی حوض) کا اردو تلفظ۔ پلنگ نما چوکھٹا، جو سواریوں کے لیے ہاتھی کی کمر پر باندھا جائے۔ یہ عموماً گہوارے (پالنے) کی شکل کا ہوتا ہے۔ اس پر سایے کے لیے چھتری یا کوئی آڑ نہیں ہوتی: کُھلی ہوئی بغیر چھتری کی عماری۔

۲۸ عماری: ہاتھی کی کمر پر باندھنے کا چھتری دار ہودا، جس کی چھتری بُرج نما ہوتی ہے۔ [''ہودج'' اونٹ کے کُجاوے کے لیے بھی آتا ہے]۔

۲۹ میگ ڈمبر: رتھ نما شاہانہ عماری جو ہاتھی کی کمر پر باندھی جاتی تھی۔ اُس کی دو بُرجیاں آگے پیچھے ہوتی تھیں۔ اس میں بادشاہ یا راجہ بیٹھتا تھا۔

۳۰ عربی گھوڑا۔

۳۱ یہ شعر کلکتہ میں موجود نہیں۔

۳۲ تاختن: دوڑنا۔ [بعض نسخوں میں ''باختن'' ہے۔ باختن: کھیلنا]۔

۳۳ لندن: نہ خوف فاقہ کشی و نہ فقر و مال و منال

۳۴ مَیل: رغبت، خواہش۔

۳۵ تنگ و توبڑا: (گھوڑے کی) زین کسنے کا تسمہ، اور (گھوڑے کو) دانہ کھلانے کا تھیلا۔ [توبڑا: ٹاٹ یا چمڑے کا تھیلا، جس میں دانہ بھر کر گھوڑے، خچر کے مُنہ پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ تنگ: زین کسنے کا تسمہ]۔

۳۶ کھریرا: گھوڑے کے بدن (جلد) کی مٹی صاف کرنے کا لوہے کا بنا ہوا جھانوا، گھوڑے کی جلد کا میل، مٹی صاف کرنے کے لیے اسے جھانویں کی طرح گھوڑے کے بدن پر رگڑا جاتا ہے۔ ہتھی گھوڑے کی جلد صاف کرنے کا برش۔ دستی موٹھ، یعنی ہتھیلیوں سے ملائی۔

۳۷ ادبیات: نہ ابلہ ام نہ کروری۔

۳۸ شحنہ، شحنہ: کوتوال، شہر کا محافظ۔

۳۹ مُقَدَّم: گانو کا مکھیا، نمبردار۔

۴۰ برلن، رضا، کلکتہ، لندن: نہ چوتھ پٹواری۔ بمبئی: نہ بھڑوا پٹواری۔

۴۱ پٹنہ: بہ کنج گاہ عبادت نشستہ ام جعفر۔ بیدار: غریب و عاجز و مسکیں و بے نوا ہستم۔

۴۲ زَہرہ: حوصلہ، ہمت، دلیری، جرات۔ پٹنہ: نے کبروز ہرہ دارم من۔

# قناعت[1] نامہ

جعفرؔ! بہ بوستانِ جہاں دَم غنیمت است | شادی نصیب گر نہ شود[2]، غم غنیمت است
چوں[3] دال روٹی آمدہ فرمانِ کردگار | گر بیش تر بہم نہ رسد، کم غنیمت است
در خانۂ کہ صورتِ[4] زن جنگ جو بود | زاں خانہ محنت[5] بسفر و رَم غنیمت است
گر بے سُرودِ[6] مجلسِ شادی بہم رسد | بر اہلِ درد زاں صفِ ماتم غنیمت است
حلوا اگر بہ منّتِ دوُناں رسد بہ دست | نزدیکِ اہلِ غیرت ازاں سَم غنیمت است
گر جشنِ ہر دو عید نہ باشد ترا نصیب[7] | زاں گریہ ہائے ماہِ محرّم غنیمت است
قالین و سُوزنی نہ بود[8] گر مُیسّرت | پارینہ، کہنہ بستر[9] و جاجم غنیمت است

---

1. علوی، بمبئی: قصیدۂ دیگر در قناعت و غنیمت شمردنِ زندگی۔ لندن۲: قناعت نامہ گوید۔ برلن: در بیان غنیمت نامہ۔ نعیم: غنیمت نامہ۔ بیدار: قصیدہ در قناعت و غنیمت شمردنِ زندگی۔ رضا۱: در بیان قناعت بر قسمت۔
2. رضا ۱، ۲، برلن، لندن: نہ بود    3. لندن ۱، ۲: چوں کرد وفر آمدہ فرمانِ کردگار۔
4. سب نسخوں میں "صورت" ہے۔ بہ ظاہر یہ لفظ یہاں کچھ بے محل معلوم ہوتا ہے۔ میں یہ طے نہیں کر سکا کہ اصلاً یہاں کوئی اور لفظ تھا، یا یہی لفظ تھا؛ اِس وجہ سے میں نے اِسی لفظ کو برقرار رکھنا مناسب خیال کیا ہے۔
5. محنت: دُکھ، تکلیف، مشقت۔
6. علوی، بیدار، بمبئی: بے سرور۔ سُرود: نغمہ، گانا بجانا۔
7. بمبئی، علوی، بیدار: مرا نصیب۔ لندن ۱، ۲: نصیب تو۔
8. نعیم: نہ شود۔ لندن ۱، ۲: نصیب تو۔
9. "بسترِ جاجم" بھی کہا جا سکتا ہے۔ میں نے (بعض نسخوں کے مطابق) "بستر و جاجم" کو یوں ترجیح دی ہے کہ پہلے مصرعے میں قالین اور سوزنی، دو لفظ آئے ہیں، یوں تناسبِ بیان کے لحاظ سے "بستر و جاجم" کو بہتر کہا جا سکتا ہے۔

گر اتفاقِ دیدنِ دُرِّ[10] یتیم نیست
نظّارہ سوے دانۂ شبنم غنیمت است

گر شیوۂ گدائی و خواری طلب کُنی
پس نوکریِ شاہِ معظّم[11] غنیمت است

از اہلِ[12] دہر کلفت اگر می رسد ترا
یک سونشیں، کہ گوشۂ عالم غنیمت است

دو پیازہ و کباب نہ باشد اگر[13] ترا
زاں ساگِ[14] خام و بھجیۂ شلغم غنیمت است

تربوز و خربزہ نہ رسد گر ترا بہ[15] دست
یک سبز پھانکِ کھیرۂ[16] بالم غنیمت است

بروقت[17] اگر بہ دست نیاید کُسِ نفیس
آں گندہ کونِ خواجۂ محرم[18] غنیمت است

گر بکرِ تنگ[19] چیچہ نہ یابی دریں جہاں
یک بھوسڑی فراخ و بے ہنگم غنیمت است

اِمساکِ نیم پاس نہ باشد اگر ترا
دہ چُست[20] ٹلّہ، دَھکّۂ پیہم غنیمت است

آوازِ شَیپورۂ[21] نہ رسد گر بہ گوشِ تو
آوازِ بولِ[22] بیگم و خانم غنیمت است

---

۱۰ دُرِّ یتیم: وہ بڑا موتی جو سیپی میں اکیلا پایا جاتا ہے اور زیادہ آب دار اور قیمتی ہوتا ہے۔

۱۱ محمد معظّم بہادر شاہ، اورنگ زیب عالم گیر کا دوسرا بیٹا، جو اورنگ زیب کے بعد بادشاہ ہوا تھا۔

۱۲ بمبئی، علوی، بیدار، نعیم، برلن، لندن: اہلِ درد۔

۱۳ لندن: ترا نصیب۔ برلن: نصیب تو۔

۱۴ برلن: آں ساگ نیم پختہ و شلغم۔ رضا۲: آں ساگ خام پختہ شلغم۔ رضا۱: آں ساگ خام و پختۂ شلغم۔ لندن: آں ساگ خام پختہ و شلغم۔

۱۵ رضا، علوی، نعیم، بمبئی، بیدار: نہ بود گر میسّرت۔

۱۶ بالم کھیرا: ایک قسم کا کھیرا جو عام کھیرے سے موٹا، لمبا، بہت ملائم اور شیریں ہوتا ہے۔

۱۷ بمبئی، نعیم، علوی، بیدار، رضا: ہروقت۔

۱۸ "خواجہ" کے ایک معنی "ہجڑا" بھی ہیں (جس کے خُصیے نکلوا دیے گئے ہوں: فرہنگِ فارسی)۔ یہاں "خواجہ" اِسی معنی میں آیا ہے۔ لندن ۱،۲، رضا ۱،۲: خوجہ۔

۱۹ بکر: دوشیزہ، کنواری۔ چیچہ (چیچا): گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا جو عورت کی فرج کے دونوں پاکھوں کے بیچ میں ہوتا ہے: ٹنا۔

۲۰ رضا ۱،۲، لندن ۱،۲: دہ چُست دھکّہ ٹلّۂ پیہم۔

۲۱ شَیپور: نفیری، شہنائی، بگل، قرنا۔ بیدار علوی، نعیم اور بمبئی میں "شیو برہ" ہے۔ شیو برہ بہ ظاہر کوئی لفظ نہیں۔ میں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ یہ "شَیپور" کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو نقل در نقل کے نتیجے میں نمایاں ہوئی ہے۔ باقی نسخوں میں یہ شعر شامل نہیں۔

گر اسپِ[۲۳] جلد و خوب نہ باشد بہ کارِ تو یک خچر و گدھیڑیِ[۲۴] پالم غنیمت است

کمخوابِ نرم و نُقرہ اگر نیست رُوزیت درکنجِ خون پوششِ کھس[۲۵] ہم غنیمت است

اکنوں کہ بوے مہر و وفا در جہاں نہ ماند افلاک و خاک درہم و برہم غنیمت است

جعفر! بیا، بہ کُنجِ قناعت نشیں بہ صبر

تا کے[۲۶] بگوئی: ایں ہم و آں ہم غنیمت است

---

۲۲ اسے "بُول" بھی پڑھ سکتے ہیں اور "بَول" (بہ معنیِ پیشاب) بھی کہہ سکتے ہیں۔ شعر میں گنجایش دونوں کی ہے معنوی مناسبت سے۔ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

۲۳ بیش تر نسخوں میں "اسپک صفا" اور "اسپ گہ صفا" ہے۔ "اَسپک" مٹی یا لکڑی کے اُس گھوڑے کو کہتے ہیں جو بچوں کے کھیلنے کے کام آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں معنوی مناسبت کے لحاظ سے یہاں بے محل معلوم ہوتی ہیں اور "اسپک" کا بھی کوئی محل نہیں۔ برلن میں "گر اسپ جلد و خوب نباشد روزگار" ہے اور لندن میں مصرع یوں ہے: گر اسپ گہ صفا نبود روزگار تو۔ میں نے "اسپ جلد و خوب" کے ساتھ "نباشد روزگار" کو "نہ باشد بہ کار تو" مان لیا ہے کہ اِس طرح مصرع پوری طرح بامعنی ہو جاتا ہے اور وزن کے لحاظ سے بھی درست ہے۔ "جلد" کے معنی "تیز رفتار" بھی ہیں اور یہ گھوڑے کی صفت کے طور پر مستعمل رہا ہے، یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

۲۴ برلن: یک خچر گدہری و بیدم۔ حیم: یک خچر گدھیڑی بیدم۔ بیدار، رضا ۱، ۲، علوی، لندن: یک خچر گدہری پالم۔ بمبئی: یک خچر گدہڑی پالم۔ "گدھڑا" گدھے کے معنی میں لغت میں موجود ہے (اردو لغت)۔ "گدھڑے چڑھوانا" گدھے پر چڑھانا کے معنی میں بھی پایا جاتا ہے (ایضاً)۔ اِس لحاظ سے میں نے یہ مان لیا ہے کہ اِس مصرعے میں "گدھیڑی پالم" سے مراد دہلی کے علاقۂ پالم میں موجود گدھے کی کسی خاص قسم سے ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اچھا اور تیز رفتار گھوڑا نہ مل سکے تو خچر اور گدھیڑی پالم بھی غنیمت ہیں۔

۲۵ کھس: کھیس، یہ ایک خاص وضع کا موٹا کپڑا ہوتا ہے جو اوڑھنے اور بچھانے کے کام آتا ہے: دو سوتی چادر۔

۲۶ سب نسخوں میں "تا کے کُنی" ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بگڑی ہوئی شکل ہے "تا کے بگوئی" کی۔

# جُوبن[1] نامہ

دَرِیغا[2] کہ جوبن چلا رُوس[3] کر الَلّے تَلَلّے کا گھر مُوس[4] کر
گیا جُوبنا، اب[5] کہاں پایئے اگر کانورُو[6] دیس بھی جایئے

---

1 علوی، محمدی، نعیم: درصفتِ تنزّلِ حسن و جوبن۔
یہاں اِس طرف توجہ دلانا بے محل نہ ہوگا کہ جعفر نے فصحاے دہلی کے استعمال کے مطابق "جوبن" کو حُسن و شباب کے معنی میں نظم کیا ہے۔ اساتذۂ لکھنؤ نے اِسے پستاں کے معنی میں بھی نظم کیا ہے، مثلاً:

آنکھیں دکھلاتے ہو، جوبن تو دکھاؤ وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے
[امیر مینائی: صنم خانۂ عشق، ص ۲۷۷]

امیر ہی کا شعر ہے:

کہتے ہیں آئے جوانی تو یہ چوری نکلے میرے جوبن کو لڑکپن نے چُرا رکھا ہے
(ررص ۲۲۵)

اِس سلسلے میں داغ کے ایک خط کا اقتباس پیش کرنا افادیت سے خالی نہ ہوگا۔ ناطق گلاؤٹھوی کے نام خط میں داغ نے لکھا ہے:

"لفظ جوبن کے متعلّق میں پھر یہی کہتا ہوں کہ اِس کا استعمال بہ معنیِ پستاں اہلِ لکھنؤ کا اختراع ہے۔ دہلی والے اِس معنی میں نہیں بولتے۔ دہلی کے استعمال میں یہ لفظ ضرور ہے، مگر اِس طرح:

عجب جوبن برستا ہے، کسی سے جب وہ لڑتے ہیں اداٸیں بھی بلاٸیں لیتی ہیں، جب وہ بگڑتے ہیں"
(انشاے داغ، ص ۱۲۴)

2 دَریغ اور دِریغ، دونوں طرح درست ہے [فرہنگِ فارسی]۔

3 رُوس کر: روٹھ کر [رُوسنا: روٹھنا (پلیٹس)]۔

4 مُوس کر: لوٹ کر [مُوسنا: چُرانا، لوٹنا، دھوکا دے کر لینا (آصفیہ)]۔

5 جمبئی، لندن، برلن: پھر۔

6 کانورو، کام روپ کی دوسری صورت ہے۔ یہ شہر ریاستِ آسام میں ہے۔ یہ علاقہ جادو کے لیے مشہور رہا ہے اور "جادوے بنگال" کی رعایت سے اِسے بھی بنگال کا علاقہ سمجھا گیا ہے۔

ارے ہائے جُوبن چلا جائے رے! چہ چارہ کنم ہائے رے ہائے رے!
نہ تھا ماتھے اب^۸ نہ راکھا رکھے^۹ نہ آوے^۱۰ یہ پھر کے کسی کے کہے
اِسے پھیر^۱۱ کیوں کر منا کر رکھوں جوانی گئی، کیا رِجھا کر^۱۲ رکھوں
نہ جاتے جوانیؔ و جُوبن، وَلے بُڑھاپے کے ہاتھوں ستی^۱۳ ڈر چلے
چو دیدم کہ جوبن چلا دَر بروں^۱۴ دَوِیدم پَیَش^۱۵ کھِیسرُوں کھِیسرُوں^۱۶

---

نور اللغات کے ایک اندراج سے اِس کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے: "کانورو، بنگال کے ایک مقام کا نام ہے، جہاں کا سحر مشہور ہے۔
کیا غضب ہے ایک ہی اچھر سے مارا قدر کو سیکھ آئی کانورو سے اے پری جادو نگاہ"
جعفر کا مطلب یہ ہے کہ اب کانورو دیس کا جادو بھی اُسے واپس نہیں لاسکتا۔ میری معلومات کی حد تک شمالی ہند کی شاعری میں اِس لفظ کے استعمال کی یہ قدیم ترین مثال ہے۔

۷ جمبئی: یونہیں ہائے۔ ۸ جمبئی: تھمے ہے۔

۹ یہاں "راکھا رہے" بھی ہوسکتا ہے اور بہ ظاہر یہی بہتر معلوم ہوتا ہے؛ مگر اِس وجہ سے کہ سب نسخوں میں "رکھے" ہی ہے اور یوں بھی کہ "تھما تھمے" کے تقابل میں "راکھا رکھے" مرجح معلوم ہوتا ہے، اِس بنا پر اِسی کو برقرار رکھا گیا۔

۱۰ جمبئی: نہ آوے وہ پھر بھی۔ لندن: نہ آوے گا پھر پھر کسی کے کہے۔

۱۱ لندن: پھیر میں۔ [پھیر، پھر کی قدیم صورت]۔

۱۲ جمبئی: چھپا کر۔ ۱۳ ستی: سے۔ لندن: ہاتھوں سے ڈر کر۔

۱۴ سب نسخوں میں یہی ہے۔ "دربروں" شاعر نے (غالباً) دروازے سے باہر کے معنوں میں لکھا ہے [دَر: دروازہ۔ بروں: باہر]۔ "بِروں" اور بُروں" دونوں طرح درست ہے (فرہنگِ فارسی)۔ "بروں" کی ایک صورت "بیروں" بھی ہے اور اِس لحاظ سے بہ کسرِ اوّل کو مرجح کہہ سکتے ہیں۔

۱۵ پَیَش: اُس کے پیچھے۔

۱۶ مختلف نسخوں میں اِس لفظ کو ناقلوں نے (غالباً صحیح طور پر نہ پڑھے جانے کی وجہ سے) عجیب عجیب طرح لکھا ہے [مثلاً نعیم میں "گھنٹریوں گھنٹریوں" ہے]۔ میں نے اِسے قیاساً "کھیسرُوں" متعین کیا ہے۔ "کِھیس" اور "کھیس نکالنا" لغات میں موجود ہے [فیلن اور پلیٹس کے لغات]۔ اِسی طرح "کھیسیں نکالنا" [کھسیانی ہنسی، چڑاونی ہنسی اور خوشامدانہ انداز کے مفہوم میں] مستعمل ہے۔ میں نے یہ فرض کرلیا ہے کہ جعفر نے اپنے خاص انداز میں "خوشامدانہ" کے معنی میں اِسے تراشا ہے۔ ہاں اِس کی ایک صورت "کھِیسرُوں" بھی ہوسکتی ہے۔

فغاں کردم از بے کسی ہاے خویش — بنالیدم از بے بسی ہاے خویش
کہ اے جوبن! از من جدائی مکن — چو مہ پیکراں بے وفائی مکن
مرا[17] با تو ہر دم محبت، پیار — وگرنہ رگ و پوست دارم چہ کار
چٹک[18] چینگ و چت لگن ہم توئی — سجن[19] نش کرن، مَن ہرن ہم توئی
چرا می روی، باش دن چار اور — مرولٹ پٹے بھانت[20]، مستانہ طور
جوابم نکو داد جوبن صریح — بہ حرفِ ملیح و بہ لفظِ فصیح
کہ بودم رفیقِ جوانیِ تو — نہ ہم خوابہ[21] و یارِ جانیِ تو
مرا بے جوانی بہ تو کار نیست — بُرے وقت کا ہیچ کس یار نیست
ز جوبن شنیدم چو زینساں جواب — رسیدم بہ پیشِ جوانی شتاب
بنالیدم[22] از ناتوانیِ خویش — ز ضعفِ دل و جاں گرانیِ خویش
بگفتم کہ اے یارِ جانیِ من! — توئی مایۂ شادمانیِ من
مرا عشق و البیل پن از تو بود — شب و روز اٹکھیل پن از تو بود
طفیلِ تو بود آں اَلول[23] و ترنگ — بہ مَیلِ تو بود آں کلول[24] و چھلنگ

---

17 نعیم: مرا با تو ہر جا بہت ہست کار۔ نعیم، لندن: ولیکن رگ و پوست۔
18 چٹک: چمک دمک، روشنی، سُرخی، شوخی ـــــ چینگ: شوق، دُھن، لگن، خیال ـــــ چت لگن: دل لُبھانے والا، دل رُبا۔
19 زبس شمعِ ایں انجمن ہم توئی۔ مَن ہرن: دل رُبا، دل چھین لے جانے والا۔
20 لٹ پٹا: جھومتا ہوا، البیلا، رنگیلا ـــــ بھانت: ڈول، ڈھب، انداز، طرح (آصفیہ)۔ لٹ پٹے بھانت: البیلوں کی طرح جھومتا ہوا۔
21 ہم خوابہ: ایک بستر پر ساتھ سونے والی (بیوی)۔ معین نے فرہنگِ فارسی میں لکھا ہے کہ یہ لفظ بیش تر غیر شرعی اور غیر قانونی ہم بستر خواتین کے لیے استعمال میں آتا ہے۔
22 بمبئی: بیاں کردم از ناکسیہاے خویش۔
23 الول: شوخی، شرارت، اُچھل کود۔
24 کلول: خوشی، احساسِ مسرّت ـــــ چھلنگ: چھلانگ۔

ز تو داشتم لذتِ پنج چیز[25] بہ[26] ہر حرکت[27] و جرگہ بودم عزیز
چرا ایکلا[28] می گذاری مرا بہ دستِ جفا می سپاری مرا
جوانی چو از من شنید ایں بیاں بِگو گفت در گوشِ ہوشم نہاں
توئی میزباں و منم میہماں ارے گلبِرے[29]! عقل تیری کہاں!
ندانی کہ مہماں نگیرد قرار بجز ایک شب یا دِنا دوے چار[30]
برو صبر کُن، با بُوھاپا بساز ازیں پس بہ غفلت مکن پا دراز
بُڑھاپا بود مغفرت خواہِ تو رود تا لبِ گور ہمراہِ تو
ازو ہم شنیدم چو زینساں جواب شُدم محو در بحرِ غم چوں حباب
بیا جعفر! الحال یکسو نشیں مکن بکبکاہٹ، مشو دل حزیں
جوانیٔ و جُوبن پڑو بھاڑ میں ہے آخر ٹھکانا اُسی غار میں
شب و روز در فکرِ آں غار باش عبادت کُن و با خدا یار باش

مرنجاں سرِ مو دلِ ہیچ کس
کہ مغزِ عبادت ہمین است و بس

---

٢٥ ''پنج چیز'' سے جعفر کی مراد غالباً حواسِ خمسہ سے ہے [پانچ حواس: سُننا، دیکھنا، چکھنا، سونگھنا، چھونا]۔ اِس کی تائید اِس سے ہوتی ہے کہ اگلی نظم ''در صفتِ پیری'' میں بھی یہ بات کہی گئی ہے۔

٢٦ لندن ١،٢: بہر چیز کز جاں ندارم عزیز۔

٢٧ دو نسخوں (لندن ١،٢) کے سوا اور سب نسخوں میں ''حرکت'' ہے۔ حرکت کے ایک معنی ''سرگرمی، عمل، آمد و رفت'' بھی ہیں (اردو لغت) اور غالباً یہی معنی مراد ہیں —— جرگہ: گروہ، قبیلہ، آدمیوں کا حلقہ باندھ کر بیٹھنا (ایضاً)۔

٢٨ ایکلا: اکیلا [یہ لفظ کربل کتھا میں بھی آیا ہے: ''تمام لشکر دوڑا اور اُس امامِ مظلوم ایکلے کو درمیان لیا'' (ص ٢٠٤) بہ حوالۂ اردو لغت)۔

٢٩ کلسرا: کالے سر کا، جوان آدمی۔ بہ طورِ طنز اور برائے تعریض بھی یہ لفظ استعمال میں آتا ہے۔ آصفیہ میں اِس لفظ کے تحت نصیر کا یہ شعر بھی درج کیا گیا ہے: سر نہیں دیتی اُٹھانے شیخ کو ریشِ دراز ✣ ہے وبال اِس کلسرے کو اپنے پنچھالے کی جھونک۔ جعفر نے یہاں اسی رعایت سے اس لفظ کو نظم کیا ہے۔ ٣٠ بمبئی: یا دو روز و چہار۔

# بُڑھاپا[1] نامہ

دریغا![2] کز[3] چہل بگذشت سالم — بجا باشد ازیں غم گر بنالم
کری اب ڈھول[4] راجہ نے چڑھائی — مٹی[5] اب شیام ٹھاکر کی دُہائی
چلے ہیں شیام ٹھاکر چھوڑ کر[6] گھر — اکیلے، ڈھول راجہ سیتی ڈر کر

---

۱ برلن: دربیان عمر گوید۔ نعیم: درصفت پیری۔ محمدی: درصفت پیری گفتہ۔ بمبئی: مثنوی میر جعفر۔ لندن ا میں کوئی عنوان نہیں۔ [لندن ۲ میں بوڑھاپا نامہ]۔ جعفر کی کئی نظمیں تمثیلی نظموں کے ذیل میں آتی ہیں، یہ عمدہ نظم بھی اُنھی میں شامل ہے۔

۲ بمبئی میں آغاز اِس شعر سے ہوتا ہے:

بہ نام مالک کل الملوک اب — رقم کرتا ہوں اشعارِ سلوک اب

یہ شعر کسی اور نسخے میں نہیں۔ میری راے میں یہ کسی ناقل یا مصحح کا اضافہ ہے۔ دَرِیغ، دِرِیغ: افسوس۔

۳ برلن، بمبئی: از۔

۴ دیکھیے: حاشیہ نمبر ۷۔

۵ نعیم: ہوئی اب۔ باقی سب نسخوں میں ''مٹی اب'' ہے۔ ''دُہائی'' کے معنی ''اعلان، حکم، مُنادی'' بھی ہیں۔ اردو لغت میں بے نظیر شاہ کا یہ شعر سنداً لکھا گیا ہے:

خدایا! تری ناخدائی رہے — دو عالم میں اُس کی دُہائی رہے

جعفر کے اِس شعر میں ''دُہائی مٹی'' اِسی مفہوم میں آیا ہے، یعنی اُس کی حکومت کا اعلان ختم ہو گیا، اُس کا حکم ختم ہو گیا۔ شیام ٹھاکر (جوانی) کی حکومت ختم ہو گئی۔ جوانی کو ''شیام ٹھاکر'' سیاہ بالوں کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ شیام: سانولا، ملیح، سیاہ۔

۶ نعیم: چور کر کر [میرا خیال ہے کہ یہ ''چھوڑ کر گھر'' کی مسخ شدہ صورت ہے]۔ محمدی، علوی: اب ڈگر کر۔ لندن ۱، ۲: ٹھاکر جی ڈگر کر۔ بمبئی: شیام ٹھاکر جیو کر کر۔ لندن ا: راجہ جی سے ڈر کر۔ بمبئی: راجہ جیو سے ڈر کر۔

اب آیا ڈھول[۷] راجہ دے نقارا — لگا جُوبن نگر لٹنے ہمارا
لیا سب گھیر دریا، رُوپ[۸] کھیڑا — کیا جُوبن نگر میں آ کے ڈیرا
بصارت خاں کہ مردِ دور بیں بود — دریں جُوبن نگر صاحب یقیں بود
لٹا[۹] ہوکر لگا مغلوب ہونے — اِدھر اُدھر سے بیٹھا ایک گونے
طبَکل[۱۰] زد میر سُستی بے بم و زیر — رواں شد ساکنِ دیرینہ بلبیر
رواں شد لامسہ[۱۱] جاں در پےِ تَل — بہ مرزا ہاضمہ اُفتاد ہل چل
بہ آغا پھُرت گفتہ تُرت[۱۲] بائی — کہ راجہ ڈھول نے دھومَس مچائی
چلے ہیں بھاگ سب، تو بھی[۱۳] ڈگر چل — مہا جوبن نگر میں سُکھ[۱۴] کو دھر چل

---

۷ ڈھول: سفید [ڈھولا: صاف، چمک دار، سفید رنگ کا۔ مجازاً: سفید بال۔ ڈھولے آجانا: سفید بال نکلنے شروع ہو جانا]۔ جعفر نے "ڈھول راجہ" بڑھاپے کو کہا ہے (سفید بالوں کی نسبت سے)۔ برلن، بمبئی، نعیم: اب آئے ڈھول راجہ۔

۸ علوی، محمدی: لیا اب گھیر کے جب روپ سارا۔ بمبئی: روپ گھیر۔ "کھیڑا: چھوٹا گانو، چھوٹی بستی ......"۔ "کھیڑا" کے کئی معنی ہیں، اِس شعر میں یہ اِنھی معنوں میں آیا ہے۔

۹ لندن ۱، ۲: کہٹا ہو کر۔ برلن: نصب مر کر۔ [نعیم، رضا ۱، ۲، علوی، محمدی: لٹا ہو کر]۔ بمبئی میں یہ شعر موجود نہیں۔ لٹا: دُبلا، لاغر، نحیف و زار (آصفیہ)۔ لٹا ہو کر: کم زور ہو کر۔

۱۰ اصلاً "طنبل" ہے، مگر "طبَکل" بھی پرانی اردو میں ملتا ہے (اسناد اردو لغت میں)۔

۱۱ لامسہ جان، مراد ہے قوتِ لامسہ: چھونے کی طاقت، کسی چیز کو چھو کر معلوم کرنے کی طاقت۔ [لَمس: چھونا]۔ بعض نسخوں میں "لامسہ خاں" اور بعض میں "لامسہ جاں"۔ "لامسہ" مونث ہے، اِس نسبت سے میں نے "جاں" کو ترجیح دی ہے۔ تَل: ٹیلا، کھنڈرات کا ڈھیر، اونچی سطح والی زمین۔

۱۲ بیش تر نسخوں میں "سرت" ہے، مگر "ترت پھرت" آتا ہے اور یہ کہ "سُرت" جس کے معنی ہیں: "عقل، شعور، دھیان، سوجھ بوجھ"، اُس کا یہاں محل نہیں اور یوں بھی کہ مدرکہ کا بیان اس کے بعد آیا ہے: اِن وجوہ سے میں نے یہاں "ترت" کو مرجح مانا ہے۔

۱۳ لندن ۲: تو بھی تو گھر چل۔ بمبئی: چلا اب میں سنک تو بھی ڈگر چل۔

۱۴ بمبئی، نعیم: سوگ دھر چل۔

به بی بی چُستی آمد ایں خبر زوٗد — بہ دست و پاش ہول و رعشہ اَفزود
بہ شحنہ سامعہ چوں ایں خبر شُد — پریشاں از شنیدن سر بہ سر شُد
مگر یک شامّہ[15] خانم خردمند — بہ صد افسوس قائم شد دمے چند
اگرچہ ذائقہ خاں ماند لابُد[16] — ولے از حکمِ حاکم بے مزہ شُد
وزاں پس حافظہ بانو سبک سر[17] — رواں شد سوے نِسیاں پور یکسر
چو آغا مُدرِکہ[18] ایں آگہی یافت — بہ سوے سَہوپور آہستہ بشتافت
ہوا جوبن نگر جب سب لنڈورا — پھرا تب ڈھول راجہ کا ڈھنڈورا
کہ جُز طولِ[19] عمل، دیگر نہ ماند — کسے جوبن نگر نامش نہ خواند
ازیں پس جملہ بُڑھَس[20] پور گویند — متاعِ خُرّمی دروے[21] نہ جویند
ہوئے دل گیر تب بتّیس بھائی — کہ یہ کس کی پھری رائی دُہائی
لگا جڑ چھوڑنے ہر ایک اپنی — چلے مُکھ موڑ کر جوں غور[22] چینی

---

۱۵ شامّہ: سونگھنے کی طاقت۔ ۱۶ لابُد: مجبوراً، ضرورتاً۔

۱۷ سبک سر: جس کے سر پر کوئی بوجھ یا ذمّے داری نہ ہو۔ ہلکا پھلکا، نااہل۔

۱۸ مُدرِکہ: وہ قوّت جس سے انسان چیزوں کی حقیقت دریافت کر سکے۔

۱۹ لندن ۱: طول عمر۔ ببمبئی، رضا ۱، ۲: طول العمل۔ یہاں ''طولِ امل'' بھی ہو سکتا ہے۔ طولِ امل: امیدوں اور آرزوؤں کی کثرت، حرص و ہوسِ دنیا۔ طولِ عمل: بے جا طوالت، ایسا کام جس میں زیادہ وقت صرف ہو اور دقّت ہو، دشوار، مشکل۔ میری رائے میں یہاں معنوی مناسبت سے ''طولِ امل'' بہتر ہے۔ چوں کہ کسی نسخے میں ''طول امل'' نہیں، اس لیے میں نے مجبوراً ''طولِ عمل'' لکھا ہے۔

۲۰ بُڑھَس: بڑھاپے میں جوانی کی باتیں یا جوانی کی ہوس۔ سٹھیا جانے کی کیفیت۔

۲۱ علوی، نعیم، لندن ۲: ازوے۔

۲۲ لندن ۱، ۲: عرق چینی۔ برلن: غسک چینی۔ میں ''غور چینی'' کے معنی معلوم نہیں کر سکا۔ چوں کہ یہ شعر سبھی نسخوں میں ہے (اور بیش تر میں ''غور چینی ہے'') اس لیے میں نے متن میں لکھ دیا ہے اس توقّع کے ساتھ کہ آئندہ کسی اچھے نسخے کی مدد سے اِسے حل کیا جا سکے گا۔ ''بتّیس بھائی'' دانتوں کے لیے آیا ہے۔

صفا چہرے کو اٹو[۲۳] ہونے لاگا رگیں دِسنے[۲۴] لگیں جوں نیلا دھاگا
ارے من باورے! اب سوؤ نا کیا رسیلے یار بن دن کھوؤ نا کیا
بُڑھاپا آیا اور جوبن گیا بھاگ اندھیری گور میں لٹکن لگے پاگ[۲۵]
دِنا دس بیس میں بندھوا کریں گے کڑی رسّی پَگن بیڑی بھریں گے

ارے جعفرؔ! نہ کر اب سوچ اِیتا[۲۶]
محمد کے قدم سیں لاؤ چیتا[۲۷]

---

۲۳ اٹو: وہ شکنیں یا نقش جو کسی دھات کے ٹکڑے سے کپڑے پر آرایش کے لیے ڈالے جائیں۔ اٹو ہونے لاگا: چہرے پر جھرّیاں پڑنے لگیں۔ (بڑھاپے کی) شکنیں بڑھنے لگیں۔

۲۴ دِسنا: نظر آنا، دکھائی دینا۔

۲۵ پاگ: پیر۔ پگن: پیر۔

۲۶ محمدی، علوی: اتنا — چِتنا — ایتا: اِتنا — چیتا: آرزو، خواہش، یاد، فہم، عقل۔ [محمد کے قدموں کی آرزو کرو۔ اُن کی طرف من لگاؤ]۔

۲۷ بمبئی: اے جعفر نہ ہو مغموم و مجبور (کذا) ٭ محمد کا قدم لے تا ہو غم دوا۔ اِس کے بعد بمبئی میں ۹ شعر ہیں جو اِس نظم سے واضح طور پر بے تعلق ہیں۔ نعیم میں ایسے دس اشعار کو اِس نظم کے جُز کے طور پر شامل کیا گیا ہے اور علوی اور محمدی میں بھی یہ اسی طرح شامل ہیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ نعیم میں اِن سب اشعار کو کلّیاتِ جعفر کے حصّہ نظم کے آغاز میں ''نعت و منقبت'' کے نام سے ایک مستقل نظم کے طور پر بھی درج کیا گیا ہے۔ برلن، رضا۱، رضا۲ میں اصل نظم درج متن آخری شعر پر ختم ہو جاتی ہے اور لندن ا میں اِن اشعار کو الگ سے ایک مستقل جُز کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اِس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم ''بڑھاپا نامہ'' آخری شعر [ارے جعفر نہ کر اب سوچ ایتا......] پر ختم ہو جاتی ہے۔ میں نے اِسی کی مطابقت اختیار کی ہے۔

# گلّر نامہ[1]

گلّر[2] لگا دیوار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے — خطرہ ہوا آثار[3] کو، کہ اب کیا کیجیے
اینٹیں پرانی گھس چلی[4]، ماٹی تمامی رس چلی — کیا دوس ہے معمار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
بودے[5] ہوئے ہیں چھان[6] بھی اور بانس، بندھن، بان بھی — کیوں کر رکھوں گھربار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
برتن بھیا ہے جھوجرا[7] لاگا نکلنے کھوجڑا[8] — کیا میہنا[9] کمہار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
میں جو پکائے گلگلے، وہ ہو گئے ہیں پلپلے — کیوں کر چلوں سسرار[10] کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

---

۱ بمبئی: کلرنامہ در بیان ضعیفی و پیری۔ لندن ا: کلرنامہ در بیان ضعیفی۔ برلن: کلرنامہ گوید۔ علوی: در صفت پیری گوید۔ نعیم: کلڑہ نامہ۔

۲ گلّر: وہ زمین جس میں کھار زیادہ ہو اور کاشت کے قابل نہ ہو: اُوسر، بنجر، زمینِ شور۔ دیوار کو گلّر لگا: دیوار میں لونی لگ گئی (لونی: کھار)۔ ۳ آثار: دیوار کا پایہ، دیوار کی چوڑائی۔ نیو، بنیاد۔

۴ بعض نسخوں میں ''چلیں'' ہے، مگر لندن، برلن، رضا (وغیرہ) میں ''گھس چلی'' ہے۔ دوسرا ٹکڑا سب نسخوں میں ''رس چلی'' ہے: اس طرح پہلے ٹکڑے میں ''چلی'' ہی مرجح ٹھہرتا ہے۔ [یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ اصلاً ''گھس چلی ہیں'' تھا، ''ہیں محذوف ہے]۔ رضا اور علوی میں اس شعر سے پہلے ایک شعر یوں ہے: چھانیں (چھانی: علوی) پرانی ہو گئیں (ہوگئی: پڑ گئیں) کہ جعفر اب کیا کیجیے ٭ ہو کر پرانی جھڑ گئیں (گھڑ گئی) کہ جعفر اب کیا کیجیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ناقل نے اصل شعر کو سامنے رکھ کر اسے گڑھ لیا ہے۔

۵ بُودا: پھُس پھُسا، کم زور، ٹوٹ پھوٹ جانے والا۔

۶ چھان: بانسوں سے بنا ہوا ٹھٹر، جس پر پھوس بچھا کر چھپّر بنایا جاتا ہے۔ گھاس پھوس کا چھاجن۔

۷ جھوجرا: وہ چیز جس کے اجزا پیوستہ نہ ہوں، تڑخا ہوا، بال پڑا ہوا، ٹوٹا پھوٹا۔

۸ کھوجڑا: کھوجڑ، پھوک، نچے کا بچا ہوا البدڑ۔

۹ میہنا (مہنا): طعنہ، طنز۔ [یعنی کمہار (برتن بنانے والے) کو کیا الزام دیا جائے، برتن ہی تڑخنے لگا ہے]۔

۱۰ سُسرار: سسرال۔ ل اور ر کا ابدال متعدد لفظوں میں ملتا ہے، جیسے: تلوار، تروار۔ دیوار، دیوال (وغیرہ)۔

آئی اُمنڈ[11] دھوٗلی گھٹا، تن من لٹا[12]، باگا[13] پھٹا  
چلنا بڑے[14] بازار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

باگا گلے جوؤں بھرا، مَیلا کچیلا مُنہ ترا  
کس گُن ملوگے یار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

رہ مار[15] لاگا گھات میں، جاسوس ہے ہر باٹ[16] میں  
مشکل بنی بیوپار[17] کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

گورے گھڑے سب ڈھل گئے، ساتھی سنگاتی نکل گئے  
تو بھی دِنا دو چار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

جوبن چلا ہے رُوس کر[18]، گھربار سارا موس کر  
شُو بھا نہیں سِنگار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

مرکب تو تیرا لنگ ہے، کوئی نہ تیرے[19] سنگ ہے  
کیوں کر ملوگے[20] یار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

یہ پھول تو جھڑ جائے گا، کھل کر بہت پچھتائے گا  
بکسے[21] بچھڑ گلزار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

یہ[22] رات اب تاریک ہے اور باٹ بھی باریک ہے  
چلنا کٹھن بیمار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

سب کو اسی پُل پر گزر، بِن بوجھ کو اب کیا خطر[23]  
تَیں[24] تو اُٹھایا بار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

جب پُل اُتر کر جاؤ گے، تب کچھ بھروسا پاؤ گے  
نہ تو[25] جھنکو گے نار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے[26]

---

۱۱ اُمڈ نا اور اُمنڈ نا، یہ مصدر دونوں طرح مستعمل رہا ہے۔

۱۲ لٹا: کم زور، لاغر۔ ۱۳ باگا: دولھے کا جوڑا۔ شہانہ جوڑا۔ یہاں مطلق لباس مراد لیا گیا ہے۔

۱۴ لندن: چلنا پڑا۔ علوی، نعیم: چلنا پڑے۔ ۱۵ رہ مار: راہ زن، لٹیرا۔ ۱۶ راستہ۔

۱۷ برلن: کیوں کر۔ بمبئی: کیوں جا ملوگے۔ ۱۸ روٹھ کر۔ [جعفر کی نظم "جوبن نامہ" کا پہلا شعر ہے: دریغا کہ جوبن چلا روس کر ❖ اللّے تللّے کا گھر موس کر]۔ ۱۹ بمبئی: بو جا تو تیرے سنگ ہے ❖ کیوں جا ملوگے یار کو۔ ۲۰ لندن: چلوگے۔ ۲۱ نعیم: نکسے۔

۲۲ علوی، نعیم: یہ راہ اب باریک ہے یہ رات بھی تاریک ہے۔ بمبئی: یہ بات اب باریک ہے۔

۲۳ لندن: حذر۔ علوی، نعیم: خبر۔ ۲۴ رضا، برلن، علوی: میں تو۔

۲۵ نہ تو: نہیں تو۔ جھنکو گے: دوزخ کی آگ میں جھونکے جاؤ گے۔

۲۶ کئی نسخوں میں یہ دو شعر بھی ملتے ہیں:

پھرتے ہو اب تم چھیڑ میں، تب جا پڑوگے بھیڑ میں  
کیوں کر رکھوں دستار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

طوطی جھنکارے فارسی، کوا جو ٹھونگے پارسی  
ہشیار بے ہشیار ہو کہ جعفر اب کیا کیجیے

اِن کا متن بہت مغشوش ہے، اِسی لیے حاشیے میں اِن کی نشان دہی کی گئی ہے۔

# تسلیم ورضا

جعفر! مبند ہرگز دل در جہانِ فانی — تجنیسِ[1] کبر و دولت، کبر و دُولَت بدانی
اقبال[2] اگر بگردد، ہم لابقا بماند — مپسند لابقا را، در بندِ اہن و آنی
این[3] جنگِ کہنہ لنگے ...... ...... — دارد بسا درنگے، در دل یقیں بدانی
چہ میر، امیر و مرزا، ہمہ راشدہ فرامش — تلاّ نہ تا نہ درنا درنا تدر تدانی
گاہے بہ سمتِ ایندی[4]، گاہے بہ سمتِ بانہ — لعنت بریں کمالے، پھٹ است زندگانی

---

۱ تجنیس: دو لفظوں کا تلفظ میں مشابہ اور معنی میں مختلف ہونا [یہ لفظی صنعت ہے] جیسے: کِبْر (غرور) اور ''کیر'' (عضوِ تناسل)۔ اِسی طرح ''دَولت'' اور ''دُولَت'' (دو لاتیں)۔

۲ ''اقبال'' کو بائیں طرف سے پڑھا جائے تو ''لابقا'' بنے گا۔ لابقا: بقا نہیں، باقی نہ رہنے والا۔

۳ شعر نمبر ۳، ۴ سبھی نسخوں میں اِسی طرح ہیں، اِن کی کماحقہٗ تصحیح نہیں ہوسکی۔

۴ جگہ کا نام ہے۔ ''جب شاہ زادہ محمد اعظم شاہ بیجاپور کے محاصرے کے لیے ٹھہر گیا، تو اُس کو تھانہ ایندی میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا'' [ مآثر الامراء، جلدِ اوّل، ص ۷۹۷ (ترجمہ) ]۔

# تونگری[1] نامہ

اے تونگر[2]! ایں محل و آبشو[3] را تا بکے[4] — شربتِ قند و گلاب و کوزہ[5] گورا تا بکے
مسند و قالی[6]، نہالی[7]، تکیۂ زربفت و نرم — کلغی و زینِ مرصع، جلد[8] گھوڑا تا بکے
آبجو، فوّارہ، حوض و باغ و یارِ دل نواز — ایں سُرور و عیش و رنگِ سرخ و گورا تا بکے
کج کلاہی، قربِ شاہی، عزّ و جاہِ سال و ماہ — پاندانِ نقرہ و زرّیں کٹورا تا بکے
قوّتِ جوشِ جوانی، شہوت و فرمانِ نفس — دھوم دھامِ ملک و دولت، حکم لوڑا تا بکے
خوردنِ الوان[9] نعمت، خفتنِ بے وہم و خوف — دار و گیر و کامرانی، ضرب[10] زورا تا بکے

---

1. ادبیات: ابیات در تنبیہ۔ بمبئی: در تنبیہ۔ آزاد، برلن: در بیان تونگری گوید۔ پٹنہ: در بیان صبوری۔ لندن: در تونگری نامہ گوید۔
2. تَوَنگر، تُونگر: مال دار۔
3. شورے سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی۔ رواجا: افشردہ، یعنی کھانڈ میں نیبو کا عرق ڈال کر جو شربت بنا لیتے ہیں۔ کسی پھل کا افشردہ (پھل کو دبا کر جو عرق اُس میں سے نکلے، جیسے انار کا افشردہ، نیبو کا افشردہ)۔
4. کب تک۔
5. کوزہ: آب خورا، پانی پینے کا چھوٹا ظرف جو چوڑے مُنہ کا ہوتا ہے۔ [کوزہ گر: کوزہ بنانے والا، مٹی کے برتن بنانے والا (کُمہار)]۔
6. قالی۔ قالین۔
7. نہالی: توشک (جسے بچھاتے ہیں، روئی بھرا ہوا گدا، لحاف کا مقابل)۔ قالین کی طرح بچھانے کی روئی بھری توشک (چھوٹی ہو یا بڑی)۔
8. جلد: تیز رفتار۔
9. اَلوان: طرح طرح کی، رنگا رنگ۔
10. مار دھاڑ، طاقت کا اظہار۔

چَنّی وحمام و بیروں پوششِ زر، بادلا　　بودن اندر حکمِ نفسِ کام پُورا تا بکے
مہتری وسر بلندی، خود پسندی، حُبِّ جاہ　　زیب و زینت کرّ وفر، نوبت، ٹکورا[11] تا بکے
بندگانِ گل عذار و شاہدانِ دل فریب　　مہ رُخانِ نازنیں باسوہا[12] جُوڑا تا بکے
زانیانِ گس تلاش و مُغلمانِ کوُن[13] پرست　　کوُنیانِ خُرد سال و شیر خُورا تا بکے

کُلُّ شَیءٍ ھالکٌ[14]، جعفرؔ! زباں رابند کن
ایں سخن ہائے زٹل، پھکڑ الپھکوڑا تا بکے

---

[11] ٹکور: تاشے، نقارے اور اسی قسم کے باجوں پر لگائی جانے والی ہلکی ضرب جو دھیمی آواز نکالے۔
[12] سُرخ۔
[13] کوُن: مقعد۔
[14] ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

# طوطی نامہ

شنو[1] اے طوطیِ روحانیِ من | مکن اُلفت بہ رنگیں پنجرۂ تن
بہ صد حسرت برآئی آخر از وے | بہ غفلت اُلفتِ ایں پنجرہ تا کے
نہ تو رہنی[2]، نہ یہ پنجرہ رہے گا | بُلا کر لال تجھ کو کیا کہے گا!
جو پوچھے بات تجھ سے لال پیارا | کہ[3] پنجرے بیچ تیں[4] کیا کیا سنوارا؟
چہ خواہی[5] گفت اے طوطی جوابش | بکن اِمروز فکرِ آں خطابش
دریغ اے طوطیِ روحانیِ من! | کہ گہ در پنجرۂ جسمانیِ من[5]
نہ گفتی[6] یک سخن از راہِ وحدت | نہ ماندی یک نفس باشاہِ وحدت
زَباں در ہَرزہ[7] گوئی ہا گشودی | دریغ! اَوقاتِ خود ضائع نمودی

---

1 برلن، لندن، نعیم میں ''شنو'' ہے، باقی نسخوں میں ''سنو'' ہے۔ یہ شعر مکمل طور پر فارسی کا ہے، یوں ''شنو'' ہی برمحل ہے۔ نقل میں ''شنو'' کا ''سنو'' بن جانا معمولی بات ہے۔ [شِنیدن اور شُنیدن: سُننا۔ شنو: فعلِ امر: سُن (فرہنگِ فارسی)]۔

2 بمبئی: نہ تو ہستی۔ نعیم میں ''رہنی'' ہے، باقی نسخوں میں ''رہتی'' ہے۔ ''رہتی'' یہاں قطعی طور پر بے محل ہے۔ ''رہنی'' بہ معنی ''رہے گی'' بہ خوبی آسکتا ہے [جیسے: یہ چیز جانی ہے، یعنی جانے والی ہے، جائے گی]۔ 3 بمبئی: قفس میں تو نے کہ کیا کیا سنوارا۔

4 نعیم: تو۔ [تو نے]۔ 4 علوی، نعیم: چہ خواہی داد۔ 5 علوی، نعیم: جسمانیِ تن۔

6 علوی: نہ گفتی یک سخن باشاہ وحدت ❊ نماندی یک نفس در راہ وحدت۔ رضا: نگفتی یک سخن در راہِ وحدت۔

7 نعیم، علوی، برلن: زباں بر ہزل گوئی ہا۔ رضا، لندن: بر ہزل گویائی۔ [بمبئی: در ہرزہ گوئی ہا]۔ ہرزہ گوئی میں ہزل گوئی کے مقابلے میں تعمیم نمایاں ہے کہ ایسی سبھی چیزیں اس میں شامل ہو جاتی ہیں (اور جعفر کے یہاں ایسی چیزیں بہت ہیں) اس لیے ''ہرزہ گوئی ہا'' کو مرجح خیال کیا گیا ہے۔

به آب و دانه مشغولی، دَریغا! — به رنگیں خانه مشغولی، دَریغا!
به آب و دانه تو مت بھول طوطی! — به خوش اِلحانِ خود مت پھول[8] طوطی!
نه ایں اِلحاں، نه آب و دانه ماند — نه ایں خانه، نه صاحب خانه ماند
نه می دانی که ایں[9] پنجره جتن کا — کشد آخر به بَر[10] حُلّه[11] کفن کا
گھسی، بکسی[12] رُلے[13] گی خاک میں جائے — نه جانوں تو کہاں اُڑ جائے گی، ہائے[14]!
نه جانی[15] لال کی بُولی کدھی[16] تو — نه می دانم که کیا اَنچھر پڑھی تو
تجھے جب آئے کے بلّی دبوچے — پکڑ کر پنکھ سارا ماس[17] نوچے
تجھے تب کون اے طوطی! چھڑاوے — پکڑ، بلّی کے[18] پنجے سے بچاوے

---

۸ بمبئی کے سوا دوسرے نسخوں میں ''مت بھول طوطی'' ہے [بمبئی میں مصرع مغشوش ہے] اور اس صورت میں ''بھول'' کی تکرار سے قافیہ بگڑ جاتا ہے۔ میں نے یہ خیال کیا ہے کہ دوسرے مصرعے میں ''پھول'' ہوگا اور اس صورت میں کسی طرح کی خرابی نہیں پیدا ہوگی۔ [مت پھول: غرور نہ کر، بے جا فخر نہ کر]۔

۹ نعیم، علوی، لندن: یہ پنجرہ۔ [شعر فارسی میں ہے، یوں ''ایں'' مرجّح ہے]۔

۱۰ بَر: جسم، بدن۔

۱۱ حُلّہ: چادر، چغا، دو کپڑوں کا جوڑا، یعنی ازار اور چادر۔ بمبئی: پنجرہ رتن کا ❖ بہ مرگ آخر کشد حلہ۔

۱۲ بکسنا: بکھر جانا، الگ الگ ہو جانا، بگڑ جانا۔

۱۳ رُلنا: ملنا، گڈمڈ ہونا۔ [رُلے گی: خاک میں مل جائے گی]۔

۱۴ اِس شعر کے بعد کئی نسخوں میں یہ شعر ہے:

اری طوطی کہوں میں بات کس کی — لگی کہنی گھنی پر پنکھ اُس کے

متن اِس قدر مغشوش ہے کہ الفاظ کے تعیّن کی کوئی صورت نہیں نظر آتی، اِسی بنا پر اِسے شاملِ متن نہیں کیا گیا۔

۱۵ لندن ا، بمبئی، علوی، رضا: نہ جاگی لعل کی لو میں کبھی تو۔ [دوسرے مصرعے کے ''انچھر پڑھی تو'' کی مناسبت سے ''لال کی بولی'' مرجّح معلوم ہوتا ہے]۔

۱۶ کدھی: کبھی۔

۱۷ نعیم: پر اور ماس۔

۱۸ بمبئی: اور اُس بلّی کے۔

بتانی رات تجھ کو سووتے ہی      گنوانا دن تجھے دُکھ روتے ہی
پیارے لال سے نیہا[19] نہ جُوڑا      ہُوا و حرص سے تیں[20] مُنہ نہ مُوڑا
سجن سے آج رنگ رلیاں منالے      رنگیلی سیج پر کلیاں بچھالے
وگرنہ کیا بھروسا اِس پَوَن کا      یکایک[21] آن پہنچے دن گَون کا
نہ میدانی کہ تب سوچے[22] نفع کیا      پلک دو چار کے دم کو وفا کیا
اندھیری[23] گور میں دِیا نہ باتی      اگاڑو چل بسے ساتھی، سنگاتی
گھنیرا سوچ یہ من میں بھیا ہے      کہ مجھ کو سووتے میں[24] دن گیا ہے
پڑی[25] ہے دور منزل، وقت تھوڑا      نہ تُوشہ راہ کا اور لنگ گھوڑا

پیا جعفر! توکل پر قدم رکھ
خدا کی یاد دل[26] میں دم بہ دم رکھ

---

19 نیہا: تعلق، محبت کا تعلق۔
20 نعیم: مکھڑا نہ موڑا۔ بمبئی: منہ کو۔
21 بمبئی: شکستہ ہوگا جب پنجرہ یہ تن کا۔
22 بمبئی: سوچے تو ہو کیا ❁ اُٹھا آنکھوں سے اب غفلت کا پردا۔ میر امن نے اپنی کتاب ''گنج خوبی'' میں اس لفظ کو بہ فتحِ اوّل و دوم نظم کیا ہے:

ع: یار کی یاری سے کوئی کچھ نفع پاتا نہیں

[تفصیل کے لیے دیکھیے: گنج خوبی، شائع کردہ شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی، مقدمہ]۔
23 بمبئی: دیا ہوگا لحد میں اور نہ باتی ❁ اکیلا چھوڑ جاویں گے سنگاتی۔
24 بمبئی: یہ حسرت ہوگی جب سرکیں گے بادل ❁ میں سوتا ہی رہا اور دن گیا ڈھل۔
25 ہے منزل دور از حد، دن ہے تھوڑا۔ بمبئی میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر بھی ہیں:

ہے آگے شب اندھیری پُرخطر راہ      ہدایت کے اُجالے سے ہو آگاہ
شکم پرور چہ داند ایں سخن را      مگر آں کس کہ یابد جان و تن را

26 بمبئی: من میں۔ مندرجۂ ذیل دو شعر ایسے ہیں جن کی تصحیح فی الوقت موجودہ نسخوں کی مدد سے کماحقہٗ نہیں ہو سکی۔ انھیں مطابق نعیم نقل کیا جاتا ہے:

اری طوطی کیوں میں بات کس کی      گی کہنی گھنی پر پنکھ اس کی

نہ ماں اور باپ کوئی کام آسا      نہ ماجایا نہ بھائی اور نہ موسا

دوسرے شعر کے متعلق میرا یہ خیال بھی ہے کہ یہ الحاقی ہے۔ اور یہی میری رائے ہے اوپر نقل کیے ہوئے نسخۂ بمبئی کے دو اشعار کے متعلق۔ لندن ا میں یہ شعر بھی ہے:

جو نیکی ہوئے گی کرتوت تیرے      وہی ہے باپ بھائی پوت تیرے

یہ شعر کسی اور نسخے میں نہیں۔ میری رائے میں یہ بھی الحاقی شعر ہے۔

---

# قوّتِ باہ نامہ[1]

اے پیرِ قد کمان و نحیفُ البدن، نزار[2] — خواہی کہ نوجواں شوی و چست وگُل عذار

در سنگِ[3] خارا، تیرِ تو خواہی کہ بگذرد — گجدنت[4] بشکنی تو از و[5] روز و شب ہزار

خواہی کہ لنگِ[6] تو شود از حکمتِ حکیم — چوں شاخِ اَرنا[7] بھینسا شب و روز در اِزار[8]

آلت[9] شود چو موسلِ فولاد و آہنی — غچ پچ غچاک آٹھ پہر ٹھک، ٹھور، مار

گردد بھُچپا[10] پھلجھڑیِ ناتوانِ تو — ایں بتّیِ تو بتّا[10] شود سخت و اُستوار

خواہی کہ ٹھیل پیل سے شہر و دیار بیچ — دن رات آہ، اوہی کی ہوتی رہے پکار[11]

---

۱ لندن ۱، ۲ میں یہ عبارت ہے: مرزا جعفر ایں نسخۂ قوتِ باہ از نوّاب حکیم الملک حاذق خاں عالم گیری گرفتہ بود برائے بادشاہ زادہ محمد کام بخش۔ دریں باب نسبتِ نسخہ صحیح است"۔ میری رائے میں یہ عبارت کسی ناقل کا اضافہ ہے۔

۲ جس کا قد کمان کی طرح ہو گیا، یعنی کمر جھک گئی ہو۔ نزار: کم زور، ضعیف، ناتواں۔

۳ سنگِ خارا، خارہ: ایک قسم کا غیر معمولی سخت پتھر۔

۴ گجدنت: ہاتھی دانت۔ ۵ بعض نسخوں میں "بہ عصا" ہے۔

۶ لنگ: مردانہ عضوِ تناسل۔ ہندی (اور اردو) میں "لِنگ" ہے۔ فارسی میں لام پر زبر ہے (فرہنگِ فارسی)۔

۷ اَرنا بھینسا: جنگلی بھینسا، نسل بڑھانے کے لیے بھینسوں کے گلّے میں آزاد چھوڑا ہوا بھینسا۔

۸ آزاد: تیری ازار بیچ۔ ۹ آلت: عضوِ تناسل، ذکر۔

۱۰ انار کی طرح کی آتش بازی [جو پھلجھڑی کے مقابلے میں بہت زوردار ہوتی ہے]۔

۱۰ بتّا: اصل لفظ تشدید کے بغیر (بتا) ہے: بانس کا ٹکڑا، لٹھ (پلیٹس)۔ شاعر نے اسے "بتّی" کے مقابل مع تشدید نظم کیا ہے۔ علوی: ایں پونی تو پنبہ شود۔ ادبیات، بمبئی: ہو جائے تیری نرم نلی سخت استوار۔

۱۱ اِس شعر کے بعد آزاد، برلن کے سوا دیگر نسخوں میں یہ شعر بھی ہے: فی الفور کڑ کے بانِ تو بر بام بھوسڑی ❖ کلک کلت کہرا کہر کہری بغار۔ دوسرے مصرعے کا متن بہت بگڑا ہوا ہے، خوانا نہیں۔ نیز میرا خیال ہے کہ یہ شعر کسی ناقل کا اضافہ ہے، اِسی وجہ سے اِسے شاملِ متن نہیں کیا گیا۔

بادام و پستہ، ثعلب[12] و چلغوزہ، مؤسلی[3] اِسگندِ[4] و گوند[5]، سُنبل[6] و پیپل[7] کلاں بیار
مغزِ لسوڑا[8]، پھوپھلی[9] و میدہ[10]، چوبِ تلخ[11] ہم دار[12] چینی است و اُنگن[13] دریں شمار

---

[12] ثعلب، ثعلب مصری: لومڑی کے خُصیے سے مشابہ سفید رنگ کی ایک پودے کی جڑ...... ثعلب مصری کو زیادہ تر سفوف کر کے تقویتِ باہ کے لیے...... کھلاتے ہیں (کتاب الادویہ، بہ حوالۂ اردو لغت]۔ (ثعلب: لومڑی)۔

[3] مؤسلی: اصل، جڑ۔ بیش تر سیمبھل کی جڑ کے لیے مستعمل ہے [سیمبھل، سیمل: ایک بڑے کانٹے دار درخت کا نام، جس سے ریشمی کپاس حاصل کرتے ہیں۔ اسے بہ طورِ دوا بھی استعمال کرتے ہیں [نور اللغات، اردو لغت]۔

[4] اَسگند، اِسگند: اُنگلی کے برابر، کسی قدر باریک، اندر باہر سفید زردی مائل ایک جڑ...... دوا میں کام آتی ہے (اردو لغت)۔

[5] گھی میں بھون کر کھانڈ کے قوام میں پکایا ہوا گوند، جو اکثر زچہ کو طاقت کے واسطے کھلاتے ہیں (آصفیہ)۔ [پرانی مثل ہے: گوند، پنجیری اور ہی کھائیں۔ بچارانی پڑی کراہیں]۔

[6] سُنبل: ایک خوش بودار سیاہی مائل بے پھول پھل گھاس...... دواؤں میں مستعمل ہے۔ اِس کی ایک قسم ہے: سُنبل الطیب، اکثر گرم معجونوں میں شامل کی جاتی ہے (اردو لغت)۔

[7] ایک بیل دار بوٹی کا پھل، جو شکل میں شہتوتِ خام کے مشابہ لیکن اُس سے چھوٹا ہوتا ہے: دار فلفل، فلفل دراز [کتاب الادویہ، بہ حوالۂ اردو لغت]۔

[8] لسوڑا، لھسوڑا: اِسے "سپستاں" بھی کہتے ہیں۔ دواؤں میں مستعمل ہے۔

[9] پھوپھلی: ایک دوا کا نام جو مقوّیِ باہ ہوتی ہے (اردو لغت)۔

[10] سب نسخوں میں "میدہ" ہے۔ میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ یہاں اصلاً کون سا لفظ تھا۔ "میدہ" بہ ظاہر قطعاً بے محل معلوم ہوتا ہے۔

[11] متعدد نسخوں میں "چوب نیز" ہے۔ آزاد میں "چوب تر" ہے۔ یہاں بھی میں یہ تعیّن نہیں کر سکا کہ اصلاً کون سا لفظ ہوگا۔ میں نے محض قیاساً "چوبِ تلخ" لکھا ہے جو "ایک دوا کا نام" ہے، "ایک کڑوی بوٹی کی ڈنڈی یا شاخ جو ادویات میں مستعمل ہے"۔

[12] ایک درخت کی خوش بودار چھال جو بہ آسانی ٹوٹ جاتی ہے۔ رنگ میں گہری سرخ ہوتی ہے۔ اِس پر اکثر جگہ باریک باریک نقطے اور لہر دار لکیریں ہوتی ہیں۔

[13] اُنگن: ایک خار دار درخت، جس کے بیج دھنیے سے مشابہ اور پتیاں کنگرے دار ہوتی ہیں...... اس خار دار درخت کے بیج (اردو لغت)۔

این جملہ را بگیر وبکن میدہ بے درنگ — ہم قدرِ[۱۴] نیم پاو بہ میزانِ اعتبار
عاقر[۱۵] قرح، کبابہ[۱۶] و مُشک است و زعفراں — دیگر قرنفل[۱۷] است بہ تدبیرِ مردِ کار
ایں ہم ہمہ دو دام[۱۸] بود ہر یکے بہ وزن — سائیدہ سرمہ ساز ازیں ہا، بہم درآر
مصری دو نیم پاو ستاں اے ہُنر پسند — ایں جملہ را بہ شہد درآمیز و در گذار
شہد است نیم وزنِ ہمہ از رہِ حساب — ہر روز چار ماشہ[۱۹] بخور صبح دم نہار
بالاے ایں غذاے تو خاگینہ بہتر است — حلواے بیضہ نامِ ہمین است، یاد دار

جعفرؔ! مدام ہر کہ خورد ایں دوا بہ شیر
صد کس، بُغارہ[۲۰] سازد و صد چیچہ، لالہ زار

---

۱۴ ہم قدر: ہم وزن۔ بیدار، پٹنہ: ہر چیز نیم پاو۔
۱۵ اصل لفظ ''عاقر قرحا'' ہے۔ شاعر نے بول چال کے مطابق ''عاقر قرح'' نظم کیا ہے۔ ایک تیز خوش بو والی دَل دار دوا کا نام جو دانتوں کے درد اور تقویتِ باہ کے کام آتی ہے۔
۱۶ سیاہ مرچ سے مشابہ ایک قسم کے گول گول بیج۔
۱۷ قَرَنفل: لونگ۔
۱۸ دام: اٹھارہ یا بیس ماشے کے برابر وزن پختہ دام کہلاتا ہے۔ خام (دام) ۱۲ ماشے کے برابر۔ عموماً دواؤں کی تول میں مستعمل۔ چار ماشے کا ایک ٹانک، پانچ ٹانک کا ایک دام، اور چالیس دام کا ایک سیر (مطلع العجائب (ترجمہ) بہ حوالۂ اردو لغت]۔
۱۹ علوی، پٹنہ: نیم پاو۔ رضا: نیم دام۔
۲۰ بُغارا: سوراخ، گڑھا [دیکھیے ہجوِ عصمت النسا بیگم، شعر ۲]۔

# فال نامہ

(۱)

ہر زنے را کہ حمل نماند، باید کہ نیت کردہ بریں نقش انگشت نہد۔ از ہر چیزے کہ کوتاہی ئبل باشد، مفہوم شود۔

| | | |
|---|---|---|
| پیاز | دھنیا | زیرہ |
| لونگ | سونف | ہلدی |
| ہینگ | مرچ | کھانڈ |

## پیاز

سُن ری بی بی بچے کھانی — دھگڑوں کی تو پھرے دوانی
پیاز جو آئی تیرے گھر — لوڑے اوپر بھوسڑی دھر
فال کہے: تب بیٹا پاوے — آپ ہی گھر گھر گانڈ مراوے

## دھنیا

اے گھر کھانی، لونڈوں پیٹی — فال تو آئی تیری میٹھی
دھنیا تیری فال میں آیا — بھاگ، سہاگ تَیں[۱] نیکا[۲] پایا
جو تو مجھر پاس چُداوے — چار گانڈ کا بیٹا پاوے

---

۱ تَیں: تو، تو نے۔
۲ نیکا (نِپکا۔نیکا): عمدہ، اچھا۔

## زیرہ

سُن ری مُنڈُو[3] رانڈ، چِدّاسی    دھگڑوں بن تو رہے اُداسی
فال میں تیری آیا زیرا    ٹُل میں تیری بالم کھیرا
بچپن میں تَیں کھائی مائی    بیٹی ہو، پر پھوٹی پھائی

## لونگ

سُن ری بیچا![4] فال کی بات    بڑی چِدّاتو دن اور رات
لونگ پہ راکھی انگلی تَیں    سوچ کیا تب من میں مَیں
شاہ برج جب[5] پیٹے تیری    تب ہو تجھ کو پوت گھنیری

## سونف

سُن ری بی بی مٹک چھنال    تیری ٹُل کا بد احوال
سونف کہے: اے بی بی زن    چار چوت کی بیٹی جَن
ایسا ہووے تیرا بناو    کالا منہ اور نیلے پاو[6]

## ہلدی

اے گھر کھانی، چپٹی باز    ٹنا ہے تیرا بہت دراز
فال میں تیری ہلدی آئی[7]    اب تَیں زِشتک[8] کہاں پھڑوائی

---

۳ مُنڈُو: وہ عورت جس کا سر مُنڈا ہوا ہو۔ بیوہ۔ بہ طور گالی کے مستعمل ہے، جیسے: مُنڈو کا جنا۔
۴ بیچا: کاغذ یا مٹی کی بنائی ہوئی ڈراونی صورت۔ میلوں میں اکثر ایسے چہرے بکتے ہیں۔
۵ سبھی نسخوں میں یہ شعر اِس طرح مندرج ہے کہ لفظوں کا تعین صحیح طور پر نہیں ہو پاتا۔ برلن کے مطابق میں نے اسے نقل کر دیا ہے۔
۶ پاو: پانو۔
۷ بعض نسخوں میں یوں ہے: آئی ہلدی ❖ کھول کے خشتک چِدوا جلدی۔ میں نے کلکتہ اور برلن کے متن کی پابندی کی ہے۔
۸ زِشتک: پاجامے کی میانی۔

تجھ کو ناہیں پھول اور پھل کون بجھاوے تیری جَھل[9]

## ہینگ

اے گھر کھانی، مُنڈو رانڈ تجھ کو چودے بنچا بھانڈ
فال میں تیری آئی ہینگ بانجھ رہے اور ڈھونڈھے ڈھینگ[10]
لونڈوں پیٹی، چھانٹ کھسوٹی سُتنی[11] کھول اور باندھ لنگوٹی

## مرچ

آؤ بی بی! فال دکھاؤ جہاں من مانے، تہاں چُداؤ
مرچ پر آئی تیری فال بُل ہے تیری دَھولی[12] کھال
تو کیا مانگے، بیٹا ہوئے بیٹا ہو، پر گنڈیا ہوئے

## کھانڈ

اے بُل چودی، اَوندھی[13] رانڈ فال میں تیری آئی کھانڈ
پیڑو اپنا کھول دِکھا بھوسڑی کھول اور ڈھول بجا
تب جا تیرے ہووے پوت وہ پھر مارے تیری چوت

---

9 جھل: شہوت کی گرمی، جنسی خواہش کی آگ۔
10 ڈھینگ: لمبے ڈیل کا موٹا تازہ آدمی، زور آور۔
11 سُتنا کی مونث صورت۔ سُتنا: پاجامہ، ازار، تنگ پاجامہ۔
12 دَھولی: دھول، خاک، گردکی۔ یہاں مراد ہے ڈھیلی ڈھالی کھال سے؛ اگلے صفحے پر دیکھیے: ''چوتِ پکھال''۔
13 اَوندھا کی مونث صورت۔ اَوندھا: بے وقوف، اُلٹی سمجھ کا۔

# فال نامۂ دیگر

(۲)

ہر زنے را کہ مطلبِ مہمّے پیش آید، باید کہ نیت کردہ دریں نقش انگشتِ اعتقاد نہد؛ از ہر چیزے کہ کوتاہیِ بُل باشد، معلوم گردد۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| حمل آتشی | ثور خاکی | جوزا بادی | سرطان آبی |
| اسد آتشی | سنبلہ خاکی | میزان بادی | عقرب آبی |
| قوس آتشی | جدی خاکی | دلو بادی | حوت آبی |

## حَمَل

آمد حمل بہ فالِ تو اے بُل مراونی
کٹنی، چھنال ہستی و چیچا بھراونی
اقبال پیشت آید و حالِ تو بہ شود
آباد گس بمانی و خشتک پھڑوانی

## ثَوَر

اے رانڈ سانڈ! ثور بہ فالِ تو آمدہ
تنگی بہ جاں، زوال بہ مالِ تو آمدہ
رَو، شوئے[1] تو بمیرد و شوئے دگر کنی
کیں فال وصفِ چوتِ پکھالِ[2] تو آمدہ

## جوزا

جوزا مبارک است بہ فالِ تو اے چھنال
برخیز گس برہنہ و لوڑا پکڑ سنبھال

---

[1] شوئے: شوہر۔

[2] پانی بھرنے کے لیے بیل، گائے، بھینس وغیرہ کی کھال کا بنا ہوا سالم تھیلا۔ دھونکنی۔

گٹا[3] پچھاڑ باشی و ہم ڈھینگ[4] ڈھونڈھتی — دھگڑے بلا چُدائے بہ ہر جا، بہ کلِ حال[5]

---

## سَرطان

اے گندہ گس! بہ فالِ تو سرطاں برآمدہ — در چیچۂ تو کُھتکہ[6] شیطاں درآمدہ
اقبال رونماید و حالِ تو بہ شود — لنہگا پسار بیٹھ کہ کیرِ خر آمدہ

---

## اسد

آمد اسد بہ فالِ تو اے اَن مَنی[7] کٹھور — فرخندہ حال باشی و چٹپاٹ[8] و نفس[9] توڑ
بر بھوسڑیِ زشتِ تو ہل چل رہے سدا — تیرے گھُسیڑنے کو نہ ڈنگر رہے نہ ڈھور

---

## سُنبلہ

اے گس فراخ! سُنبلہ آمد بہ فالِ تو — سب گھر گھسیڑے چوت میں مال و منالِ تو
اے نفس ٹھیلنی و غپکنی و کھیلنی — باشد ہمیشہ فرّخ و فرخندہ حالِ تو

---

۳ گٹا: طاقتور، فربہ، تندرست و توانا۔
۴ ڈھینگ: مُسٹنڈا، دگھڑا، آشنا، موٹا تازہ۔
۵ ہر حال میں۔
۶ کُھتکا: ڈنڈا، سونٹا۔ عضوِ تناسل (یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں)۔
۷ اَن منا کی تانیث۔ اَن مَنا: سرکش، خودسر (اردو لغت)۔
۸ چٹپاٹ: چپٹی باز۔
۹ سب نسخوں میں "نفس توڑ" ہے۔ "نَفس" کے ایک معنی ہیں: عضوِ تناسل۔ [اگلے قطعے میں یہ لفظ اِسی معنی میں آیا ہے]۔ نفس توڑ کے کیا معنی ہیں، محض انکل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں یہ ٹکڑا عضوِ تناسل کی بہت خواہش مند، اُس کو بہ ہر طور لے لینے والی کے مفہوم میں آیا ہوگا۔ اور کوئی توجیہ فی الوقت میرے ذہن میں نہیں آتی۔

## میزان

میزاں بہ فالت آمد و بسیار خوب شد ...... شرق[10] در گسِ تنگت غروب شد
فرزند بے نکاح بزائی بہ خرمی چوں در گسِ تو کیرِ شمال و جنوب شد

---

اے گندہ گس! بہ فالِ تو عقرب نمود روے بنگر بہ چشمِ چوت کہ ڈقو[11] کشود روے
باشی بہ عیش و عشرت و با چنگ و نائے و نوش در کھڑکیِ دو پھڑکیِ[12] تو کیرِ سود روے

---

## قوس

قوس آمدہ بہ فالِ تو اے قحبہ، دل اُداس در بھوسڑیِ زشتِ تو لوڑا کرے بلاس
ایں فالِ برجِ قوس بہ فرحت مبارک است شب می رود شتاب، جُدا لے تو آس پاس

---

## جَدی

آمد جدی بہ فالِ تو چوں از رہِ حساب گس را بہ صدقہ دہ کہ نہ ہو خانہ اَت خراب
موریِ تو فراخ شود اے چنگ چھنال از غپ غپاک و غچ غچ گس روے گس متاب

---

## دَلو

دَلو آمدہ بہ فالِ تو اے جھانٹ اُپاونی[13] بھِنڈا[14] مراونی و لَبیدا[15] سہاونی[16]

---

۱۰ یہاں جو لفظ نسخوں میں لکھا ہوا ہے، وہ ''کولھو'' ہے، یعنی ''کولھوے شرق''۔ ظاہر ہے کہ ''کولھو'' یہاں بے محل ہے، کوئی اور لفظ ہوگا۔
۱۱ ڈقو: عضوِ تناسل۔
۱۲ دو پھڑکی: فرج۔ [''ہجوِ عصمت النسا بیگم'' کے پہلے ہی شعر میں یہ لفظ اِسی معنی میں آیا ہے]۔
۱۳ اُپائی: نگوں کی سان پر گھسائی۔ ''اُپاونی'' کے معنی ہوئے: جھانٹوں کو نوچنے والی۔
۱۴ بھِنڈا: بہ ظاہر یہ لفظ یہاں فرج کے معنوں میں آیا ہے۔ ۱۵ لَبیدا: ڈنڈا، مراد ہے عضوِ تناسل۔
۱۶ لبید اُسہاونی: عضوِ تناسل کو بہت پسند کرنے والی۔

ایں فال بر بشارۂ فرحت مبارک است　　اے لنڈ باز، گنڈ کھلی، گس مراونی

### حوت

آمد بہ فالِ تو چو بہ اقبال بُرجِ حوت　　خوش باش وفکرِ کپر مکن اے سیاہ چوت
قاضی و محتسب ہمہ گردند یارِ تو　　مروا، و بھس[1] مٹا، وبدہ گس بہ جن و بھوت

---

[1] بھس: خواہش، ہوس۔ یہاں شہوت کی پیدا کی ہوئی چُل کے مفہوم میں آیا ہے۔

(۳)

فال نامۂ دیگر بہ جہتِ حلِ عقدۂ کوُنِ کوُنیانِ روزگار۔ باید کہ نیت کردہ بریں نقش انگشت نہد؛ از ہر چیزے کہ کوتاہیِ طالعِ کوُنش باشد، مفہوم گردد۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| قمر | عطارد | زہرہ | |
| شمس | مرّیخ | مشتری | زحل |

قمر

قمر آمد بہ فالت اے حرامی　　کہ باشی در جہاں گانڈو مدامی
برآید کارِ تو حسبُ المرادت　　بود در شہر بیٹی چود نامت

---

عطارد

عطارد چوں بہ فالِ تو برآید　　بہ کونت خشک کیرِ خر درآید
مبارک باد ایں فال اے نکوخوے　　کہ ہستی بھڑوہ وکونی، سیہ روے

---

زہرہ

برآمد زہرہ در فالِ تو اے خر　　زنِ چھناٹِ تو دارد کُسِ تر
بکن، تا زندہ باشی، قلتبانی　　زرے حاصل کنی از کوں مرانی

---

شمس

مبارک باد شمس آمد بہ فالت　　زنت ہر شب خورد ہفتاد آلت
مبارک باد ایں فال اے سیہ بخت　　دہی کون و نشینی برسرِ تخت

---

## مرّیخ

چو در فالِ تو مرّیخ آمد اے یار بگائی مادرِ خود را بہ بازار
مبارک باد مادر چودِ بے فیض کہ ہستی قلتبان و زادۂ حیض

---

## مشتری

مبارک، مشتری در فالت آمد بہ دستِ تو سرِ صد آلت آمد
شنو اے مردک! از اندوہ رستی مچھندر ناتھ، بھگندن تو ہستی

---

## زحل

زحل آمد بہ فالت اے سیہ کار! زنت میرد، تو ہم میری بہ ادبار
مبارک باد بر نامِ تو ایں فال کہ ہستی بھڑوہ ودھی چودو چنڈال

---

---

نوٹ: نعیم اور بعض موخر نسخوں [علوی، بیدار] میں اِس کے بعد (یعنی فال نامہ ۳ کے بعد) ایک اور فال نامہ ہے [جسے فال نامہ ۴ کہنا چاہیے] جو اِس فال نامے کے ناموں کی تکرار پر مشتمل ہے۔ نعیم میں اِس کے آخری چار بند وہی ہیں جو فال نامہ ۳ کے ہیں مگر علوی اور بیدار میں سب بند مختلف ہیں۔ اِن میں سے ہر بند میں تین تین شعر ہیں۔ یہ سب شعر واضح طور پر کسی نوسکھیے نے گڑھ کر شامل کیے ہیں۔ یہ فال نامہ کلکتہ، برلن، آزاد میں موجود نہیں۔ میں نے اِسے شاملِ کتاب کرنا مناسب خیال نہیں کیا، یوں کہ میری رائے میں یہ کسی دوسرے شخص کی کارگزاری ہے۔

نعیم میں فال نامہ ۴ کے بعد ایک اور فال نامہ ہے۔ اِس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تقریباً سبھی شعروں کا متن خاصا مسخ شدہ ہے۔ علاوہ بریں یہ کلکتہ اور برلن میں بھی شامل نہیں۔ فال نامہ ۴ کی طرح اِس کے اشعار بھی کسی خام کار اور ناموزوں طبع کے گڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ فال نامہ عام پسند موضوع ہے، یوں اِس کا قوی امکان ہے کہ کسی شخص نے (جو بہ لحاظِ شعری صلاحیت نہایت درجہ معمولی حیثیت رکھتا ہے) یہ اضافہ کیا ہو۔ بہ ہر حال فال نامہ ۴ کی طرح میں نے اِسے بھی شاملِ متن کرنا تقاضائے احتیاط کے خلاف سمجھا ہے۔ نعیم میں اِن دونوں فال ناموں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

# قطعات

جوانی بگذرد در عسرتِ حال　　به پیری پیش[1] آید دولت و مال[2]
به نزدِ[3] جعفرِ مسکیں، سخن داں　　بداں ماند کہ بوسہ بعدِ انزال

---

جعفرا! بر سرِ عروسِ جہاں　　چند پاپوش و چند کِلاّ[4] بزن
زاں کہ ایں با کسے وفا نکند[4]　　بر ہمہ نقد و جنس ٹِلاّ[5] بزن

---

جعفرا! ہر کہ می کند اِغلام　　او چہ داند حلاوتِ کس را
ہر بہیمہ[6] کہ می خورد کربی[7]　　او کجا یافت لذّتِ بھُس را

---

کوں[8] بزن، بادہ خور، مناہی کن　　فسق از ماہ تا بہ ماہی کن

---

۱ بمبئی: رونماید۔
۲ لندن ا: وقت اقبال۔
۳ رضا ا: جعفر مسکیں زٹلی۔ بمبئی: بہ نزد حضرت جعفر زٹلی۔
۴ کِلاّ: گھونسا، مُکاّ (اردو لغت)۔
۴ رضا ا، لندن: نکردہ وفا۔ علوی: نکرد وفا۔
۵ اِس لفظ کے تحت دیکھیے: ہجوِ شاہ زادہ محمد کام بخش، حاشیہ ۲۹۔
۶ علوی: ہر بہائم کہ می خورد کڑبی۔ آزاد، برلن، لندن ا: ہر بہیمہ کہ می خورد کھرنی۔ بَہیمہ: چوپایہ، مویشی، جانور (جمع: بہائم)۔
۷ کربی: جُوار یا باجرے کے ڈنٹھل، جنھیں کتر کر مویشیوں کو کھلاتے ہیں۔
۸ رضا ا، ۲: خمر خور کوں بزن۔ علوی، بمبئی: خمر خور دَں بزن ...... زانکہ ایں گفتہ اند اہلِ سلف۔ لندن ا: کس بزن بادہ خور مناہی کن۔

زانکہ خود گفتہ[۹] اند اہلِ سَلَف    دل بہ دست آرو ہر چہ خواہی کُن

---

عجب کبر دارم، عجب خوے اوست    کہ می ایستد پیشِ دشمن چہ دوست
چہ[۱۰] خوش یاد آمد مرا ایں مثل    "تواضع زگردن فرازاں نکوست[۱۱]"

---

جعفرا! گر تو می شدی گانڈو    بہرہ می یافتی چو سنگت رائے[۱۲]
زانکہ او جا بہ جا بہ کوُں دادن    مُتموّل شد و رسید بجاے

---

ذکر اندر کُسِ خراب انداز    یا بہ کوُنِ خر و کِلاب[۱۳] انداز
پیش ازیں گفتہ اند اہلِ سَلَف    کہ نکوئی کُن و در آب انداز[۱۴]

---

جعفرا! بر تو ہیز[۱۵] را شرف است    زانکہ پرواے کُس ندارد او
تو بہ ناموسِ کُس گرفتاری    زیں سبب ہیز بہتر است از تو

---

جعفرا! بہ لہو ولعبِ جہاں عُمر باختہ    یک دم بہ فکرِ توشۂ عُقبیٰ نہ ساختہ
درعمرِ شصت سال تو خود کردۂ دو زن[۱۶]    ہست ایں مثل قدیم کہ: یک گز دو فاختہ[۱۷]

---

۹ علوی: ایں گفتہ اند۔ ۱۰ برلن، لندن: دریں باب نیکو مثل گفتہ اند۔

۱۱ تواضع زگردن فرازاں نکوست    گدا اگر تواضع کند، خوے اوست
(سعدی، امثال وحکم، جلدِ اوّل، ص ۵۵۵)

۱۲ آزاد: سکنت رائے۔ علوی، بمبئی: شیبک رائے۔ ۱۳ کِلاب: کُتّے ("کلب" کی جمع)۔

۱۴ مرا بکشتیِ بادہ در افگن اے ساقی ❖ کہ گفتہ اند: نکوئی کن و درآب انداز (حافظ۔ دیوان مرتبۂ قزوینی و قاسم غنی، ص ۱۷۸)۔

۱۵ ہیز: مخنث، ہجڑا۔ ۱۶ بعض نسخوں میں "چوتو کردۂ دوزن" ہے۔

۱۷ یک گز ودو فاختہ: یک تیر دونشان، بہ یک کرشمہ دو کار (امثال وحکم، جلدِ چہارم، ص ۲۰۴۸)۔

جعفرا! در جہاں، معاذ اللہ! ہر کہ محتاجِ نانِ زن باشد
نتواند کہ ضبط بنشاند گرچہ عفریت و اہرمن باشد

---

بہ زن کردن در افتادم بہ گردابِ پریشانی دل و دیں رفت[17] و نسیاں شد رہ و رسم سخن دانی
بلے خوش گفت اے جعفر! کسے ایں مصرع از فطرت "چرا عاقل کند کاری کہ باز آرد پشیمانی[18]"

---

جعفر! ایں شیوهٔ ثنا بگذار مدحِ ناکس[19] مکن کہ نیست وقار
نہ شنیدی کہ گفتہ اند مثل "خاک از تودهٔ کلاں بردار[20]"

---

زدن[21] طعنہ بر کونیاں ناروا است و بد گفتنِ مغلماں ناسزاست
دریں[22] باب نیکو مثل گفتہ اند "خطاے بزرگاں گرفتن خطاست[23]"

---

17. آزاد، برلن: ایں توحہ از فطرت۔
18. بعض نسخوں میں "باز آید پشیمانی" ہے۔ کئی نسخوں میں "چرا کارے کند عاقل" ہے۔ علوی، بمبئی: چرا عاقل کند کاریکہ باز آرد پشیمانی۔ دہخدا نے امثال و حکم میں اِس مصرعے کو اس طرح درج کیا ہے [شاعر کے حوالے کے بغیر]: چرا عاقل کند کاریکہ باز آرد پشیمانی (جلدِ دوم، ص ۶۰۸)۔ علوی اور بمبئی میں بھی یہی متن ہے، اِسی کو ترجیح دی گئی ہے۔
19. بعض نسخوں میں "مدحِ ناقص" ہے۔
20. امثال و حکم:

ہمت از مردانِ نیک طلب خاک از تودهٔ کلاں بردار (ابنِ یمین)

21. علوی، بمبئی: زدن طعنہ بر مغلماں ناروا است ❖ نہ بد گفتن زانیاں را بجاست (کذا)۔
22. علوی، بمبئی: بزرگان نکو ایں مثل گفتہ اند۔
23. امثال و حکم:

نہ در ہر سخن بحث کردن رواست خطا بر بزرگاں گرفتن خطاست

(سعدی، جلدِ دوم، ص ۷۴۱)

جعفرؔ! مگو کہ بے زن و بے جُفت چارہ نیست
یا بے لباسِ فاخرہ دل در نظارہ[24] نیست
جھک می زنی تو، ترک بکن، زانکہ گفتہ اند
''در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست[25]''

---

میاں دانش[26] آمد بہ ہندوستاں | چو زاغِ سیہ کار در بوستاں
من او را بغیرے چہ نسبت کنم | کجا سر، کجا خایہ[27] اے دوستاں

---

اے صبا! ایں خبر از من برساں یاراں را | زانیاں را و دگر مُغلم[28] و بدکاراں را
کہ زدم[29] کونِ میاں دانش و اولاد نہ شد | ''سبزہ بر سنگ نہ روید، چہ گنہ باراں را[30]''

---

۲۴ برلن: دل بے نظارہ نیست۔
۲۵ [ہر گہ کہ دل بہ عشق دہی، خوش دمے بود ٭ در کارِ خیر حاجتِ...... (حافظ) غزلہائے خواجہ حافظ شیرازی، مرتبہ: پرویز ناتل خانلری، ص ۱۲]۔ [امثال و حکم میں ''آں دم کہ دل بہ عشق دہی'' ہے]۔
۲۶ میر عبدالجلیل آزاد بلگرامی نے اپنے تذکرے مآثر الکرام (موسومہ بہ سروِ آزاد) میں لکھا ہے:
''دانش، میر رضی بن میر ابوتراب رضوی مشہدی، شاعرِ عالی جناب است ...... در عہدِ شاہ جہاں پادشاہ با والدِ خود عازمِ ہند گردید...... باریابِ محفلِ شاہ جہانی گشت و در شعبان سنہ خمس و ستین و الف (۱۰۶۵ھ) قصیدہ در مدحِ پادشاہ بہ عرض رسانید و دو ہزار روپیہ صلہ عنایت شد''۔ یہ معروف شعر اِسی دانش کا ہے:
تاک را سرسبز کن اے ابرِ نیساں در بہار | قطرہ تا مے می تواند شد، چرا گوہر شود
آزاد نے لکھا ہے کہ اِس شعر پر داراشکوہ نے دانش کو ایک لاکھ روپے عطا کیے تھے۔
۲۷ خایہ: خُصیہ، فُوطہ۔ ۲۸ رضا۱: دگر مغلم و سرشاراں را۔
۲۹ بمبئی: سالہا کون زدم حاملِ فرزند نہ شد۔
۳۰ ''اگر پتھر پر گھاس نہیں اُگتی تو اِس میں بارش کا کیا قصور۔ اگر کسی میں صلاحیت ہی نہ ہو تو اُستاد کیا کرے'' [جامع الامثال، ص ۲۵۵] امثال و حکم میں یہ مثل مندرج ہے، مگر اِس حوالے کے ساتھ: ''از مجموعۂ امثال طبعِ ہند''۔

لعلِ من! کوں دہی، خطا باشد — بہ یکے دہ، نہ جا بجا باشد
جا بجا ہم بدہ، کہ می گویند — گر ضرورت بود، روا باشد

---

در تنم آں قوّتے باقی نہ ماند — در قضیب[۳۱] آں سختی و چاقی نہ ماند
آرے آرے، ایں مثل خوش گفتہ اند — ''آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند[۳۲]''

---

جعفراؔ! موے سر سفید شدند — دلِ تو ہم چناں سیاہ بماند
نہ رسیدی بہ منزلِ مقصود — مرکبِ لنگِ توبہ راہ بماند

---

جعفراؔ! ہمرہاں ہمہ رفتند — رفتنی کن کہ ماندۂ تنہا
چہ شد آں وقت وصحبتِ یاراں — چہ شد آں مجلس و نشیمن ہا

---

جعفراؔ! خواری از طمع باشد — در حدیث است: ذَلَّ مَن طَمَعَ[۳۳]
گر قناعت کنی، عزیز شوی — کہ نبیؐ کفت: عَزَّ مَن قَنَعَ[۳۴]

---

جعفراؔ! بت پرست آں باشد — کہ بغیر از خدا بپندد دل
گر بخواہی کہ باخدا باشی — رشتۂ اُلفتِ جہاں بگسل

---

[۳۱] قضیب: مردانہ عضوِ تناسل، ذَکر۔
[۳۲] ''از جمالش ذرّہ باقی نماند ❖ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند: عطارؔ [امثال وحکم، جلدِ اوّل، ص ۵۸]۔
[۳۳] جس نے لالچ کی وہ ذلیل ہوا۔
[۳۴] جس نے قناعت کی اُس نے عزّت پائی۔

چہ نہی دل بہ کار و بارِ جہاں    چوں بدانی کہ ایں جہاں فانی است
بستنِ دل بہ سرخ و زردِ[35] جہاں    طفلی و ابلہیؔ و نادانی است

---

جعفرا! از دیگِ مطبخِ دُنیا    توشۂ عاقبت بہم برساں
نیست یک ذرّہ خوفِ پیکِ اجل    گر ترا ہست دولتِ ایماں

---

جعفرا! دشمنت نہ شیطان است    مال و فرزند و زن عدوے تو اند
باز دارند از خدا ایں ہا    کاردِ شہد در گلوے تو اند

---

جعفرا! ایں ہمہ کہ می بینی    ہمہ در زیرِ خاک خواہد شد
گوش کن: کُلُّ مَن[36] عَلَیہا فان    کہ ہمہ در مَغاک[37] خواہد شد

---

جعفرا! از زن چناں کہ می ترسی    گر چنیں ترسی از خدا درکار
بہ[38] خدائی کہ آں خداے کریم    بر تو آساں کند عذاب النّار

---

جعفرا! در رضاے زن ہستی    نیستی ہمچو در رضاے خدا

---

۳۵ سرخ و زرد: اشرفی روپیہ، مال و دولت۔
۳۶ ہر چیز فنا ہوگی۔
۳۷ مَغاک: کھڈ، پہاڑ کی کھوہ۔ [در مغاک خواہد شد: مراد ہے کہ سب کچھ ختم ہو جائے گا]۔
۳۸ محض احتیاطاً یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ سب نسخوں میں اسی طرح ہے۔ اِسے اگر ''بہ خدائے کہ'' پڑھا جائے، تو ''کہ'' کے بعد کا ٹکڑا جس انداز کا ہونا چاہیے، وہ ''آں خداے کریم'' سے مختلف ہوگا، اُس میں ''آں'' نہیں آئے گا، اِس بنا پر یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ شاعر نے خدا کی خدائی کی قسم کھائی ہے۔ اِس کا بھی امکان ہے کہ یہاں اُصلاً کوئی اور لفظ ہو، اور نقل در نقل میں اُس کی صورت بدل گئی ہو۔

گر چنیں در رضاے حق باشی     گوے نیکی بری بروزِ جزا

---

جعفرؔا! از بسترِ کسل برخیز     بہ فراغت چہ خفتۂ تو ہنوز
برسرِ کوہ آفتاب رسید     ساعتے ماندہ است در ہمہ روز

---

جعفرؔا! از سفر پناہ بخواہ     کہ سفر محنت است و پُر خطر است
در سفر کاہشِ دل و جان است     اَلسَّفر قِطعۃٌ مِّنَ[39] السَّقَر است

---

جعفرؔا! از تعدیِ مردم     دلِ خود را بہ سنگِ حزن مَسَنج
از خدا داں، بہ گفتۂ سعدی     "کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج"

---

جعفرؔا! ہر کہ در مصیبتِ خویش     نہ کند صبر، شکوہ پردازد
مُشرکش[40] دان و مدّعیِ خدا     لعنت از آسماں برو بارد

---

مُعطیاں[41] را صبر بے آں کیر گردانی کجاست     بعدِ کوں دادن غم و عجز و پشیمانی کجاست
برنگردد معطی از کوں دادن، ار گوئی تو وعظ     آرے آرے، طفل رامیلِ سبق خوانی کجاست

---

جعفرؔ! از غارِ کس برآمدۂ     پس چرا می کنی منی[42] و غرور
باز در غارِ خاک خواہی رفت     ایں خُروج و دُخول را چہ سُرور!

---

۳۹ اردو میں کہتے ہیں: سفر اور سقر میں ایک نقطے کا فرق ہے۔ سفر دوزخ کا نمونہ ہے [جامع الامثال]۔
۴۰ رضا: سرکشے داں۔
۴۱ مُعطی: عطا کرنے والا [غیاث اللغات]۔ مجازاً: اپنی دینے والا، اغلام کرانے والا۔
۴۲ مَنی: تکبر، اپنی بڑائی کا شدید احساس۔

جعفرا! برحیاتِ عاریتی هر که داناست، کے شود مغرور
آنکه مغرور شد به نادانی ماند از رحمتِ خدا مهجور

---

جعفرا! دل مبند در دُنیا زانکه دُنیا به کس وفا نه کند
بارہا دیدهٔ و می بینی نوشِ ایں نیش جز جفا نه کند

---

جعفرا! زاغ بهتر است از تو که دمِ صبح می شود بیدار
خُفتنِ صبح نور می کاهد عسرت آرد، خدا شود بیزار

---

جعفرا! شکر کُن که در عالم جا بجا نامِ تو زٹلّی شد
شهرتِ مرد بهتر از هر قسم هر که گم نام زیست، لکّی[۴۳] شد

---

جعفرا! بچه باز را به نظر صورتِ کوں، چو نافهٔ مشک است
تاکه ایں نافه را نمی بُوید چشم، تر دارد و دہن، خشک است

---

خال گر برگسِ نگار بود یا به کوُنِ صفاے یار بود
عاشقاں را همی گشد آخر مگسِ شهد زہردار بود

---

منم باکوُنیاں یک رنگ و دمساز منم با مُغلمان و هیز همراز

---

۴۳ لکّی: نامرد۔ [اصلاً بغیرِ تشدید ہے (نور اللغات)، جعفر نے اپنے طور پر مع تشدید نظم کیا ہے]۔ یہ لفظ اسی طرح (معِ تشدید) ہجوِ سبھا چند سے متعلق نظم ''عرضداشت'' میں بھی آیا ہے۔

بلے، ہست ایں مثل بر حسبِ حالم  "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز[۴۵]"

---

از دلِ من بردۂ اے پری آرام را  بندۂ خود کردۂ جعفرِ بدنام را
موے کہ از روے کس می کُنی از بہر زیب  "حاجتِ مشاطہ نیست روے دل آرام را[۴۶]"

---

کیرِ من خواست کہ در مال پورہ سیر کند  نظرِ شہوت و مستی طرفِ غیر کند
آرے آرے، چہ نکو گفتہ کسے ضربِ مثل  وہ کہ چوں مور چہ پر کرد، خدا[۴۷] خیر کند

---

ہیز اُتم چند را دیدم کہ در تہِ خانۂ  کوُنِ اُتم چند می زد مردکِ دیوانۂ
گفت اُتم چند با آں مرد: خواہی خیرِ من  آشنا را حال این است، واے بر بیگانۂ

---

اے زاہد! اگر[۴۸] از رہِ تقویٰ و عبادت  دانم کہ ترا خواہش و امیدِ بہشت است
آں حلقۂ کوں گر چہ کریہ است بہ چشمت  'معشوقِ من است، آنکہ بنزدیکِ تو زشت است[۴۹]'

---

جعفرا! گر تراست عقل و کمال  باشی اندر رہِ رضاے خدا

---

[۴۵] کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ٭ کبوتر با کبوتر، باز با باز۔ نظامی [امثال و حکم]۔

[۴۶] "ذکر ترا اگر کنند، ور نہ کنند اہلِ فضل ٭ حاجتِ مشاطہ نیست روے دل آرام را: سعدی [امثال و حکم، جلدِ دوم، ص ۹۸۶]۔

[۴۷] مور را چوں اجل رسد، پر برآرد [امثال و حکم] چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اُس کے پر نکل آتے ہیں۔

[۴۸] "دانم" کے ساتھ "اگر" بالکل بے محل ہے، مگر سب نسخوں میں یہی ہے۔ علوی میں "دانم" کی جگہ "زوف است" ہے اور یہ بھی چسپاں نہیں۔ مجبوراً مصرعے کو اُسی طرح نقل کر دیا گیا ہے۔ ایسا کوئی لفظ ذہن میں نہیں آیا جسے برمحل کہا جا سکے۔

[۴۹] اے سیر! ترا نانِ جویں خوش نہ نماید ٭ معشوقِ من است...... سعدی [امثال و حکم]۔

کفرِ نعمت مکن ز بے خردی  پُرحذر باش از برائے[50] خدا

---

جعفرا! ہر کراست قوتِ باہ  گر کند چار زن، روا باشد
وَر بہ ناقوتی کند یک زن  پیشِ زن خوار و مبتلا باشد

---

جعفرا! مفلسے کہ زن بکند  آہ زن! آں کس است مردک وخر
آرزوے دلش بہ دل ماند  خود پَےِ ناں خراب و رسوا تر

---

جعفرا! عسرت و مصیبت و غم  ہمہ از شامتِ گناہِ تو ہست
نرسد رزق بے ہلاکت و رنج  تا بہ غیرِ خدا نگاہِ تو ہست

---

جعفرا! گر تواضعِ تو نکرد  آں سر انداز خانِ اُوکھل[51] گنڈ
غم مخور، صبر کن کہ میدانی  کس کجا می کند تواضعِ لنڈ

---

جعفرا! عاقلاں چنیں گویند  زن نہ تخت و نہ بخت می خواہد
نہ زر و زیور و نہ صورتِ خوب  بلکہ او کیرِ سخت می خواہد

---

کس بہ مفلس نمی دہد دختر  پسرِ خاندانِ عالی را

---

۵۰ علوی، رضا: از بلاے خدا۔ از براے خدا: خدا کے واسطے۔ [''از براے خدا'' مستعمل رہا ہے، مثلاً: ''میں نے کہا: از براے خدا، یہ کیا مذکور ہے'' (اردو لغت)۔ [اِسی معنی میں ''از بہرِ خدا'' بھی آتا ہے]۔

۵۱ اُوکھل: اوکھلی (جس میں جَو وغیرہ ڈال کر کوٹتے تھے)۔ اوکھل گنڈ سے مراد ہے: اوکھلی جیسی گانڈ والا۔ یہ گالی ہوئی۔

جعفرا! دیدہٴ کہ سگ ہرگز نہ کشد استخوانِ خالی را

---

جعفرا! از نیستی چہ می نالی شکر کن بر نعیم صحتِ[۵۲] خویش
صحت و عافیت غنیمت داں از غمِ نیستی مشو دل ریش

---

جعفرا! آنرا کہ باخدا راہ است ہیچ مخلوق را نہ رنجاند
ہر چہ آید مصیبتش در پیش نہ کند شکوہ[۵۳]، از خدا داند

---

جعفرا! رازِ خود مگو با زن گر تمنّائے آبرو داری
تا توانی طمع مکن از کس گر وقارِ[۵۴] خود آرزو داری

---

جعفرا! از غمِ عیال منال ہر کہ جاں دادہ است، ناں بدہد
استقامت اگر بریں بکنی از خدا ہرچہ[۵۵] خواہی، آں بدہد

---

جعفرا! مرداں کہ می بینی مُردگانند، کشتگانِ ہوس
پس ازیں مُردگاں چہ امّید است چہ برآید ز دستِ مُردہ کس

---

۵۲ بعض نسخوں میں ''صحبتِ خویش'' ہے۔
۵۳ رضا: بکند صبر۔
۵۴ بعض نسخوں میں ''از وقر گرتو'' ہے۔
۵۵ علوی، رضا: مردہ وبس۔ کئی نسخوں میں یہ شعر یوں ہے:
استقامت اگر بدیں نکنی از خدا ہر چہ خواہی، آں ندہد

جعفرا! افسوس، عمر ضائع شد! دو سہ دم خشک و تر غنیمت داں
خردۂ روپیہ بہ آخر شد چند پیسہ دگر غنیمت داں

---

جعفرا! گر تو عقل و دیں خواہی صحبتِ جاہل اختیار مکن
جاہل از راہِ راست بے خبر است سخنِ جاہل اعتبار مکن

---

طرفہ شغلے است شغلِ تمباکو کہ ازیں شغل غم فرو گردد
ہمدم است ایں بہ وقتِ تنہائی طبعِ بادی ازو نکو گردد

---

جعفرا! از جہاں وفا برخاست زانکہ بوے وفا نہ می آید
چوں حیا رفت؛ بر وفا چہ سخن کہ وفا از حیا ہمی آید

---

جعفرا! وقت آں رسید کنوں دختراں را بہ مادراں جنگ است
گر پسر با پدر موافق شد ہمہ کس را زنامِ او ننگ است

---

بہ من گفتی کہ کوں خواہم ترا داد بہ سقفِ بامِ راجا رام[56] ساہو
دیارام! ایں چہ اقرار است و وعدہ براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو[57]

---

[56] لندن ا: چو بک راے ساہو۔

[57] فارسی اور اردو میں یہ مثل جھوٹے وعدے کے مفہوم میں آتی ہے، اور ایسے کام کے لیے بھی جس کا ہونا محال ہو۔ [بَرات: وہ تحریر جس کے ذریعے خزانے سے تنخواہ یا کوئی رقم حاصل کی جا سکے۔ مجازاً: حصّہ، مقررّ معاوضہ۔

سوالِ وصل پر ہلنا پری رو! تیرے ابرو کا اشارہ ہے، براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو کا
ناسخ (اردو لغت)

جعفرا! ہندوان و کا-تھ[58] ہا فیض بخش اند و نیک ذات ہمہ
ہمہ گوہر فشان و دریا دل از کرم چشمۂ حیات ہمہ

---

جعفرا ! ہر کرا بہ قہرِ خدا عادتے شد بہ خلق کوں دادن
کے دہد زر، کہ حاملہ زن را ہرجِ جان است ساعتِ زادن

---

جعفرا! غم مخور، مشو بے دل دست گیرِ تو شاہِ جیلانی[59] است
کفشِ او تاجِ اولیا آمد در شدائد بہ نامش آسانی است

---

جعفرا! ہر کہ شد بہ صدق و نیاز سگِ درگاہِ شاہِ[60] جیلانی
ہمہ شیراں بہ پیشِ او چو سگ اند در دلِ خویش بالیقیں دانی

---

سمدھن اندر خانہ با حسن و نزاکت چوں پری
دل بہ سیر و گشت دارد از رہِ قحبہ گری
لیک از ناداریِ خود برنمی آید بروں
آرے، آرے، عصمتِ بی بی است از بے چادری[61]

---

۵۸ کا-تھ: کایستھ۔
۵۹ بعض نسخوں میں ''شاہ مرداں'' ہے۔ چوتھے مصرعے میں ''آسان است'' ہے؛ لیکن یہاں ''شاہِ مرداں'' درست نہیں، ''شاہِ جیلانی'' ہی درست ہے۔
۶۰ نعیم: شاہ مردانی۔
۶۱ عصمتِ بی بی از بے چادری، یا عصمتِ بی بی است از بے چادری، یہ مثل فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔ ایسے موقعے پر کہتے ہیں جب کوئی شخص محض کسی مجبوری کی وجہ سے گناہ سے باز رہے۔

چو امجد[۶۲] خانی آمد بو علی را کہ ہست از شوم طبعی سخت بدرگ
بہ تاریخِ خطابِ خانیِ او بہ گوشِ دل خرد گفتا "چغل سگ"
(۱۱۱۳ھ)

---

شاہ اورنگ زیب عالم گیر بود قدسی[۶۳] سرشت از نیکی
گفت تاریخ رحلتش جعفر بادشاہِ[۶۴] بہشت از نیکی
(۱۱۱۸ھ)

---

۶۲ یہ قطعہ کس کے لیے کہا گیا ہے، اِس سلسلے میں یقین کے ساتھ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مآثر الامرا میں ایک امجد خاں کا حوالہ ملتا ہے جو معروف تاریخی شخصیت سیّد محمد جون پوری کے بیٹے تھے۔ سیّد محمد جون پوری کے احوال کے تحت لکھا گیا ہے: "اُس کے لڑکے سیّد امجد خاں اور سیّد اشرف مناسب منصبوں اور عمدہ خدمتوں پر فائز ہوئے۔ پہلے سیّد امجد کو "خان" کا خطاب ملا اور تیرھویں سالِ جلوسِ عالم گیری میں ...... وہ لشکر کا محتسب مقرر ہوا" [ مآثر الامرا، جلدِ دوم، ص ۵۲۱]۔ مگر "بوعلی" اُلجھن میں ڈالتا ہے اور بہ ظاہر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاید یہ کوئی اور شخص ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اُن کے نام کا جُز رہا ہو۔
نعیم میں حاشیے پر اختلافِ نسخ کے تحت ایک خطی نسخے کے حوالے سے "ابجد خانی" لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخِ ادبِ اردو میں "ابجد خانی" ہی لکھا ہے [ جلدِ دوم، حصۂ اوّل، ص ۹۳]۔ علوی اور بعض دوسرے نسخوں میں "امجد خانی" ہے اور میرے نزدیک یہی ہونا چاہیے۔ میری راے میں "امجد" کی جگہ "ابجد" کتابت کی غلطی ہے۔

۶۳ علوی: چوں سفر کرد زیں جہانِ تاریکی (کذا)۔

۶۴ کلکتہ اور بعض دوسرے نسخوں میں "بادشاہے" ہے۔ جالبی صاحب نے بھی اِسی طرح نقل کیا ہے (ایضاً، ص ۹۳)۔ جالبی صاحب نے غور نہیں کیا کہ اِس صورت میں تو ۱۱۲۸ اعداد ہوتے ہیں جو اورنگ زیب کی تاریخِ وفات نہیں ہوسکتی۔ مزید یہ کہ "بادشاہے" سے مصرعے کی معنویت بھی برقرار نہیں رہتی۔ "بادشاہِ بہشت" کو ناقل نے "بادشاہے بہشت" بنادیا۔ ایسے تصرفات ناقلینِ کرام کا معمول ہیں۔
نعیم میں دوسرا مصرع اِس طرح ہے: "چوں سفر کرد از جہان تاریکی" اور صحیح مصرعے کو حاشیے پر اختلافِ نسخ کے تحت لکھا گیا ہے۔ نعیم میں ایسی صورتِ حال جگہ جگہ سامنے آتی ہے، اِس لیے اِس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

# رباعیات

گرگوئے[1] گاییم، زتنگیش دل ریش است ۔۔۔ وَرگُس گاییم، فراخی از حد بیش است
الحال من و دستِ من و جلق زدن ۔۔۔ تنگیؔ و فراخیش بہ دستِ خویش است

---

اے بیگمِ من! مباش با من کپٹی ۔۔۔ با بیوہ زناں چند تو باشی لپٹی
در مذہبِ عاشقی روا کے باشد ۔۔۔ من بے تو زنم جلق، تو بے من چپٹی

---

در مقعدِ[2] یار خانِ من گوہائی[3] ۔۔۔ چوں کیرِ رود مثالِ پائی پائی
فریاد کند بہ ہر طرف از چپ و راست ۔۔۔ پھائی پھائی تلے سے پو پو پھائی

---

[1] کلّیاتِ سعدی کا ایک ایسا مطبوعہ نسخہ میں نے دیکھا تھا جس کے آخر میں ایک رسالہ مطائبات و مضحکات پر مشتمل بھی شامل تھا: مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ رباعی غالباً میں نے اُس میں دیکھی تھی۔ کلّیات کا وہ نسخہ اب میری دسترس سے باہر ہے اور یہ کہ یادداشت پر بھروسا کر کے کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی [یادداشت دھوکا بھی دیا کرتی ہے، کئی بار اِس کا تجربہ ہوا ہے]۔ یہ رباعی پیشِ نظر کئی نسخوں میں شامل ہے، اِس بنا پر یہ مان کر کہ یہ جعفرؔ ہی کی رباعی ہوگی، میں اِسے شاملِ متن کر رہا ہوں۔

[2] جن نسخوں میں یہ رباعی شامل ہے، اُن سب میں پہلا مصرع ''من'' کے بغیر ہے۔ ''من'' کا اضافہ میں نے کیا ہے، کیوں کہ اِس کے بغیر وزن درست نہیں ہوگا۔ یہ قیاسی تصحیح ہے۔

[3] بعض نسخوں میں ''کرنائی'' ہے۔ میں نے کلکتہؔ اور آزادؔ کی مطابقت کو ترجیح دی ہے۔

## چوپائیاں

جعفرؔ! پوت کپوت وہ، جو پکڑے چال کُچال پُرکھوں کی گت چھانڈ کر[1]، لیوے رُمل سنبھال
یہ کہبت[2] تجھ پر بنی اور من میں لاگے نیک "ڈوبا بنس[3] کبیر کا، جو اُپجے پوت کُمال"

---

جب لگ گھر میں دَرب[4]، دَھن، تب لگ نیکی جوئے چیرا[5]، چیری، پوت، دھی[6]، سبھی ...... ہوئے
یہ جب ہو نر دھن کھٹکھ، کوئی نہ پوچھے بات کھاتے پیتے جگ ملے، اوُسر[7] ملے نہ کوئے

---

جعفرؔ! نت وِواد[8] سے ڈُھولے[9] ہو گئے کیس گھر میں نار بھرتی رہے گرگٹ کے سے بھیس
جو چاہو سکھ چین تم، ڈگر چلو گھر چھانڈ جس گھر میں سَمپت[10] نہیں، تا سوں بھلا بدیس

---

## دُہرے

بہت گئی، تھوڑی رہی، کرو نہ جیو اُداس جعفرؔ! سمرن پیو کی گاؤ للت[11]، بھاس[12]

---

جعفرؔ! اب کیا کیجیے، جو بن چلیا رُوس[13] پھیر نہ آوے جُوبنا، لاکھوں دیجے گھوس

---

[1] چھوڑ کر۔ [2] کہبت: کہاوت۔ [3] یہ مشہور کہاوت ہے، اولاد کے خراب ہونے کے موقعے پر کہتے ہیں؛ اولاد خراب ہوتی ہے، تو خاندان برباد ہو جاتا ہے [جامع الامثال]۔

[4] دَرَب: مال، دولت، جائداد، سونا چاندی۔

[5] چیرا: ملازم، خادم، چیلا۔ چیری: ملازمہ، خادمہ، لونڈی۔ [6] دھی: بیٹی۔

[7] اوُسر: بنجر زمین۔ مجازاً: مفلس آدمی۔ [8] وِواد (بِباد): اختلاف، جھگڑا۔

[9] ڈھولا: سفید رنگ کا۔ کیس ڈھولے ہو گئے: بال سفید ہو گئے۔

[10] سَمپت: خوش حالی، برکت، ترقی، دولت۔ [11] لِلت: ایک راگنی کا نام۔

[12] بھیروں ٹھاٹھ کے ایک راگ کا نام۔

[13] رُوس کر چلا: ناراض ہو کر چلا گیا۔ "جوبن نامہ" میں جعفر نے لکھا ہے:

دریغا کہ جوبن چلا روس کر الئے تلئے کا گھر موس کر

# جوابِ رقعہ[1] سیّد اٹل

شنو اے سخن داں برادر عزیز — اٹل نارنولی توئی با تمیز
کتابت فرستادہ بودی، رسید — ترا عمر بادا و دولت مزید
اگرچہ منم در زٹل نامور — تو ہم سفتۂ خوب سلکِ گہر
بہ فکرِ دقیقِ تو صد آفریں — بہ تحسینِ تو ساکنانِ زمیں
بہ دیدارِ تو گشتہ ام بے قرار — ملاوے مجھے اور تجھے کردگار
منم کم تریں بندہ شاگردِ تو — شب و روز دریا دو در وردِ تو
کپٹ کھوٹ تیرے سخن میں نہیں — سخن فہم تجھ سا نہ دیکھا کہیں
ہمارا تمھارا اگر ہو ملاپ — تو گاویں خوشی ساتھ باہم الاپ
سخن گرچہ چوں دُر، لآلی بود — ولے جائے اُستاد خالی بود
چو...... من وتو ہم است از وطن — ہمی خواہمت نامور ہر زمن
فرستادۂ شعرِ خود با صلاح (کذا) — بہ نزدِ منِ خستۂ بے گناہ (کذا)
بہ دیدارِ تو دل تپیدن گرفت — ز ہجرِ تو غم سرکشیدن گرفت
خدا در جہانت گرامی کند — بہ فضل و کمالات نامی کند
تجھے دے خدا پھول پھل، دودھ پوت — بہ فرمانِ حَیّ الّذی لایموت
وہ سبحان ہے پاک پروردگار — اُسی پر کروں جان وتن میں نثار

---

1. رقعات کے حصے میں یہ منظوم خط موجود ہے، متن سے متعلق حواشی وہاں دیکھے جائیں۔

## سجع

محمد اشرف:

محمد اشرفِ پیغمبران است    نہ ایں اشرف، کہ مردودِ زمان است[1]

---

شاہ زادہ محمد اعظم:

نگینِ سلیماں کہ تابندہ بود    ہمیں اسمِ اعظم برو کندہ بود[2]

---

## اشعار[3]

شنو اے شاہِ عالم گیر! انّی عبدُک دھنگ

رکھو تم مِہر ہمنا پر، کہ تم ہو چھتر پت بے شک

ہمن ہیں فیلِ منگلوسی، نہ لو ہمنا ستی ٹکّر

ہمن ہیں مونگری حق کی، اُتال اب مت کرو جھک جھک[4]

---

۱ ''ایک دن جعفرؔ کسی شخص محمد اشرف نامی کا سجع کہہ کر لے گیا: محمد اشرفِ پیغمبران است۔ شخصِ مذکور نے مطلق پروانہ کی اور شعر کی داد نہیں دی۔ جعفرؔ نے خفا ہو کر فی البدیہہ یہ پیش مصرع بہم پہنچایا: نہ ایں اشرف، کہ مردودِ زمان است'' (حافظ محمود خاں شیرانی، [مقالاتِ شیرانی، جلدِ نہم، ص ۳۱۹] بہ حوالۂ چمنستانِ شعرا، ص ۶۹-۶۷)۔

۲ ''چوں پیشِ اعظم شاہ باریاب شد، ایں شعر در مدحِ او بدیہۃً گفت: نگینِ سلیماں...... صلۂ لائق بہ جائزۂ ایں مطلع یافت'' [نکات الشعرا، طبعِ اوّل، ص ۳۰]۔ یہ پوری عبارت ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ تذکرۂ شورش میں منقول ہے [تذکرۂ شورش، مرتبۂ محمود الٰہی، ص ۲۷۹]۔

۳ مندرجۂ ذیل اشعار اِس کتاب کے حصۂ نثر میں ہیں۔ یہ مناسب خیال کیا گیا حصۂ نثر میں شامل ایسے جملہ اشعار کو یہاں (حصۂ نظم میں) بھی شامل کر دیا جائے تا کہ حصۂ نظم ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے۔ ہر شعر کے تحت متعلقہ ماخذ کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

۴ اخباراتِ سیاہۂ دربارِ معلّی، اندراج ۱۲۔

اَلا یا اَیُّہا اُلّوں پوں! اُلّم، دَھوکڑم، ہالِک
فَاِنّی ...... شہنشہ، ملک را مالک
فَخافُوا، وَاحذَرُوا منّی، کہ ہم ہیں دھینگ وَ الدّھوکڑ
گہے لکڑ، گہے جھکڑ، گہے مجذوب، گہ سالک[5]

---

یا اَیُّہا الدّھنکیڑ! توئی دھینگ وَ الدّھگڑ
اِنّی بسیفِ ہجرِکَ مذبوح کَا البُقَر[6]

---

لوڑا بہ شوقِ تو ہمہ شب چاق و بے اٹک
چوں چُوبِ زاغنول چھاچق و دَھن ٹُھک
چشم در انتظارِ غپاغپّ و چرچوں
شوقی الی البٹاخ چمر غَجّیُ الغجک
وہ تنگتہ الوسیع سزاوارِ اینچ کھینچ
حالا نصیبِ غیر شدہ، لیس فیہ شک[7]

---

یا وَلَدُ الحرام اُمُّکَ وعَمُّکَ چدگرو
اَبُوکَ بھڑوَۃُ وَ خالُکَ پدگرو
اِشرب لَبَنی لا خَیرَ فی بُکایک
اَخ تھو، اَخ تھو فی گانڈِ آبایک[8]

---

۵ ایضاً، اندراج ۱۲۔ ۶ ایضاً، اندراج ۲۲۔ ۷ ایضاً، اندراج ۲۳۔ ۸ ایضاً، اندراج ۲۶۔

بیا اے بال باندھے ڈھینگ میرے		بڑا سکھ ہو جو بیٹھوں سنگ تیرے
اکیلی رات کو تجھ بن چداؤں		چُدا کر ساس کو تہمت لگاؤں
نہیں تجھ سا کوئی بھڑوا و گنڈیا		الٰہ آباد سے لے تا بہ ہنڈیا
بیا الحال اے بھیکن، ابھی ری		وگرنہ پھاٹ جاگی چوت میری[8]

---

بشنو اے رنڈی، نگنڈی، لنڈ بار		من ز رفتارِ تو ہستم بے نیاز
آنکھ اوجھل ہر چہ خواہی آں بکن		ڈھینگ ڈھونڈ اور بھوسڑی ارزاں بکن
میں نہ رکھی مُہر تیرے پوت پر		اے چھنلیا! تھوک تیری چوت پر
زود می آیم بہ تو پھٹّل، اَدھیڑ		بُل میں تیری خشک موسل دوں گھسیڑ[9]

---

ہیچ دانی کونیاں را ذوقِ شمشیر از کجاست
شیرِ مرداں را بجائے شیرِ مادر خوردہ اند[10]

---

ہر آں طفلے کہ گردِ بادہ گردد		اگر رستم بود، کوں دادہ گردد[11]

---

اَنا الدھی چودا ابنُ البھانڈ فی الدّہر		نخواہد بود مثلی بھڑوا فی الشہر
فکیفَ حیلتی یا ایّہا الکیر		بھٰذ الفم یکونُ الگانڈ کالنّہر[12]

---

غَپ غنپک الاُوہ مِنَ الجُرّ چوں		غُپ غُپّہٖ الگھسّۃِ ھَل مِن مَزِید[13]

---

اَیا اَہلَ الدو پھوکی وَ اُلبغارا		بِپارِی اللّنڈ وَالغُپّ السپارا
ثلاثۃُ ثلۃِ الدّفُو سٹاکا		فَقُم فِی اللَّیلِ خُذ موتھ السپارا[14]

---

[8] ایضاً، اندراج ۴۹۔ [9] ایضاً، اندراج ۵۰۔ [10] ایضاً، اندراج ۵۵۔ [11] ایضاً، اندراج ۵۹۔
[12] ایضاً، اندراج ۶۱۔ [13] ایضاً، اندراج ۶۶۔ [14] ایضاً اندراج ۷۰۔

یَا اَیُّھَا الجُوتُ اَنَا دھگڑکَ الدِھنگ وَالمُستَنڈَا
فی غَجَکَ الغُجَیکِ دائم القَرارِ ھذا ڈنڈا و لنڈا
تَحتَکِ الغَارُ کَالیَمِ الجَحِیمِ مَحرُوق وَ غرِیق
لکِ زَوَّارۃُ الخُصیتین وَ ھِیَ اَسوَدُ اللَّونِ کَالھَنڈَا
لَو کَانَ غَجِیکِ الغَاجِ فَبِھَا خُذِی لَنڈَا
یَا لَنَدُ کُلُ لَوڑَاھَا کَا اللَنڈَا
اَلَیکِ شَوقِی غَالِبٌ وَالی اَلپَناخ الپھنڈِ وَالکیر
فَانظُرُ اِلَی وَجہِ الدُّفُوُ یَشبَہُ کَالمُنَارِ وَالجَھنڈَا [۱۵]

---

حُرمتِ اوستاد کردن بہ گفتۂ جعفرا تو راست بنہ [۱۶]

---

کشتیِ امیدِ جعفر در بھنور اُفتادہ است ڈُبکوں ڈبکوں می کند، از یک توجہ پار کُن [۱۷]

---

گر ضرورت بود، روا باشد بے ضرورت چنیں خطا باشد [۱۸]

---

سکّہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر [۱۹]
بادشاہِ تسمہ کش فرّخ سیر

---

۱۵ ایضاً اندراج ۱۶۔ ۱۶ گفتگو نامۂ ملّا۔ ۱۷ رقعہ بہ شیخ الاسلام۔ ۱۸ رقعہ: میت راخ الپیت۔

۱۹ یہ کہا گیا ہے کہ اسی شعر کی بنا پر مغل بادشاہ فرّخ سیر نے ان کو قتل کرادیا تھا۔ اس میں ''تسمہ کش'' کا لفظ اس طرف اشارہ نما ہے کہ فرّخ سیر نے کئی افراد کو گلے میں چمڑے کا تسمہ ڈلوا کر، گلا گھونٹ کر مروادیا تھا، اُن میں ذوالفقار خاں بھی تھے۔ جعفر (بہ خیالِ غالب) جن کے متوسلین میں تھے۔ خیال یہ ہے کہ جعفر نے یہ شعر اُسی غم و غصّے کے عالم میں کہا ہوگا۔ جالبی صاحب نے تاریخ اردو جلدِ دوم، حصّۂ اول میں شورش کے حوالے سے لکھا ہے: ''فرّخ سیر کا سکّہ لکھنے پر بادشاہ کا مزاج برہم ہوا، ان کو جنّت میں بھجوا دیا (ص ۹۱)۔ شیرانی صاحب نے بیلؔ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ شاہی سکّے کی بیت کے جواب میں مضحک نگاری کی بنا پر فرّخ سیر کے حکم سے قتل کیا جاتا ہے [مقالاتِ شیرانی، جلدِ نہم، ص ۳۰۸]۔ اِس جلد کے مرتّب نے حواشی میں ولیم بیلؔ کی اصل عبارت بھی نقل کردی ہے۔

زٹل[1] نامہ کردم عدیم البدل — کہ ہر مصرع اوست ضربُ المثل
بہ تاریخِ اثنا عشر سنہ کط — مہ و مہر شد زیں زٹل نامہ قط
خوش آیندۂ طبعِ شاہ و گدا — گشایندۂ قفلِ دل ہا سدا
مسلماں چہ ہندو، سہاگن چہ رانڈ — عزیزش بدارند چوں کھپر و کھانڈ
بہ چشمِ عدو نیز گردد عزیز — ہمہ حرف و ہر لفظِ او چوں مُوپچیز
اگرچہ سبھی کوڑہ و کرکٹ است — بہ ہندی و رندی زباں لت پت است
ولیکن کسی نے بھلی یہ کہی — جسے پیو چاہے، سہاگن وہی
بیا جعفرؔ ایں جا سخن کن تمام
کہ ما قَلّ و دَلّ است خیرُ الکلام

---

[1] اِن اشعار کا احوال یہ ہے کہ کلکتہ، برلن، آزاد، جمبئی، رضا، نعیم میں یہ اشعار ''در تعریف اورنگ زیب'' کے آخر میں ہیں [کچھ نسخوں میں اِس نظم کا عنوان ''ظفر نامۂ اورنگ زیب غازی'' ہے]۔ علوی میں یہ سب اشعار ''ظفر نامۂ اورنگ زیب'' کے آخر میں بھی ہیں [جس طرح اور نسخوں میں ہیں] اور کتاب کے آخر میں بھی ہیں۔ لندن ا میں ''ظفر نامۂ اورنگ زیب'' کے آخر میں صرف ایک شعر ہے: بہ تاریخِ اثنا عشر سنہ کط ......۔ ہاں مکمل آٹھ شعر اس نسخے میں حصۂ منظومات کے ختم ہونے کے بعد ہیں [اُس کے بعد نثری حصہ ہے]۔

بعض قرائن [جن کی تفصیل مقدمۂ کتاب میں آئے گی] اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جعفر نے اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا۔ ان اشعار کا اندازہ اور ان کی معنویت واضح طور پر اس طرف اشارہ نما ہے کہ یہ اشعار خاتمۂ کتاب کے لیے لکھے گئے تھے: اس لحاظ سے ان اشعار کے مجموعے کو قطعۂ تاریخِ خاتمۂ کتاب کہنا چاہیے۔ لندن ا واحد نسخہ ہے جس میں انھیں آخر ہی میں لکھا گیا ہے۔ علوی میں دوسرے نسخوں کی رعایت سے انھیں ''ظفر نامہ'' کے آخر میں بھی رکھا گیا اور جس نسخے سے علوی کا متن چھاپا گیا، اُس کی مطابقت میں انھیں آخرِ کتاب میں لکھا گیا۔ آخرِ کتاب میں ان کا عنوان یہ ہے: ''تاریخِ دیوان، تصنیفِ مصنفِ دیوان''۔ بہ ہرطور، میں نے

انھیں خاتمۂ کتاب کا جز مانا ہے، اسی لیے ان کو صرف آخرِ کتاب میں رکھا گیا ہے۔ ہاں، علوی میں آخرِ کتاب میں اِن میں سے چھٹے شعر ہیں۔ چوتھا اور پانچواں شعر نہیں۔ ''ظفر نامہ'' کے آخر میں آٹھوں شعر ہیں۔

۲؎ قط دینا: مخالف کی پتنگ کی ڈور کاٹ ڈالنا۔

۳؎ مَو پز: مُنقا۔

---

# ضمیمہ (۱)

## (مشکوک کلام)

اِس ضمیمے میں ایسا کلام یک جا کر دیا گیا ہے، جو قدیم نسخوں کلکتہ (۱۲۰۶ھ)، برلن (۱۲۱۰ھ) اور آزاد (۱۲۱۱ھ) میں، یا اِن میں سے کسی ایک نسخے میں یا دو نسخوں میں موجود ہے؛ مگر مرتب کی رائے میں جعفر سے اُس کلام کا انتساب شک سے بری نہیں۔ اِس کلام کے متعلق اعتماد کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ جعفر ہی کا کلام ہے۔ اِس کے برخلاف، میری رائے یہ ہے کہ یہ جعفر کا کلام نہیں، اُس سے منسوب کر دیا گیا ہے؛ مگر یہ بات میں قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ اِسی بنا پر ایسے کلام کو مشکوک کلام کے ذیل میں رکھا گیا ہے۔ جب تک کوئی ایسا قدیم تر معتبر ماخذ نہ ملے جس میں اِسے کلامِ جعفر کے تحت رکھا گیا ہو، اُس وقت تک موجودہ صورتِ حال برقرار رہے گی۔

جن لوگوں نے جعفر کے کلام کو ذرا گہری نظر سے دیکھا ہے، اُن کو خوب معلوم ہوگا کہ زبان اور بیان کا پُرانا پن اُس کی ہر نظم میں صاف طور پر نظر آتا ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں ریختے کا شاعر ہے، جس کی زبان ملواں ہے؛ یعنی فارسی کے ٹکڑوں میں [اور بعض مقامات پر عربی کے لفظوں کے ساتھ] اردو کے لفظوں اور ٹکڑوں کی پیوند کاری اُس کا خاص انداز ہے۔ مشاقی اور قدرتِ کلام اُس کے ہر جملے اور ہر شعر سے نمایاں ہے۔ زمانہ اُس نے وہ پایا تھا جسے شمالی ہند میں اردو شاعری کا دورِ اوّل کہنا چاہیے۔ مغل بادشاہ فرّخ سیر کے حکم سے اُس کا قتل (بہ خیالِ غالب) ۱۱۲۵ھ [۱۷۱۳ء] میں ہوا، مگر وہ حقیقتاً عہدِ عالم گیر کا شاعر ہے [عالم گیر کا سالِ وفات ۱۱۱۸ھ ہے]۔ اُس دور میں شاعری کی زبان میں وہ روانی نہیں آپائی تھی جس نے

ذرا بعد کے زمانے میں فروغ پایا۔ جعفر کی شعری زبان کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ شعر کہتے کہتے اچانک اپنے خاص انداز کی طرف پلٹ جاتا ہے، جس کے نتیجے میں فارسی اردو، فارسی ہندی اجزا کی پیوند کاری کے عجیب الخلقت نمونے وجود میں آجاتے ہیں۔ یہ انداز ایک طرح اُس کی شاعری کی پہچان بن گیا ہے۔

اگر کوئی ایسی نظم ہمارے سامنے آئے جس میں، اُس کے معمول کے مطابق، مختلف اجزا کی ویسی پیوند کاری نہ ہو جو اُس کے اندازِ بیان کی اہم خصوصیت ہے؛ یا زبان و بیان میں ایسی صفائی، ایسی روانی ہو جو اُس کی نظموں میں بہ طورِ عموم نہیں پائی جاتی؛ تب نظر ضرور رُکے گی اور ذہن میں سوالیہ نشان ضرور پیدا ہوگا۔

یہاں ایک اور بات بھی کہنے کی ہے۔ جن نظموں کو مشکوک کلام میں شامل کیا گیا ہے، اُن میں سے کئی ایک نظمیں کلام جعفر کے قدیم نسخوں میں بھی موجود ہیں [اب تک کی معلومات کے مطابق قدیم نسخے]۔ اِن میں سب سے پُرانا نسخہ کلکتہ ہے [۱۲۰۶ھ]، پھر برلن [۱۲۱۰ھ] اور پھر آزاد [۱۲۱۱ھ]۔ جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے، بہ خیالِ غالب اُس کا قتل ۱۱۲۵ھ [۱۷۱۳ء] میں ہوا تھا؛ اِس اعتبار سے اُس کے کلام کا جو سب سے پُرانا مجموعہ ہمارے سامنے ہے، وہ اُس کے مرنے کے کم و بیش اسّی اکیاسی برس بعد کا لکھا ہوا ہے۔ یہ خاصی طویل مدّت ہے۔ اُس کا اندازِ سخن خاص پسند بھی تھا اور عام پسند بھی۔ اُس نے ایسے موضوعات کو بھی شاعری کا حصّہ بنایا ہے جن میں ہر شخص کے لیے کشش کا سروسامان پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی متعدد نظموں میں اشعار کے اضافے ملتے ہیں، ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں جو قطعی طور پر الحاقی ہیں [جنھیں ضمیمہ ۲ میں رکھا گیا ہے] اور ایسی نظمیں بھی ہیں جنھیں مشکوک کہا گیا ہے [بہ خیالِ غالب ہیں وہ بھی غیر معتبر]۔ اِس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر کہنے کی ہے کہ الحاقی کلام کے لیے کسی مدّت کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ میں ایک مثال سے اِس کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔

مثنوی سحرالبیان کا سالِ تکمیل ۱۱۹۹ھ ہے۔ اِس کے قدیم خطی نسخوں میں

ایک نسخہ وہ بھی ہے جو کتاب خانۂ خاص مولوی عبدالحق میں تھا اور اب نیشنل میوزیم کراچی میں ہے۔ ترقیمے کے مطابق اِس کا سالِ کتابت ۱۲۰۹ھ ہے، یعنی اِس نسخے کی کتابت کتاب کی تصنیف کے کم و بیش دس سال کے بعد ہوئی ہے۔ اِس نسخے میں کسی شخص نے [بہ خیالِ غالب اِس نسخے کے کاتب نے، جو خود بھی شاعر تھا] بیانِ وصل میں سترہ اشعار کا اضافہ کر دیا جو خاصے مبتذل ہیں۔ قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اشعار کا اضافہ کرنے والے نے دیکھا ہوگا کہ یہ کیسی عمدہ مثنوی ہے، اِس میں کیسے اچھے مفصّل بیانات ہیں، تصویر کشی ہے؛ مگر وصل کا بیان محض تین چار شعروں میں آیا ہے اور اُن میں بھی رکھ رکھاو ہے۔ اُس کی نظر میں یہ بڑی کمی ہوگی۔ اِس کمی کو اُس نے اِس طرح پورا کیا کہ سترہ شعر کہہ کر اپنے نسخے میں شامل کر دیے، جن میں خوب چٹک بھڑک ہے۔ یعنی موضوع (بیانِ وصل) کی دل چسپی نے اُسے اِس کے لیے آمادہ کیا ہوگا۔ جعفؔر کے یہاں تو ایسے ''دل چسپ'' موضوعات کی کمی نہیں، غالباً اِسی لیے اُس کے کلام میں ناقلین نے خوب دخل دیا ہے۔ مختصر یہ کہ تصنیف کے بعد دس سال کے نسبتاً مختصر وقفے میں ایک معروف متن میں غیر معتبر اشعار کا اضافہ ہوگیا۔ کلامِ جعفؔر کے خطّی نسخوں میں، جو تقریباً اسّی برس کے بعد لکھے گئے ہیں، اگر غیر معتبر اجزا اور الحاقی کلام شامل ہو جائے تو اِس پر ذرا بھی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

جعفؔر کی متعدّد نظموں کا احوال یہ ہے کہ مختلف نسخوں میں تعدادِ اشعار مختلف ہے۔ [ایسی نظموں کے حواشی میں اِس کی وضاحت کر دی گئی ہے]۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مالکِ نسخہ نے یا ناقل نے اپنے ذوق کے مطابق، اپنی دل چسپی کے زیرِ اثر متن کی تبدیلی یا اشعار کا اضافہ ضروری خیال کیا۔

یہ مناسب سمجھا گیا کہ ایسی نظموں کو، جنھیں مشکوک کلام کے ذیل میں رکھا گیا ہے، اِس ضمیمے میں مکمّل طور پر نقل کر دیا جائے۔ اِن کا متن بہ طورِ عموم آزاد اور برکن کے مطابق رکھا گیا ہے۔

---

## جوابؔ[1] وسوالِ شیخ جی با مالزادی

سُنا ہے کہ اک شیخ پھلواری کے — مجرّد تھے وہ مارے ناچاری کے
گئے ایک دن مالزادی کے ہاں — گُسَل کی کہاتی تھی بستی جہاں
لگے کہنے اُس کی طرف کر خطاب — کہ سُنتی ہو، ہے ایک کارِ ثواب
کئی دن سے ہے ایک مُردہ پڑا — مُیسّر جسے گُور ہے نہ گڑھا
کہو تو اُسے کیجیے دفن یہاں — سنا جب انھوں سے یہ طرزِ بیاں
لگی کہنے، جی ہم سے کیا کہتے ہو — یہ گورِ غریباں ہے، لُو گاڑ دو
غرض اذنِ عام اُس سے جب سن لیا — جہاں تھا خمیر اُس کا، وہاں رکھ دیا
پڑی خُصیوں اوپر جب اُس کی نگاہ — کہا دیکھ کر اُن کا حالِ تباہ
یہ دو شخص ہیں کون اے مہرباں — کہا تب اُنھوں نے کہ اے میری جاں
دونوں شیخ زادے یہ ہمسایے ہیں — اِسے ماٹی دینے کو یہ آئے ہیں
حکایت اگرچہ یہ مشہور ہے — مجھے اِس سے اک لطف منظور ہے

---

## دروقتِ جماعؔ[2] کردن سخنِ مولوی با مالزادی

تھے اک مولوی نوجوانِ عزیز — ولیکن نہایت تھے اہلِ تمیز
ازانجا کہ تھا مقتضائے شباب — ہوئے ایک جا فاحشہ سے خراب
گئی عضوِ مخصوص پر جب نگاہ — لگے کہنے اُس سے بہ صد اشک و آہ
جو دنیا کے پردے پہ آیا بشر — اِسی رہ سے اُس کا ہوا ہے گزر

---

۱ موخر نسخوں کے علاوہ، یہ نظم آزاد، برلن، لندن ا میں موجود ہے۔ کلکتہ میں موجود نہیں۔
۲ یہ نظم آزاد میں شامل ہے۔ برلن، کلکتہ میں موجود نہیں۔ موخر نسخوں (علوی، بمبئی، نعیم) میں موجود ہے۔

سوا اِس کے، کیسا مزہ ہے حصول　　عُروج ہوئے ہے یا کہ جس دم دُخول
کہا سُن کے، اے مولوی بے شعور!　　خرابی ہے اپنی تو تیرے حضور
میں سمجھاؤں کیا اب تجھے اِس گھڑی　　گلستاں بھی تو نے نہیں کیا پڑھی
کہ اوّل لکھا ہے اِسی کا بیاں　　سمجھتا ہے، جو کوئی ہے رمزداں
درآمد نَفَس کی، مُمِدِّ حیات　　برآمد اُسی کی، ہے تفریحِ ذات
ہر اک میں دو نعمت ہیں موجود پس　　بہ ہر نعمتش شکر ہے واجبش
کہا، شیخ نے بھی کیا ہے گزر؟　　لگی ہنس کے کہنے کہ سُن بے خبر!

دریں ورطہ کشتی فرو شُد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

---

## مولوی[۳] درخانہ بازنِ خود

سنا ہے کہ اک مولوی نوجواں　　لگے مسئلہ گھر میں کرنے بیاں
کہ جب مرد، عورت کا ہو اجتماع　　کرے اپنی زن سے جو کوئی جماع
ہووے قتلِ کافر کا اُس کو ثواب　　میں دیکھی ہے اکثر فقہ کی کتاب
گئے بھول، کہہ کے بس اِس بات کو　　گئی رات پوچھے نہ اِس بات کو
ہوئے دن کئی جب اُسے منقضی　　کہا اُن کی بی بی نے، سنتے ہو جی
وہ کیوں کر ہے، فرمائیو تو ذرا　　کہ کہتے تھے اک روز تم برملا
زن اپنی پہ جب مرد قادر ہوا　　جو کافر نہ مارے، تو کافر ہوا
کرے کوئی اِس بات کا کیا عمل　　جسے علم ہو اور نہ ہووے عمل
اگر علم ہے بے عمل، حیف ہے　　کہ کیفی ہے، پر سخت بے کیف ہے

---

۳ یہ نظم آزاد، برلن میں موجود ہے، کلکتہ میں شامل نہیں۔ لندن ا میں بھی ہے (ص ۶۱)۔ موخر نسخوں (علوی، جمبئی، نعیم) میں ملتی ہے۔

یہ بات اُس کی سن کر کے دم کھا گئے  دل اپنے میں اِس رمز کو پا گئے
گیا دن گزر، تب ہوا وقتِ شب  ہوئے اہلِ خانہ سے صحبت طلب
مُودّب دو زانو ہو بیٹھے شتاب  کرے جس طرح کوئی درسِ کتاب
سبق تھوڑا ہی سا اُنھوں نے لیا  کہ اِتنے جُزدان کو تہ کیا
وہ بیٹھی تھی ننگی بہت شوخ و شنگ  جوانی کی رکھتی تھی دل میں اُمنگ
کہ ہر بات کا اُس کے تئیں ذوق تھا  خصوصاً پر اِس بات کا شوق تھا
لگی کہنے، خدمت میں اک عرض ہے  یہ کافر کشی تم کو اب فرض ہے
ہووے جب کہ کافر کا غلبہ زیاد  مسلماں کو واجب ہے کرنا جہاد
خبر جلد لو اِس کی، بیٹھے ہو کیا  غنیم آن پہنچا ہے گھوڑے اُٹھا
کیا زور کافر نے پھر میری جاں  نظر آئے وہ اُس کے بان و نشاں
اگر ہے مسلمان اور دین دار  تو جلدی سے اُٹھ اور کافر کو مار
یہ سن کر کے، گھوڑے کو کر ایک تنگ  کیا پھر اُنھوں نے وہیں قصدِ جنگ
لگے تیر تُودے پہ جوں چھوٹنے  لگی گولی بندوق جوں پھوٹنے
قضارا کہیں کھائی تھی دالِ ماش  کہ اکثر اُسی پر تھا اُن کا معاش
بھری پیٹ میں آ کے از بس کہ ریح  ہوئی اُن سے بادِ مخالف صریح
سنا جب کہ بی بی نے شور و شغب  لگی کہنے، اِس کا میاں کیا سبب
کہا، ہو چکے وار، گولی تمام (کذا)  پس اب خالی آواز ہونے سے کام

## نسبت نامہ[۴] جعفر

سُن رے بیرا بھائی میرے  کھول کہا میں واری تیرے

---

[۴] یہ نظم برلن اور آزاد میں شامل ہے، کلکتہ میں موجود نہیں۔ لندن ا میں بھی ہے (ص ۳۲)۔ موخر نسخوں (علوی، بمبئی، رضا ۱، ۲، نعیم) میں بھی ملتی ہے۔ مجھے اِس میں بہت شک ہے کہ یہ نظم جعفر

دلّی آئے اب دُکھ پایا لابھے کارن، مؤل گنوایا
چھپل پوری میں ڈیرا لِیّا ایک رُپیّا بھاڑا دِیّا
اُستا ہاشم آون لاگے جن کے دیکھے ایشور بھاگے
ہاشم، قاسم اور بہاری کرنے لاگے باتیں پیاری
نورو نے جب رَکیّا پھیرا ہوا کیا، گھر کھویا میرا
ہنستے ہنستے نسبت لائی صورت، سیرت خوب بتائی
باتوں باتوں لیا لگائے دلدل میں تب دیا پھنسائے
سات پانچ مل اِیکا رَکیّا بھولا منوا میرا لِیّا
جب میں ڈھل کر کیا قبول کوڑا کرکٹ، خاک اور دھول
قاضی مانگے سوا رُپیّا کہاں سوں لاؤں میری مَیّا
پنچوں نے مل کیا ٹھکانا جب میں یہ دُکھ نیا بکھانا
تب جا نورو منہدی لائی تا کا حال سنورے بھائی
بیاہ کی رات شہانہ گایا عقد پڑھا میں بی بی لایا
گھونگھٹ کھول کیا دیکھوں بیچ دَیئت بیٹھا گھونگھٹ بیچ
لاکھ رُپیّا مہر بندھایا ایسا منہگا دَیئت پایا
تب تو من میں یہ کر آئی جو ہو دان، تو ہوئے بھلائی
ایدھر اودھر دیکھن لاگا دان دہیج، نہ ایکو تاگا
بیچ مچ میں یہ دُلہن پائی کوڑا کرکٹ، بھُس اور چھائی
کھوسی کھاسی، مُنڈی، لُنڈی مُنہ ایسا جوں سانپ کی گُنڈی
بنی کے کیا کروں اُوپ جیسے بیجاپور کی توپ
ماتھے کی کیا کہوں نشانی جیسے ہاتھی کی پیشانی
انکھیاں دیکھیں ایسی چھوٹی گانڈ میں جوں گھُس جائے لنگوٹی
دانتوں کا کیا کروں بچار جیسے مینٹی کا آچار

بالوں کا اب کیا کہوں حال　　جیسے خچر کی چھوٹی ایال
ہونٹھوں کا کیا کروں بیان　　جیسے نانبائی کے نان
مُنہ کی اب کیا کروں بڑائی　　جیسے بیجاپور کی کھائی
بات کہے، نہیں آوے بول　　جیسے باجے پھوٹا ڈھول
بیٹھا رہوں میں حُجرے بھیتر　　جوں پنجرے میں اندھا تیتر
اب میں یہ دُکھ دیکھا تازہ　　گانڈ پھاٹ ہوئی دروازہ
چار پانچ دن بیاہ کو بیتے　　بی بی نے تب راہی کیتے
جھگڑا رگڑا آن پسارا　　ہونے لاگی مارک مارا
دے دھمادھم ایدھر اودھر　　اب مولا میں جاؤں کیدھر
دھکّم دھکّا، ٹھکّم ٹھکّا　　دھوس دھاس، گھوسم گھاسا
انجر پنجر ٹوٹن لاگے　　مردے زندے، سوتے جاتے
لڑتے آلت پکڑے ہائے!　　ناحق چوٹ جُلاہا کھائے
نورو! تجھ کو کاٹے کُتّا　　تَیں نے دِیا مجھ کو بُتّا
نورو! تیرے پڑیو کیڑے　　تجھ کو مکنا ہاتھی چیرے
نورو! تیرے مریو پوت　　تجھ کو چودے کالا بھوت
بجلی ہے یا آگ بگولا　　جس سے نام خدا کا بھولا
ہاتھی ہوکر مجھ کو پیلا　　چیل جھپٹا مجھ سے کھیلا
نت اُٹھ گھر کے باسن پھوڑے　　آگ لگا، پانی کو دوڑے
مکّر چکّر بہت بناوے　　چوکی نیچے اونٹ چھپاوے
کھاتی بہت اور کام نہ کرتی　　سارے گھر سوں لڑتی پھرتی
کام کرے تو ایسا کرے　　چولھے کی ہانڈی گھڑی دھرے
سارا دن جب سوتے گنوائے　　نو تیرہ بائیس بتائے
ایسا مجھ کو ناچ نچایا　　جیسا کِیا، ویسا پایا

ایسے جوہر جس کے نال     تو کہے اُس کا کون احوال
جعفر پیارے، اب کیا کہیے     تن من دھن تقدیر کو دیجے
کرم لکھا تھا، سو ہی پایا     ناحق میں یہ ڈُند مچایا
ڈُند کیے کچھ ہاتھ نہ آوے     صاحب دے، سو بندہ پاوے

---

## جُڑنت[5] نامہ

جب دوپہر کا زور ہو، تب چودنے حظ ہے     جُوتے محل میں شور ہو، تب چودنے کا حظ ہے
بھرکس جو نکلے چوت کا، پھٹ جائے مُہرہ موت کا     لوڑے میں ایسا زور ہو، تب چودنے کا حظ ہے
گجدنت سا جب جارہے، رنڈی تلے دم کھا رہے     اور شام سے پھر بھور ہو، تب چودنے کا حظ ہے
دھینگا دِھنگی سے لانڈ کی، پھٹ جائے مُہری گانڈ کی     جب ڈوب غارت غور ہو، تب چودنے کا حظ ہے
جلدی سے خشخت پھاڑیے، تن تن کے دھکے ماریے     جب لنڈ چودہ پُور ہو، تب چودنے کا حظ ہے
آسن نہ ڈھیلا دیجیے، چٹاخ چوما لیجیے     ٹنگوی کو موڑا موڑ ہو، تب چودنے کا حظ ہے
کپڑا نہ کوئی پاس ہو اور بنتِ مادھو داس ہو     اور مست و چکنا چور ہو، تب چودنے کا حظ ہے
خطرہ نہ ہو اغیار سے، جعفر بھڑا ہو یار سے     اور مدّعی درگور ہو، تب چودنے کا حظ ہے

بندِ ہیچ جب ایسا رہے، جعفر نمایاں یوں کہے
رنڈی جو چھک چھور ہو، تب چودنے کا حظ ہے

---

۵ یہ نظم کلکتہ میں موجود ہے، آزاد میں کسی نے اسے حاشیے پر درج کیا ہے۔ برلن میں موجود نہیں۔ کئی موخر نسخوں [جیسے: علوی، نعیم] میں ملتی ہے۔

# در بیانِ کج روی روزگار[1]

رسید وقت بہ پایاں، نماند شرمِ حضور — کنم طریق نمایاں بہ عین عجز و قصور
لباس و زیورِ شیراں، شغال کردہ بہ بر — مہ جمالِ دلیراں بہ خاک شد مستور
سگاں بہ لقمہ سگیں شگفتہ و سرمست — خراں بہ طعمہ رنگیں بہ کام دل مسرور
سمند خستہ و محتاجِ بوے دانہ و کاہ — خچر ہمیشہ بہ گل گشتِ سرخوشی و سُرور
پلنگ بر درِ خرگوش رفتہ حاجتمند — ہزبر جستہ پناہ و توسّلِ لنگور

---

[1] اِس نظم کو شاملِ متن کرنے کے سلسلے میں خاصی الجھن اور بہت تذبذب میں مبتلا رہا ہوں۔ یہ خیال بار بار ذہن میں آیا ہے کہ کیا واقعی یہ جعفؔر کی نظم ہے؟ دو وجہوں سے: ایک تو یہ کہ مختلف نسخوں میں اشعار کی تعداد میں بہت اختلاف ہے۔ مثلاً آزاد اور برلن میں کل ۲۴ شعر ہیں، لندن ا میں چالیس شعر ہیں، لندن ۲ میں ۲۳ اور نعیم میں چھپن شعر ہیں۔ محمدی، رضا ا اور بمبئی میں ۲۷ شعر ہیں اور بیدار، علوی اور رضا ۲ میں ۲۸ شعر ہیں۔ دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ جس نے بھی جعفؔر کے کلام کو توجہ کے ساتھ پڑھا ہے، وہ بہت سے اشعار کے متعلق یہ راے قائم کرے گا کہ یہ شعر جعفؔر کے نہیں ہو سکتے، زبان، بیان اور بندش کے لحاظ سے۔ واضح طور پر کسی نوسکھیا کی کارگزاری ہے، مثلاً یہ شعر:

شفیق و شادنی کا بخوا لگاہ امن (کذا) — عمر خیامِ عرب را بہ خار زار عبور
پراگداس کُھیا غنودہ بر بالیں — نہال چند چتر بھج مشوش و رنجور
فقیہ خستہ بہ عسرت برہنہ پاے خراب — طباخ کنجڑہ قصائی بہ سیم و زر مغرور
پٹھان و سیّد و سیدی و شیخ سرگرداں — نصیبِ رافض و کفہ در غرور و سرور

اِس نظم کا موضوع ایسا عام پسند ہے کہ جس کو بھی کچھ شُدبُد ہے شعر گوئی کے سلسلے میں، وہ کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ راے تو میری یہ ہے کہ یہ نظم مکمل طور پر الحاقی ہے۔ چوں کہ یہ نظم تین قدیم تر خطی نسخوں: کلکتہ، برلن، آزاد میں موجود ہے، یوں میں نے بہ طورِ احتیاط اِسے مشکوک کلام کے تحت رکھنا مناسب خیال کیا ہے، اور یہ کہ تعدادِ اشعار میں آزاد اور برلن کی مطابقت اختیار کی ہے۔

نہنگ بردہ اطاعت بہ پیشِ پشّۂ دوں　　نہادہ پاے شجاعت زمانہ برسرِ سور
نشستہ بیخِ مغیلاں بجاے نخلِ رطب　　زقوم رستہ سراسر بہ مزرعِ انگور
نہ داشت آنکہ وُقوفِ اُدھوتر و کرپاس　　کنوں شد است خداوندِ پرنیان و سمور
بہ جہتِ کمّل و لنگی فقیہ خستہ و خوار　　سفیہ در زر و زیور پُر از نشاط و سُرور
خبیث خفتہ بہ ناز و خسیس در بندوبست　　رئیس مضطر و رسوا نشستہ در جمہور
رواجِ بھانڈ و بھنڈیلا در انجمن بسیار　　وقارِ لولی و پاتر بہ ہر کجا موفور
نعوذ باللہ ازیں انقلابِ دورِ فلک　　اعوذ باللہ ازیں اختلافِ بے دستور
مرا عجب ز تقاضاے وقت می آید　　کہ ہرزہ گوے عزیز و مظفّر و منصور
ہزار حیف و دریغا کہ آبِ شور و پلید　　دریں زمانہ شرف یافت بر شرابِ طہور
دریں زمانہ یکے شد بہاے ہیزم و عوُد　　تمیز نیست کسے را بہ بوے چرم و بخُور
دریں زمانہ بیفزود قدرِ سیر و بَصَل　　نہ ماند منزلتِ عطر و عنبر و کافور
نہ ماند عزّت و آدابِ علم و پیر و پدر　　نہ قدرِ زمزم و کوثر نہ سرمۂ کُہِ طور
نہ ماند صدق و محبّت نہ بوے مہر و وفا　　نہ ماند عشق و مروّت، تخلُّف است وزوُر
نہ ماند قدرِ شبِ قدر و حرمتِ رمضاں　　شدست رائج و شائع دروغ و فسق و فجور
دریں زمانہ لبے گفتگوے مکر و فریب　　نعوذ باللہ ازیں گفتگو، ازیں مذکور
بہ خاص و عام بگویند عمّہ و خواہر　　بہ گوشہ بوس و کنار و بہ دل فتور و خطور
بہ شرمِ خلق بگویند مادر و دختر　　بہ کنج رفتہ بگایند برخلافِ امور
بہ حیرتم بہ کہ گویم، کجا روم، چہ کنم　　کز اختلافِ زمانہ پریدہ عقل و شعور

خموش جعفر! ازیں گفتگو و لب بر بند
کہ ہست ایں ہمہ آثارِ دورِ روزِ نشور

# در بیانِ نوکری

بشنو بیانِ نوکری، جب گانٹھ ہووے کھوکری — تب بھول جاوے چوکڑی، یہ نوکری کا خط ہے
مردم پریشاں یک دگر، گشتہ سپاہی دربدر — خوردہ بسے خونِ جگر، یہ نوکری کا خط ہے
اُمرا و سب ہیں بے خبر، اَحدی بچارے بے وَقَر — اَسوار پاجی سے بَتَر، یہ نوکری کا خط ہے
صاحب عجب بیداد ہے، محنت ہمہ برباد ہے — اے دوستاں فریاد ہے، یہ نوکری کا خط ہے
دربار دیکھا خان کا، بیڑا نہ پایا پان کا — ٹکڑا نہ پایا نان کا، یہ نوکری کا خط ہے
صد پارہ دستارِ کہن، تاپشت ماندہ پیرہن — تا آنکہ خستہ شد بدن، یہ نوکری کا خط ہے
بس خستہ و بے حال ہے، ٹوٹی پرانی ڈھال ہے — جامہ مُشبّک جال ہے، یہ نوکری کا خط ہے
کیسے رہیں ایمان سے، عاجز ہمیشہ نان سے — بیزار ہیں مہمان سے، یہ نوکری کا خط ہے
ہر روز مجرا اُٹھ کریں درکار یکسو گر پڑیں — بے شرم ایسے لڑ مریں، یہ نوکری کا خط ہے
دھنیا جلاہا طاق ہے کنجڑا قصائی چاق ہے — دیوث قرمساق ہے، یہ نوکری کا خط ہے
ہر صبح ڈھونڈے چاکری کوئی نہ پوچھے بات ری — سب قوم ڈھونڈن لاگ ری یہ نوکری کا خط ہے
چوکی لگیں اور حاضری کھانے پناویں باجری — تس پر چلاویں ناجری یہ نوکری کا خط ہے
دس بیس مجرے میں گئے دس بیس بخشی نے لیے — دس بیس جھگڑے میں گئے یہ نوکری کا خط ہے
راکھیں سپاہی گھاٹ کو چوکی دلاویں رات کو — کوئی نہ پوچھے بات کو یہ نوکری کا خط ہے

---

۴ یہ نظم کلکتہ، برلن، آزاد میں موجود نہیں۔ اِس کے اکثر اشعار میں اِس قدر نمایاں سطحی پن ہے کہ اِسے جعفر سے منسوب کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ نعیم میں اِس کے ۲۵ شعر ہیں۔ میں اسے نعیم سے نقل کرتا ہوں اُسی طرح جس طرح وہ اُس میں چھپی ہوئی ہے۔ کسی نے جعفر کے انداز میں یہ شعر کہے ہیں اور بہ لحاظِ شاعری اِس کی سطح خاصی پست ہے۔ رائے تو میری یہ ہے کہ یہ نظم قطعی طور پر جعفر کی نہیں؛ اِس کے باوجود ازراہِ احتیاط پسندی میں نے اِسے مشکوک کلام کے ذیل میں رکھا ہے۔

ششں ماہہ حقؔ مرداں برگردن دولتوراں
تسپر سواری ناگہاں یہ نوکری کا حظ ہے

روز یکہ آں ماہینہ شد صد داغ اندر سینہ شد
یک پاؤلہ روزینہ شد یہ نوکری کا حظّ ہے

جب دوڑکوں سب اوٹھ چلے اسوار بیٹھے یوں کلے
ٹٹو بچارا نا ہلے یہ نوکری کا حظ ہے

ہم نام کو اسوار ہیں روزگار سے بیزار ہیں
یارو ہمیشہ خوار ہیں یہ نوکری کا حظ ہے

نوکر فدائی خان کے محتاج آدھی نان کے
تعیین بے ایمان کے یہ نوکری کا حظ ہے

دیکھو مہاجن کا ہیا جن سود کا لالچ کیا
مے قرض پھر ناہی دیا یہ نوکری کا حظّ ہے

دم خیز ہو گھوڑا رہا یہ دکھ بچارا سہہ رہا
پیشاب کرکے سورہا یہ نوکری کا حظ ہے

گھوڑا رہا بھوکا سدا اور فاقہ شد میاں گدؔ
یہی کہے میرا خدا یہ نوکری کا حظّ ہے

یہ نوکری شد پیکھنا بازی گری کا دیکھنا
تا سے بھلا ہے پیسنا یہ نوکری کا حظ ہے

ترسے ہمیشہ گیہو کو سمجھا رکھیں اب جیو کو
جیسا پپیہا پیو کو یہ نوکری کا حظّ ہے

جعفؔر خدا کو یاد کر غمگین دل کو شاد کر
یہ گفتگو برباد کر یہ نوکری کا حظ ہے

## قطعے اور رباعیاں

یہ ضمیمہ (۱) جو ایسے کلام پر مشتمل ہے جو کلامِ جعفؔر کے تین قدیم خطی نسخوں میں یا اُن میں سے کسی ایک نسخے یا دو نسخوں میں موجود ہے؛ مگر مختلف وجوہ سے اُس کی حیثیت مشکوک کلام کی ہے۔ اِسی ذیل میں ایک رباعی اور دو قطعے بھی آتے ہیں، جو محوّلہٗ بالا تین قدیم نسخوں میں موجود نہیں، صرف لندن ا میں ہیں [جس میں غیر معتبر کلام سب سے زیادہ پایا جاتا ہے]۔ مرتب کی رائے میں اندازِ سخن کی بنا پر انھیں الحاقی کلام کے ساتھ رکھنے کے بجائے مشکوک کلام کے ساتھ رکھا جانا چاہیے۔ ضمیمہ (۲) میں الحاقی کلام شامل کیا گیا ہے، یوں مناسب یہی خیال کیا گیا کہ رباعی اور قطعوں کو اِس ضمیمے کا حصّہ بنالیا جائے۔

---

لندن ا میں ص ۱۸ا پر مندرجۂ ذیل دو قطعے ملتے ہیں:

بگفتم بچۂ را کاے سہی سرو
زکوں دادن ترا ہم انفعال است

بگفتنا، بر نہ گردم من ازیں فعل — کہ آب از تہ خورد، ہر جا نہال است

---

بر سُرینِ صافِ دلبر خایہ را محرم مساز — تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبد است
کلبۂ تاریکِ کوں روشن نہ شد از شمعِ کیر — پرتوِ نیکاں نہ گیرد، ہر کہ بنیادش بد است

یہ قطعے کسی اور نسخے میں نہیں۔ جعفؔر نے بہت سے قطعوں میں چوتھے مصرعے کے طور پر فارسی امثال یا فارسی کے معروف مصرعوں کو شامل کیا ہے، اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قطعے اُسی انداز کے معلوم ہوتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ اعتماد کے ساتھ اِن کو جعفؔر سے منسوب نہیں کیا جا سکتا، یوں کہ یہ صرف لندن ا میں ہیں، جو غیر معتبر کلام کا گویا مخزن ہے اور اُس کے وہ اندراجات جو کسی قدیم اور معتبر نسخے میں نہیں ملتے، اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہو سکتے جب تک وہ کسی معتبر ماخذ میں نہ ملیں؛ اِس بنا پر بہتر صورت یہی ہے کہ انھیں مشکوک کلام کے ساتھ رکھا جائے۔ اِسی ذیل میں یہ رباعی آتی ہے جو صرف لندن ا میں ہے (ص ۱۹ پر):

باسادہ رُخے نشینی، انگشتش کن — ور ناز کند، دو تنگہ در مشتش کن
آں گاہ بغلطان و سرِ کفش گیر — انگشتِ شکم [ششم؟] در دہنِ پشتش کن

---

جمیل جالبی صاحب نے تاریخِ ادبِ اردو جلدِ دوم، حصّۂ اوّل میں جعفؔر کے احوال کے تحت لکھا ہے: ''کلیات میں ہجوِ بہادر شاہ کے نام سے بھی ایک قطعہ ملتا ہے'' [ص ۹۳] اِس کے بعد یہ ''قطعہ'' لکھا ہے:

اے شاہِ زناں تاجِ شہاں بر سرِ تو — یاجوج و ماجوج بود لشکرِ تو (کذا)
آثارِ قیامت ز جبینت آشکار (کذا) — دجّال توئی و خانِ خاناں خرِ تو

جالبی صاحب نے حوالہ نہیں دیا، مگر یہ ''قطعہ'' لندن ا سے ماخوذ ہے۔ یہ کسی دوسرے نسخے میں موجود نہیں۔ صرف لندن ا کی سند پر اِسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بات اور: یہ رباعی ہے، قطعہ نہیں۔ جالبی صاحب نے اِسی تاریخ میں یہ قطعہ بھی جعفؔر سے

منسوب کیا ہے [ص ۹۷]:

جعفر زٹلی! از لبِ تو چوت بہتر است — در آبداری از سخت موت بہتر است
در حقِ بندگانِ خدا انچہ گفتۂ — لاحول می کنم، کہ ز تو بھوت بہتر است

یہاں بھی اُنھوں نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ ادبیات (ص ۱۰) اور بمبئی (ص ۲۰) میں یہ قطعہ ملتا ہے:

اے جعفر! از تو طائفۂ بھانڈ بہتر است — و ز موسلِ تو او کھلیِ رانڈ بہتر است
از ہر دہانِ خویش (کذا) کہ یادش نمی بری — حقا کہ ہاں (از؟) دہانِ بدت گانڈ بہتر است

یہ دونوں قطعے کسی اور نسخے میں نہیں ملتے۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا قطعہ، پہلے قطعے کو سامنے رکھ کر گڑھا گیا ہے۔ قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلا قطعہ کسی نے جعفر کی ہجو کے طور پر کہا ہوگا [اندازِ بیان یہی بتاتا ہے] اور دوسرا قطعہ اُس کی نقل ہے یا اضافی ہجو۔ بہ ہر طور، موجودہ صورت میں یہ دونوں قطعے کلامِ جعفر میں شامل نہیں کیے جاسکتے۔ [دوسرا قطعہ: اے جعفر از تو...... قاعدے کے مطابق تو ضمیمہ ۲ کے تحت لکھا جانا چاہیے تھا، کیوں کہ یہ واضح طور پر الحاقی ہے؛ مگر پہلے قطعے: جعفر زٹلی ...... سے تقابل کی ضرورت سے اِسے یہاں لکھا گیا ہے۔ ویسے یہ دونوں قطعے غیر معتبر کلام ہی کا حصّہ ہیں]۔

لندن ا میں ص ۱۹ اپر یہ قطعہ لکھا ہوا ہے جس کے پہلے اور دوسرے مصرعے کے کئی لفظ پڑھے نہیں جاتے]:

دالِ ماش توئی مثال...... — در ...... از ہمہ بیش
گر ترا می خورند و می گوزند — شکرِ نعمت کنند از پس و پیش

یہ کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ تصدیق کے بغیر اِسے کلامِ جعفر میں شامل نہیں کیا جاسکتا، لندن ا کی سند کافی نہیں۔

---

لندن ا میں ص ۳۹ پر ''در ہجوِ قاضی گوید'' کے عنوان سے چار شعر ہیں۔ یہ شعر بمبئی میں بھی ہیں، کسی اور نسخے میں یہ، نہیں ملے۔ جب تک کوئی معتبر ماخذ نہ ملے، اُس وقت تک اعتماد کے ساتھ اِن کو کلامِ جعفر میں شامل کرنا غیر مناسب ہوگا۔ اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

زنِ قاضی کہ پارسائے زماں ست — دل سرا پردۂ محبتِ اوست
دخترِ او کہ زر نمی گیرد — گردنم زیرِ بارِ منّتِ اوست
پسرِ او کہ نورِ دیدۂ ماست — دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست
پانزدہ روز ہر سہ را گایم — ہر کرا پنج روزہ نوبتِ اوست

# ضمیمہ (۲)

## [الحاقی کلام]

کلیاتِ جعفرؔ کے مختلف خطی اور مطبوعہ نسخوں میں نثر اور نظم کے ایسے اجزا بھی ہیں جن کو معتبر کلام کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ نظمیں ایسی ہیں جن کی زبان اور بیان میں ایسی روانی، ایسی صفائی ہے جو کلامِ جعفرؔ اور عہدِ جعفر سے قریب کی نسبت نہیں رکھتی [ایسی نظمیں مشکوک کلام کے تحت ضمیمہ[۱] میں رکھی گئی ہیں]۔ اِنھی کے ساتھ ایسی نظمیں بھی ہیں جو واضح طور پر کسی نو آموز اور کم استعداد شخص کی تخلیقات معلوم ہوتی ہیں۔ جعفرؔ کی زبان اور بیان میں جو پختگی، مشاقی اور درست بیانی ہے، وہ ایسی نظموں میں مفقود ہے۔ جعفرؔ با استعداد شخص تھا، جو عربی سے نا آشنا نہیں تھا، فارسی سے خوب واقف تھا اور ریختے کا مزاج شناس تھا۔ اُس نے مِلواں زبان لکھی ہے، لیکن ہر سطر اُس کی علمی استعداد اور شاعرانہ مہارت کی شہادت دیتی ہے۔ جب ایسی نظمیں اُس کے نام سے سامنے آتی ہیں جن میں معمولی لفظوں کو بھی درستی کے ساتھ اور سلیقے کے ساتھ استعمال نہیں کیا جا سکا ہے، بیان اُکھڑا اُکھڑا سا ہے اور زبان اُس خوبی سے یک سر خالی ہے جسے جعفرؔ کا حصّہ کہنا چاہیے اور جو اُس کی پہچان بھی ہے؛ تب یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ بعض دوسرے لوگوں کی کم استعدادی سے گراں بار ناپختہ مشقِ سخن کو جعفرؔ کے کلام میں ملا دیا گیا ہے۔ کئی الحاقی نظموں کے آخری شعر میں جعفرؔ بہ طورِ تخلّص آیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مجہول الاحوال جعفر کے کلام کو جعفرؔ زٹلی کے کلام میں ملا دیا گیا ہے۔ یہ مجہول الاحوال جعفر

خاصا کم سواد اور کم مشق معلوم ہوتا ہے۔

لندن ا ایسا مجموعہ ہے جس میں الحاقی اجزا سب سے زیادہ ہیں۔ وہ ساری نظمیں اور نثری اجز جو اِس نسخے میں تو ہیں، مگر کسی دوسرے قدیم نسخے [ کلکتہ، آزاد، برلن ] میں موجود نہیں، ایسے اجزا کو کسی سند کے بغیر کلامِ جعفر کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا۔

اِس ضمیمے میں ایسے کلام کو یک جا کر دیا گیا ہے، یا اُس کی نشان دہی کر دی گئی ہے جو مختلف نسخوں میں [ خاص کر لندن ا میں ] ہے مگر تدوین کے اصول اور طریقۂ کار کے مطابق وہ اعتبار کے اُس درجے میں نہیں کہ اُسے شاملِ کتاب کیا جاسکے۔ ایسے کلام کی تفصیل درج کی جاتی ہے؛ پہلے نثری حصہ، پھر منظومات۔

---

## نثر:

''اخباراتِ سیاہۂ دربارِ معلّیٰ'' کلیاتِ جعفر کے نثری حصے کا پہلا جُز ہے، متن کا آغاز اُسی سے ہوتا ہے۔ اُس کی تمہید میں یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ نسخۂ لندن ا میں اِس ''سیاہہ'' کے تحت ایسے بہت سے اندراجات ہیں جو معتبر نہیں۔ کسی شخص نے بعد کے زمانے میں اُن کا اضافہ کیا ہے۔ یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ لندن ا کے ایسے کسی اندراج کو اِس کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔

بمبئی میں ص ۲۰ پر ''در وعظ و تنبیہ'' کے عنوان سے ایک عبارت ہے۔ یہ وعظ ادبیات میں بھی ہے [ اور بہ خیالِ غالب بمبئی سے منقول ہے ]۔ اِن دو موخر نسخوں کے سوا، یہ وعظ پیشِ نظر کسی اور نسخے میں نہیں۔ واضح طور پر یہ الحاقی عبارت ہے۔ اِس میں دو قطعے بھی ہیں، اور وہ بھی الحاقی ہیں۔ [ ضمیمہ ا کے آخری حصے میں بھی اِن میں سے ایک قطعے پر گفتگو کی گئی ہے ]۔ بمبئی میں ص ۲۴ پر ایک رقعہ ہے، اِس کو پڑھ کر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے جعفر کے رقعات کو سامنے رکھ کر مشق کم

سوادی کی ہے۔ عبارت میں اِس حد تک اناڑی پن شامل ہے کہ وہ ہر سطر سے چھلکا پڑتا ہے۔ یہ قطعی طور پر الحاقی ہے۔ یہ رقعہ ادبیات میں ص ۱۴ پر ملتا ہے۔ وہ وعظ اور یہ رقعہ، یہ دونوں نثری اجزا اِن دو موخر نسخوں کے سوا اور کسی نسخے میں نہیں ملتے، یوں یہ کسی ایسے ماخذ کا حصّہ نہیں جس کو کلامِ جعفر کے سلسلے میں معتبر ماخذ کا درجہ دیا جا سکے۔ پہلے بمبئی سے رقعہ نقل کیا جاتا ہے:

''دریں ایامِ کھڑاکھڑ انجام کہ آشنائے روزگار و ساہوکارِ بے وقار دست از لیوا دیوی کھینچے داں کہ دریں وقت مبلغ یک صد ہُن، ہُن بلا کُھن پھُن مایۂ چپ چاپ دکُھن ولئہ زیرِ کھٹہ مایۂ سود ولٹھ رسانیدہ آید۔ زیادہ چوں پوں نہ کنند''۔

نثرِ جعفر کی نقالی گھٹیاپن اور کم سوادی کے ساتھ ایک ایک لفظ سے ظاہر ہے۔ اِس کے بعد بمبئی ہی سے ''وعظ'' بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے، کم سوادی آمیز نقالی اِس کے بھی ہر جملے سے نمایاں ہے:

''اے عزیز! ایں چند کلمۂ وعظ را در سمجھ بوجھ آر کہ مُردن برحق است بہ حکمِ کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت۔ وایں مداں کہ جب ستّے، تب پیڑے۔ یہ خوب جان لے کہ چار دن زندگانی را عشق است، باقی پر پوں اور چہ چون است۔ سوا اللہ بارک اللہ چہ جان است کٹھن مشکل پیشِ تو می چکد و دفتر آگے بٹورا می اکدو اٹکل پچکل می خورد۔ پیچھے ناک گھسنی می بری۔ پس ہماں بہ کہ ایں جال جنجال را در انچ کھینچ می بری و بہ سراسر پکڑے بہ مرادِ دل برسی۔ دندنا باش۔

جب پلاس پھولن پر آوے ۔۔۔ پات پات کر آپ لٹاوے
کالا منہ کر جگ دکھلاوے ۔۔۔ تب تو لالن کی لالی پاوے
ایں تاناریری خوب نیست وہنسی کھیل نباشد کہ گنوار کی بیٹی بوبو

جی نانو۔ خود را جھاڑ پچھاڑ کر دیکھ۔ تو کہ در کوچۂ لالچ و حرص و ہوا اُفتی، مگر ہموں کہاوت است: لکھو بندر یا چابے پان ❊ اڑ گئی چٹیا، رہ گئے کان۔ تو نروانی راہ لے، والاّ نہ کل دھوبی کا کُتّا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ حق و ناحق در غم والم چوں زیں پیش شوی و در اندوہ و غم چرامی دوی، مگر کہ یفعل اللہُ مایشاءُ و یحکم مایُرید۔ انچہ شدنی بود شد، اے زٹل ہشیار شو کہ وقت از دست برفت۔ رباعی (کذا):

اے جعفر! از تو طائفہ بھانڈ است وز موسلِ تو او کھلی رانڈ بہتر است
از ہر دہانِ خویش کہ یادش نمی بری حقا کہ ہاں (از؟) دہانِ بدت گانڈ بہتر است"

---

ادبیات میں ص ۱۳ پر دو رقعے ہیں جو قطعی طور پر الحاقی ہیں۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جعفرؔ کے بعض رقعوں کے کچھ جملوں کو جوڑ جاڑ کر عبارت بنائی گئی ہے۔ پہلا رقعہ:

"میر صاحب قدر شناس، گھر چور، سراپا ستیاناس سلامت۔ امروز گھڑگھڑاہٹ البرق فی البہرام و گر پڑت العمارات فی الہدام از بوندا باندی و برسا برسی از کیچڑ والچھاڑ (کذا) برسراست۔ و کیچڑ ریڑی در ریری گشتہ (کذا)۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر رو بہ خشکی آرد، کود پھاند در خانہ المہربان دھس پنت می نماید۔

بیت:

کشتی جعفر زٹلی در بھنور افتادہ است
ڈبکوں ڈبکوں می کند از توجہ پار کن

زیادہ چہ بیزار کاری نماید (کذا)"۔

جعفرؔ کا رقعہ "بہ نامِ شیخ الاسلام" سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جعفرؔ کے عمدہ

جملوں کو لے کر گھٹیا سی عبارت بنالی گئی ہے۔ اِس خط کو میں نے خاص کر اسی لیے نقل کیا ہے کہ یہ واضح ہو سکے کہ کس طرح جعفر کے انداز کی عبارتیں تیار کی گئی ہیں۔

دوسرا رقعہ جو ادبیات میں ہے، اُس کا عنوان ہے: ''رقعۂ شوہر'':

''برخوردارِ من سلامت۔ مدّتے شد کہ از بوسا بوسی و چوما چاٹی دور شدہ۔ خاطر نگراں می باشد۔ باید کہ بہ مجرد ورود ہذا رقیمہ ایں جا شوند، والاّ از ہمسایگاں غچاغش کنانیدہ خواہش شد''۔

اِس کا بھی وہی احوال ہے جو اوپر والے رقعے کا ہے۔ [لندن ا، بمبئی اور ادبیات؛ اِن تینوں نسخوں کے جو اندراجات دوسرے نسخوں میں نہ ملیں، اُنھیں مشکوک یا غیر معتبر اجزا کے ذیل میں رکھا جانا چاہیے۔ اُن کو کلامِ جعفر مان کر نقل نہیں کیا جانا چاہیے۔ میں نے اِس کتاب میں ایسے کسی اندراج کو شامل نہیں کیا]۔

## اَل نامہ

کلّیاتِ جعفر کے کئی موخر نسخوں میں ایک معروف تحریر ''اَل نامہ'' مختلف عنوانات کے ساتھ ملتی ہے: بمبئی، ادبیات: شرحِ بعضے احوالاتِ زمانہ۔ نعیم: شرحِ بعضے اصطلاحِ زمانہ۔ رضا: روزمرّہ۔ علوی، بیدار، محمدی: شرحِ بعضے اصطلاحِ احوالاتِ زمانہ۔ یہ تحریر جعفر کی نہیں، ملاّ دو پیازہ کی ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ لندن ا، جس میں غیر معتبر اندراجات اچھی خاصی تعداد میں ہیں، اُس میں اِسے ملاّ دو پیازہ کے نام سے درج کیا گیا ہے؛ اِس نسخے میں ترقیمے کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ نئے صفحے سے اِس کو شروع کیا گیا ہے، عنوان ہے: ''من کلام ملاّ دو پیازہ رحمۃ اللہ''۔ اِس کا قلم کاتبِ نسخہ کے قلم سے مختلف ہے، یہ کسی اور شخص کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ شیرانی صاحب نے ایک مضمون لکھا تھا ملاّ دو پیازہ سے متعلق، جو مقالاتِ شیرانی جلدِ نہم میں شامل ہے، اُس میں انھوں نے لکھا ہے:

''محمد صادق، شاہ جہاں کے عہد کا ایک نہایت ممتاز مصنّف

اور مورّخ ہے، اُس کی تاریخ صبحِ صادق اور طبقاتِ شاہ جہانی ...... نہایت مشہور ہیں۔ یہی مصنف ایک اور ضخیم کتاب شاہدِ صادق نامی کا بھی مصنف ہے۔ شاہدِ صادق میں متعدد موقعوں پر ملاّ دو پیازہ کے ''النامہ'' کے حوالے اور اقوال ملتے ہیں۔ میرے پاس جے مل تھار کی ایک بیاض ہے جو ۱۰۶۲ھ و ۱۰۶۷ھ میں نقل ہوئی ہے۔ اِس بیاض میں دو پیازہ کا 'النامہ' موجود ہے جو خود جے مل کا نقل کردہ ہے'' [ص ۲۹۵]۔

شیرانی صاحب نے ایک حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ ''النامہ'' کا نام 'مرآت المضحکین' ہے'' [ایضاً ص ۲۹۶]۔ ظاہر ہے کہ اِسے کلیاتِ جعفر میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں، کلکتہ، آزاد اور برکن میں یہ ''اَل نامہ'' شامل نہیں [1]

## نظم

رضا۲ میں ص ۹۰ پر ایک مخمّس ہے، جس میں اکیس بند ہیں [یہ مخمّس کلامِ جعفر کے کسی دوسرے نسخے میں شامل نہیں]۔ پہلا بند:

جب میں سنا کہ بیاہ رچاتے ہیں شیخ جیو     نسبت کو اپنی آپ ڈھنڈھاتے ہیں شیخ جیو
مشاطوں کو گھر سے بلاتے ہیں شیخ جیو     سنّ شریف اُن سے چھپاتے ہیں شیخ جیو
جانا کہ مسخرے ہیں، کہاتے ہیں شیخ جیو

---

[1] یہ اَل نامہ بہت دل چسپ ہے، تفہیم سے اِس کے بعض الفاظ نقل کیے جاتے ہیں:
الگدا: خوانِ یغما۔ الفرشتہ: چغلِ مخفی۔ الخوش دامن: جاسوسِ نزدیکی۔ المحتسب: آلتِ قاضی۔ النجران: قحبۂ بے خریدار۔ المقتدی: کون پرست۔ المسجد: گوزگاہِ مسافراں۔ الوکیل: مجتہدِ دروغ گو۔ الرّوپیہ: قاضی الحاجات۔ الخلخال: پاسبانِ کُس۔ الصائم الدہر: کُسِ بیوہ زناں۔ القائم اللّیل: کیرِ مجرداں۔ القانون گو: چغلِ موروثی۔ الطالب علم: نقارۂ خدا۔ الرّوسیاہ: کُسِ کہنہ۔ الصوفی: گردابِ فریب۔ المفلس: کانِ تصوف۔ الافغان: تودۂ جہالت۔ المجاور: کُسِ بے حیا۔ الہمشیرہ: عیب دانِ موروثی۔

یہ مخمّس جعفر کا نہیں، سودا کا ہے اور اُن کے نول کشوری کلیّات میں موجود ہے۔ ڈاکٹر شمس الدّین صدّیقی کے مرتّب کیے ہوئے کلیّاتِ سودا [ناشر: مجلسِ ترقّیِ ادب، لاہور] میں بھی یہ مخمّس شامل ہے، اِس پر یہ حاشیہ لکھا گیا ہے: ''سب نسخوں میں شامل۔ ۱۱۷۴ھ سے پہلے کی تصنیف۔ نسخہ حبیب میں موجود ہے''۔ [نسخہ حبیب سے مراد ہے نسخہ مخزونہ شروانی کلکشن، آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ]۔ اِس نسخے میں اُنتیس بند ہیں، مرتّب نے حاشیے میں مزید کئی بندوں کا حوالہ دیا ہے۔ مختصر یہ کہ اِس مخمّس سے جعفر کا کچھ تعلّق نہیں، بلاشبہ یہ سودا کا ہے۔ [ہاں، نول کشوری نسخہ، کلیّاتِ سودا اور کلیّاتِ سودا مرتّبہ شمس الدّین میں ردیف ''شیخ جی'' ہے]۔

---

''بھوت بڈارنامہ'' کے عنوان سے ایک مخمّس کلامِ جعفر کے کچھ موخّر نسخوں [مثلاً علوی، بمبئی، نعیم] میں ملتا ہے۔ [نعیم میں ''بھوت پڈارنامہ'' ہے]۔ اِس میں سترہ بند ہیں۔ پہلا بند:

ورد پڑھ نادِ علی، راکس و پتال کو باندھ ورد پڑھ نادِ علی، جن دگرولال کو باندھ
ورد پڑھ نادِ علی، بھیروں و گھڑیال کو باندھ ورد پڑھ نادِ علی، پھولوں کے سربال کو باندھ
ورد پڑھ نادِ علی، لے خرِ دجّال کو باندھ

درمیان کا ایک بند:

شیرِ مرداں سے ڈریں بیر، بلی و ہنونت دوزباں تیغِ علی شہ سے پلنگا ہے ڈرنت
نامِ دلدل سے ہووے قلعۂ لنکا تھرنت خاک ہو دیو، جو ہو صورتِ ہاتھی کے مہنت
ورد پڑھ نادِ علی، بھونیاں بھوپال کو باندھ

آخری بند:

کیوں نہ جعفر ہو ثنا خوانِ شہِ حیدر کا صدقِ باطن سے ہوا خاکِ درِ خیبر کا
ہے نہ وسواس اِسے بھوت و سیہ اژدر کا روز و شب یاد رکھے نام علی حیدر کا

یہ مخمس کسی قدیم نسخے میں نہیں، انتہا یہ ہے کہ لندن ا میں بھی نہیں۔ اِس کی زبان صاف طور پر بتاتی ہے کہ یہ نہ جعفؔر کی تصنیف ہے اور نہ عہدِ جعفؔر کی۔ بعد کے زمانے کی چیز ہے۔ یہ خالصتاً الحاقی نظم ہے۔ غالباً یہ مخمس اُسی جعفؔر کا ہے جس کا مندرجۂ ذیل مسدس ہے۔

اِسی عنوان ''بھوت بڈارنامہ'' کے تحت اُس مخمس کے بعد ایک مسدّس ملتا ہے۔ یہ بھی کسی قدیم نسخے میں نہیں، صرف کچھ موخر نسخوں (علوی، بمبئی، نعیم) میں ملتا ہے۔ اِس میں بارہ بند ہیں۔ پہلا بند:

هو بید سے باہر، تو اِسے چھوڑ کے چل جا　　باندھوں گا عبث بھاگ، مرے آگے سے ٹل جا
کر اور کسی آدم و حیواں پہ عمل، جا　　اب آ تو کہا مان، شتابی سے نکل جا
بسم اللہ الحمد کی برکت سے نکل جا
یا شیشے میں ہو بند، نہیں آگ میں جل جا

آخری دو بند:

گھیرا ہے تجھے میں نے، لے آئے خرِ ملعوں　　شدّاد و یزید و شمر و بخت سیہ دوں (کذا)
مجھ ورد کا اب غلبہ ہوا ہے دلِ محزوں　　کیوں کانپتا ہے آ و نکل مفسدِ بدگوں
بسم اللہ الحمد کی برکت سے نکل جا
سر پانو سے گر آگ میں، چل خاک ہو، جل جا

ہے جعفرِ مسکیں کو ثنا خوانیِ حیدر　　بس صدق و صفا سیتی ہے مداحِ قلندر
ہوتا نہ وہم مجھ کو طفیلِ شہِ خیبر　　اے عالم جنّات بحق آلِ پیمبر (کذا)
بسم اللہ الحمد کی برکت سے نکل جا
بیمار کے رخ رنگ کو صحت سے بدل جا

اِس مسدّس کا بھی وہی احوال ہے، جو اُس مخمس کا ہے۔ یہ دونوں نظمیں جعفؔر تخلص کے کسی دوسرے شاعر کی مشقِ سخن کا نتیجہ ہیں۔ کلامِ جعفؔر زٹلی سے اِن کا کچھ تعلق، کچھ

واسطہ نہیں۔ یہ قطعی طور پر الحاقی نظمیں ہیں۔

---

کچھ موخر نسخوں (مثلاً علوی، بمبئی، نعیم) میں "کچھوا نامہ" کے عنوان سے ایک مخمس ہے جس میں ۳۳ بند ہیں۔ یہ کسی بھی قدیم نسخے میں موجود نہیں۔ اِس کی زبان اور بیان کا وہی احوال ہے جو محولہٗ بالا مخمس اور مسدّس کا ہے۔ یہ قطعی طور پر الحاقی کلام ہے۔ یہ مخمس بھی اُسی "جعفر" کا ہے جس نے مندرجہٗ بالا مخمس اور مسدّس کہا ہے۔ آخری بند ہے:

جعفر بچارا سیّد مجروح پاے لنگ　　اخلاص مند سیّد کیا شیخ ہے بتنگ (کذا)
ہوتا ہے مارے فکر کے کرکوں بے درنگ (کذا)　　سب کی خوشی کو کھودا ہے یاقوتِ دل زسنگ
امید وارِ گُل ہے علی کے چمن ستی

یہی ایک بند یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ اِس کی زبان اور بیان کا جعفر سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ بعد کے زمانے کے کوئی "سیّدِ مجروحِ پاے لنگ" جعفر ہیں۔ تخلص کے اشتراک سے دھوکا کھا کر، ایک کا کلام دوسرے کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا گیا۔ اِس مخمس کا پہلا بند ہے:

کہتا ہوں کچھوے نامے کو نادر سخن ستی　　سن مرحبا کہو گے مجھے اس بچن ستی
مشہور ہے یہ بات کفوے زمن ستی　　کچھوے کو شیخ جی نے دغا دی تھی فن ستی
تس کا کروں بیان، سنو جان وتن ستی

---

لندن ا میں ص ۹۳ پر ایک نظم عنوان کے بغیر ہے۔ یہی نظم بمبئی میں ص ۱۲۷ پر ہے اِس عنوان کے ساتھ: "دربیانِ زنِ خود گوید"۔ اِس میں سولہ شعر ہیں۔ پہلا شعر:

پیر محمد صالح سائیں　　جھوٹے بولوں ڈھول بجائیں

درمیان کے چند شعر:

ہاتھی ہوکر پیلن لاگی　　چھینا جھپٹن کھیلن لاگی

گاری دے کر مارن کودی ایسی جورو گدھوں چودی

کہہ کر میرا پکڑا آگا تب تو میں جب تڑپھن لاگا

ہے ہے بی بی چھوڑ، میں بولا تب اُن چھوڑا میرا لولا

آخری شعر:

سوچ نہ کر اب جعفؔر پیارے بگڑی بات خدا ہی سنوارے

میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی جعفؔر ''سیّدِ مجروحِ پاے لنگ'' ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے، یا کوئی اور ہیں۔ زبان و بیان سے خیال ہوتا ہے کہ وہی ہوں گے۔ زبان و بیان کے لحاظ سے جیسی وہ نظمیں ہیں، ویسی ہی یہ بھی ہے۔ لندن ۱ اور بمبئی کے سوا یہ مجھے کسی اور نسخے میں نہیں ملی۔ جعفر زٹلی سے اِس کا کچھ تعلق نہیں۔

---

لندن ۱ میں ص ۸۷ پر ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے: ''تعریفِ میر صاحب گفتہ اند''۔ بمبئی میں یہ نظم ص ۱۲۳ پر ہے، وہاں اِس کا عنوان ہے: ''قصیدہ در تعریفِ غلام محی الدین صاحب''۔ پہلا شعر:

میر صاحب غلام محی الدین نامِ تو در جہانِ فیض و یقیں

آخری شعر:

ہر کہ بر دولتِ تو آہ کند روے او را خدا سیاہ کند

درمیان کے دو شعر:

لولہ و لنگڑہ را توئی غم خوار ٹوٹہ و پھوٹہ را توئی دلدار

اونٹ در چشمِ ہمتت مکڑی فیل چوں بھیڑ و اسپ چو بکری

لندن میں پندرہ شعر ہیں، بمبئی میں بارہ شعر ہیں۔ یہ نظم کسی اور نسخے میں نہیں۔ یہ واضح طور پر الحاقی ہے۔ اِسے شاملِ کتاب نہیں کیا گیا۔

---

لندن ا میں ص ۶۴ پر ایک تضمین ہے جس میں کریما کے چند مصرعوں پر مصرعے لگائے گئے ہیں۔ پہلا شعر:

کہا خانِ دوراں نے جے سنگھ سے جا کریما ببخشائے برحالِ ما

لندن ا میں کوئی عنوان نہیں۔ یہ نظم لندن ۲ میں بھی ہے اور وہاں اِس کا عنوان ہے: ''سوال جوابِ خان دوراں با راجہ جے سنگھ در مصالحتِ مرہٹہ گفتہ''۔ موخر نسخوں میں سے یہ بمبئی اور نعیم میں ہے۔ بمبئی میں تو یہ شاید لندن ا سے منقول ہوئی ہوگی اور نعیم میں صراحت کر دی گئی ہے کہ یہ لندن ۲ سے منقول ہے۔ اِس طرح اصل ماخذ ایک ہی قرار پاتا ہے، یعنی لندن ا۔ اِس میں لفظوں کو جس کم سوادی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، وہ یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ نظم جعفر کی نہیں۔ مثلاً چند شعر نقل کیے جاتے ہیں:

| | |
|---|---|
| صلح مرہٹہ سے کرے نابکار | مباش ایمن از بازیِ روزگار |
| کیا میں نہ کچھ فوج کا بندوبست | چہل سال عمرِ عزیزت گذشت |
| دینا چوتھ کا تم کرو اختیار | کہ مرد از سخاوت شود بختیار |
| جو اُن سے لڑائی ادا می کنی | خطا می کنی و خطا می کنی |
| ہر آنکس کند مرہٹے سے فساد | دہد خرمنِ زندگانی بہ باد |
| نذر کرد شمشیر تا میر باش | بہ لطف و سخاوت جہاں گیر باش |

اِس نظم میں بیس شعر ہیں۔ یہ واضح طور پر الحاقی ہے۔

---

نعیم میں ص ۱۷۳ پر ایک نظم بہ عنوانِ ''لشکر گہی نامہ'' ہے۔ مرتب نے یہ نہیں بتایا کہ یہ نظم اُن کو کہاں ملی۔ میرے سامنے جتنے نسخے ہیں، یہ اُن میں سے کسی میں نہیں۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے، جو خاصا کم استعداد ہے، جعفر کی نظم ''در بیانِ نوکری'' کو سامنے رکھ کر کچھ شعر بنا لیے ہیں۔ اِس میں اُنتیس شعر ہیں۔ چند شعر نقل کیے جاتے ہیں لفظ بہ لفظ اُسی طرح جس طرح وہ نعیم میں ہیں]:

اوپر جھڑی تل کیچ ہے، خرجی نگاہوں بیچ ہے — ہندو کی آئی میچ ہے، لشکر گہی کا ذوق ہے
آٹا جو پایا بیر کا، سو بھی رُپیّا سیر کا — پانی جو پایا جھیر کا، لشکر گہی کا ذوق ہے
روٹی پکائی کھاٹ کی، تلوار باندھی کاٹھ کی — جوتی جو پہری ٹاٹ کی، لشکر گہی کا ذوق ہے
سب لوگ ٹھاڈھے عرض کوں گھر گھر پھریں پے عرض کوں — کوئی نہ پاوے مرض کوں، لشکر گہی کا ذوق ہے
جب دوڑ کر سب اٹھ چلے، اسوار بیٹھے ہی گلے — ٹٹوا بچارا نا ہلے، لشکر گہی کا ذوق ہے
دبلا ٹٹو چہلے دھنسے، جوں ہی گرا بازاری ہنسے — خاوند کا تو دھن پھنسے، لشکر گہی کا ذوق ہے
نفر ترسیں ہمیشہ نان کو، میاں گئے کمان کو — گھر کی جورو دوے کہاں، لشکر گہی کا ذوق ہے

مجھے بہت تعجب ہے اِس پر کہ مرتب نے اِس نظم کو کلّیاتِ جعفؔر میں کس طرح شامل کرلیا۔ اُنھوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ ''لشکر گہی کا ذوق'' کے معنی کیا ہوئے۔

---

جمبئی میں ص ۲۹ پر اور ادبیات میں ص ۱۴۲ پر ''درخواستِ شادی'' کے عنوان سے گیارہ اشعار ہیں۔ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی نوسکھیے نے یہ شعر گڑھے ہیں۔ جعفؔر کی شاعری سے اِن کا دور کا بھی تعلّق نہیں معلوم ہوتا۔ اِن دونسخوں کے سوا یہ کسی اور نسخے میں نہیں۔ چار شعر نقل کیے جاتے ہیں:

شہنشاہ نوشہ کی ہے اک عرض — عروسوں کی خدمت میں یہ بے غرض
مرے دل میں آیا کہ شادا کروں — مذکر ہوں میں، ایک مادا کروں
ہو بی بی بچی یا کہ باندی بچی — پہ شکل و شمائل میں ہووے اچھی
ہو چوڑی پیشانی، بڑھے سر کے بال — بھویں دونوں ہوں ماہِ نو کی مثال

---

لندن ا میں ص ۱ے پر ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے ''دور نامہ گوید''۔ اِس کے پہلے دو شعر یہ ہیں:

گیا اخلاص عالم سے، عجب یہ دور آیا ہے — ڈرے سب خلق ظالم سے، عجب یہ دور آیا ہے
نہ یاروں میں رہی یاری، نہ بھائیوں میں وفاداری — محبت اُٹھ گئی ساری، عجب یہ دور آیا ہے

اِس میں کُل چودہ شعر ہیں۔ یہ رضا ۱، ۲، ادبیات، علوی، بیدار، جمبئی اور نعیم میں

شامل ہے، اِن نسخوں میں اِس کا عنوان ہے: ''دستور العمل در اختلافِ زمانہ ناہنجار''۔ اِس نظم کو پڑھ کر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی کم استعداد شخص نے جعفرؔ کی نظم ''دستور العمل'' اور دوسری نظم ''در بیانِ کج رویِ روزگار'' کے انداز پر اشعار موزوں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِس کی زبان اور بیان میں ایسا کچا پن ہے کہ اِسے جعفرؔ کا کلام نہیں کہا جا سکتا۔ چند اشعار:

نہ بولے راستی کوئی، عمر سب جھوٹ میں کھوئی | اُتاری شرم کی لوئی، عجب یہ دور آیا ہے
دغل کرتے پھریں دغلے، چغل کرتے پھریں چغلے | بھگل کرتے پھریں بھگلے، عجب یہ دور آیا ہے
سپاہی حق نہیں پاویں، نت اٹھ اٹھ چوکیاں جاویں | قرض بنیوں سے لے کھاویں، عجب یہ دور آیا ہے
پھریں لونڈے بہت کونی، حویلی ڈھونڈھتے سونی | مراویں کون پھر دونی، عجب یہ دور آیا ہے
دیا کرتی رہو جانا، بھلائی سنگ لے جانا | کہے جعفرؔ پُر کھ سیانا، عجب یہ دور آیا ہے

یہ اشعار گواہی دے رہے ہیں کہ یہ جعفرؔ کا کلام نہیں۔ اِسے الحاقی کلام کے تحت رکھا جانا چاہیے۔ اِس نظم کا اصل ماخذ لندن ا ہے، جو بہت سے غیر معتبر اجزا کا مخزن ہے۔ کلکتہ، برلن، آزاد میں یہ موجود نہیں۔

---

لندن ا میں ص ۹۴ پر ایک نظم ہے جس کی ردیف ہے: کہ آخر خاک ہو جانا۔ اِس پر کوئی عنوان نہیں۔ اِس میں تیس شعر ہیں کسی کم استعداد شخص نے یا یوں کہیے کہ عوامی شاعر نے اِسے بنایا ہے۔ بعض شعر:

مقرّر ایک دن مرنا، قبر میں سخت دکھ بھرنا | الٰہی کرم توں کرنا کہ آخر خاک ہو جانا
ہزاروں شہر کے راجا، جنو مکھ چاند ہے لاجا | نقارہ موت کا باجا کہ آخر خاک ہو جانا
محمد پاک پیغمبر، خلق میں چاند سیں انور | اُنھوں پر جان بھی بل بل کہ آخر خاک ہو جانا
علی حق راہ کم عالم (کذا) کیا ان زیر سب ظالم | رہے نہیں موت میں سالم کہ آخر خاک ہو جانا
رستم سے پہلوان سارے کہ وہ سب موت سے ہارے | لحد میں کھود کر گاڑے کہ آخر خاک ہو جانا
لذت کا کھاوتے کھانا پہرتے ریشمی بانا | اُنھوں کو موت نے بھانا کہ آخر خاک ہو جانا
جنھوں گھر جھولتے ہاتھی، ہزاروں رین دن ساتھی | تنوں کوں خاک اب کھاتی کہ آخر خاک ہو جانا

یہ چند شعر ہی یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ یہ عوامی انداز کی ایک نظم ہے۔ یہ قطعی طور پر جعفر کا کلام نہیں۔ یہ بات خاص طور پر کہنے کی ہے کہ کلامِ جعفر کے جس قدر نسخے میرے سامنے ہیں، بہ استثنائے لندن ا، کسی بھی نسخے میں یہ نظم موجود نہیں۔ انتہا یہ ہے کہ نعیم میں بھی نہیں۔ لندن ا واحد نسخہ ہے جس میں [بہت سے دوسرے غیر معتبر اجزا کی طرح] یہ نظم ملتی ہے۔ مجھے اِس پر بہت تعجب ہے کہ شیرانی صاحب نے جعفر کے نمونۂ کلام کے طور پر ایسی نظم کے نو شعر لکھے ہیں [پنجاب میں اردو، ص ۲۰۱]۔ اِسی طرح جمیل جالبی صاحب نے بھی اِس نظم کے نو شعر اپنی تاریخِ ادبِ اردو میں جعفر کے احوال کے ذیل میں نقل کیے ہیں، اِن الفاظ کے ساتھ کہ جعفر نے ''معاشرے کی جیتی جاگتی تصویر اُتاری ہے'' [جلدِ دوم، حصّۂ اوّل، ص ۱۰۳]۔ جعفر سے اِس جیتی جاگتی تصویر کا کچھ تعلق نہیں، دور کا بھی واسطہ نہیں۔

---

نعیم میں ''ہجوِ مادھو داس چوکی نویس'' کے عنوان کے تحت (ص ۱۸۸ پر) آٹھ شعر ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے:

سنو مادھو الحال پھوہڑ کے بین چباوے چنے اور مٹکاوے نین

اِس شعر کو چھوڑ کر، باقی جو سات شعر ہیں وہ ہجوِ ''ذوالفقار بیگ کوتوالِ دہلی'' میں شامل ہیں۔ مرتب نے خود بھی حاشیے میں لکھا ہے کہ ''دا، و۲ میں ہجو ذوالفقار خاں میں شامل ہیں''۔ اِس کے باوجود انھوں نے اِسے ایک مختلف اور مستقل ہجو کے طور پر شاملِ کتاب کیا۔ بہ ہر طور، اِس ہجو میں جو آٹھ شعر ہیں، اُن میں سے سات شعر تو جعفر کے ہیں [جو ہجوِ ذوالفقار خاں کا حصّہ ہیں] ایک شعر، جو اِس مفروضہ ہجو کا پہلا شعر ہے، معلوم نہیں کس کا ہے۔ ہاں، یہ ہجو علوی میں بھی ہے (ص ۲۷) اور اُس کی نقل بیدار میں بھی ہے (۵۷)۔ اور کسی نسخے میں یہ نہیں ملی۔

---

لندن ا میں ص ۲۷ پر ''ہجو دیوان یار خاں گفتہ شد'' ہے۔ پُرانے نسخوں میں

سے یہ صرف کلکتہ میں ہے (ص ٦٩) اور موخّر نسخوں میں سے نعیم میں۔ نعیم میں اِس کا عنوان: ''ہجو دیوان محمد یار خاں'' اور کلکتہ میں ''در بیان ہجو دیوان نواب محمد یار خاں'' ہے۔ لندن ا میں اِس کے آٹھ شعر ہیں، یہی باقی دونوں نسخوں میں ہیں۔ پہلا شعر لندن ا سے نقل کیا جاتا ہے:

دیوانی سے تجمل ہم جا دی لگا مائی (کذا) لوٹے اوپر چڑھ بیٹھی تیری گانڈ تلے سے پھائی

سبھی اشعار کا متن اِس قدر سقیم ہے کہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتے؛ بس بعض مصرعے خوانا ہیں، جیسے یہ دو مصرعے:

(۱) جگ میں تم نے اک پیسے میں دن تھوک جو گانڈ مرائی

(۲) بیٹی تیری بارہ دواری، کون کہے وہ کنواری ہے

چوں کہ اِس کا متن پوری طرح خوانا نہیں، اِس لیے اِس کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی؛ اِسی بنا پر میں نے اِسے شاملِ کتاب نہیں کیا۔

---

لندن ا میں ''ہجوِ دائم خاں گوید'' کے عنوان سے ایک ہجو ہے، اِس میں سات شعر ہیں۔ شروع کے دو شعر:

بشنوا ے زشت روے دائم خاں عت دائم وقائم باد (کذا)

در محلّ و مکاں کہ می باشی جاے شاشیدنِ بہائم باد

یہ ہجو کسی اور نسخے میں نہیں ملی؛ اِس بنا پر اِسے کلامِ جعفر میں اعتماد کے ساتھ شامل نہیں کیا جا سکتا۔

---

لندن ا کے اِسی ورق میں شاکر خاں کی ہجو ہے بہ عنوانِ: ''ہجوِ شاکر خاں فوجدارِ ظالم گوید''۔ ابتدائی دو شعر:

بعدِ توحید (و) ثناے ذاتِ پاکِ کردگار واجب آمد ہجوِ شاکر خانِ ظالم فوجدار

بند و بستِ فوجداری ناید آرے از طمع پیش دست و پیش کارانش ہمہ در گیر و دار

درمیان کے دو شعر:

خوفِ دزداں آں چناں درحدِ ہوڈل پلول است — رنگ و بو از گُل برند و سبز زار و نوکِ خار

تھانہ داراں درمیانِ راہ تا حیران چند — جائے بنشستہ و لیکن ضبط وقتِ روزگار

چار شعر اور:

صوبہ خود مفعول و نامِ او محمد یار خاں — گہ مخنث، گہ مونث، معطی وگانڈو شعار

پس بہ شاکر خاں چہ گویم تھک داڑھی پھٹے منہ — بود ایں در خُرد سالی مغلماں را دوست دار

مطلعِ جور و جفا و منبعِ ظلم و ستم — معدنِ کین و دغا و مطرحِ شرّ و شرار

قابلِ جوتی و کھلاّ، لائقِ مکّی و لات — مائلِ ڈفو و ٹلّہ، معطیِ چوتڑ پسار

اِس میں اُنتیس شعر ہیں۔ یہ ہجو مجھے کسی اور نسخے میں نہیں ملی۔ اِس کی زبان اور بیان میں ایسا کچّا پن ہے کہ اِسے جعفؔر سے منسوب کرنا درست نہیں ہوگا، معلوم نہیں کس کی بنائی ہوئی ہے[1]۔

---

لندن ا میں ص ۸۲ پر ''ہجوِ دھرم داس'' ہے۔ یہ کسی اور نسخے میں نہیں ملی [نعیم میں بھی نہیں]۔ اِس میں بارہ شعر ہیں۔

شنو اے قلتباں (و) مردِ چنڈال — زن و دختر فروشی در پےِ مال

دھرم داس از چہ رہ گویند نامت — کہ ہستی مبتلا در چشم ......

ادھر می را اگر گویم دھرم داس — معاذاللہ زبانم گردد آماس

مبارک بادا ے کٹن، مچھندر — کہ در کونِ تو پیدا شد بھگندر

---

[1] یہ دل چسپ بات ہے کہ اِس ہجو کا آغاز جس شعر سے ہوتا ہے [جسے اوپر نقل کیا گیا ہے] اُسی شعر سے اُس نظم کا آغاز ہوتا ہے جو در تعریفِ ''سیدی ابوالقاسم خاں کوتوال دہلی'' ہے۔ اِس کا حوالہ ذرا آگے چل کر آئے گا۔

شاکر خاں سے متعلق جمیل جالبی صاحب نے تاریخِ ادبِ اردو، جلدِ دوم، حصۂ اوّل، ص ۹۳ کے حاشیے میں چند سطریں لکھی ہیں۔

کسی شخص نے جعفر کی نظم ''ہجوِ فتح علی خاں'' سے ایک مکمّل شعر اور ''فال نامہ'' سے چار مصرعے لے کر اِس ہجو کے بقیہ اشعار بنائے ہیں:

نہیں تجھ سا کہیں اوندھا منڈا سا     حرامی موت بہرا چوت کا سا

یہ اِس ہجو کا دسواں شعر ہے، مگر یہ دراصل جعفر کی لکھی ہوئی ہجو ''ہجوِ فتح علی خاں'' سے بہ لفظہٖ لے لیا گیا ہے۔ اِس ہجو کا یہ مصرع: بود در دور بیٹی چود نامت۔ فال نامے میں اِس شکل میں ہے: بود در شہر بیٹی چود نامت۔ اِسی طرح اِس ہجو کے یہ دو مصرعے: بکونت خشک کیرِ خر در آمد، مچھندر ناتھ بھگندن تو ہستی؛ بہ لفظہٖ فالنامے سے ماخوذ ہیں۔

یہ ہجو کسی ایسے شخص کی بنائی ہوئی ہے جو جعفر کی شاعری سے خوب واقف ہے۔ اِسے کلامِ جعفر میں شامل کرنا سراسر غلط ہوگا۔

---

لندن ا میں ص ۸۱ پر ''ہجوِ رائے رایاں'' کے چھے[6] شعر ہیں:

گر بہ عالم نمودِ شیطان است     ذاتِ ملعونِ رائے رایان است

کس نہ برداشت بہرۂ زیں بے فیض     شیطنت بر رُخش نمایان است

نیست از آدمیتش اثرے     نطفۂ جن و نسلِ شیطان است

ہیچ کس را نمی دہد جاگیر     یارب ایں درد را چہ درمان است

پائے باقی (کذا) نہفتہ در کسِ زن     جائے تنخواہِ مردماں آن است

روئے سگ، موئے خرس، خوک نما     اے خدا ایں چہ قسم حیوان است

یہ ہجو بمبئی میں بھی ہے (ص ۱۲۵)، بہ خیالِ غالب یہ لندن ا سے منقول ہوگی۔ کسی اور نسخے میں یہ نہیں ملی۔ ''رائے رایاں'' خطاب تھا، مآثر الامرا میں کئی رائے رایاں کا حوالہ ملتا ہے؛ مگر اُن میں سے ایسا کوئی نہیں جو کسی کو ''جاگیر'' دے سکے۔ ''ایں چہ قسم حیوان است'' بھی جعفر کی زبان نہیں معلوم ہوتی۔ اُس کی عبارتوں میں ایسے ''ان گھڑ'' ٹکڑے نہیں ملتے۔ جب تک لندن ا کے سوا (جو اصل ماخذ ہے) کوئی

معتبر ماخذ نہ ملے، اُس وقت تک اِسے کلامِ جعفر میں شامل کرنا احتیاط کے خلاف ہوگا۔

---

لندن ا میں 'ہجوِ رحمت بانو' کے عنوان سے ایک ہجو ہے جس میں بائیس شعر ہیں۔ یہ کسی قدیم معتبر نسخے میں موجود نہیں۔ موخر نسخوں میں سے بمبئی (ص ۳۹) اور نعیم (ص ۲۰۵) میں ہے۔ اِس کی زبان میں ایسا پھوہڑ پن ہے جسے جعفر کے اندازِ بیان سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوسط درجے کے کسی موزوں طبع نے بازاری انداز سے گالیاں دینے کے لیے نظم کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ شروع کے تین شعر:

سُن ری رحمت بانو پھوہڑ　　تجھ کو چودے مرزا چوہڑ
باپ اور بھائی، میا جایا (کذا)　　تیں نہیں چھوڑا چچا، تایا
ان سب سیتی سبی چدائی　　رلیاں ملیاں نئی منائی

درمیانِ ہجو کے چار شعر:

جھانٹوں کی تیں کی زنجیر　　جس میں جکڑا موٹا پیر
دھن یہ مرشد بے تدبیر　　بیٹی چودکر کھاوے کھیر
رحمت بانو کیا لکھوں تو ہے　　ایسا پیر تجھی کو سو ہے
ان گھڑ موسل کھانی تو　　دھگڑوں کی دیوانی تو

زبان اور بیان کے لحاظ سے یہ قطعی طور پر جعفر کی لکھی ہوئی ہجو نہیں معلوم ہوتی۔ یہ کسی قدیم معتبر نسخے میں موجود نہیں۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، لندن ا میں اِس میں بائیس شعر ہیں، بمبئی میں اٹھارہ شعر ہیں اور نعیم میں اُنیس شعر ہیں۔

---

لندن ا میں ص ۹۰ پر آٹھ شعر کی ایک نظم ہے: ہر حال مولیٰ شکر ہے۔ یہ اِس نسخے کے سوا کسی اور نسخے میں نہیں ملی۔ کسی نوسکھیے شاعر نے جعفر کی نظم 'نوکری کا خط

ہے'' کے انداز پر یہ شعر گڑھے ہیں۔ زبان میں کچا پن بہت ہے۔ یہ اشعار مستزاد کے انداز میں ہیں۔ شروع کے دو شعر:

صاحب سوں اتنی عرض ہے ... قرض ہے لشکر میں ایسی طرز ہے، یہ داد دینی فرض ہے
ہر حال مولیٰ شکر ہے
گھوڑے نہ بھوکوں ہل سکیں، بے نال کیسے چل سکیں لشکر سوں کیسے ٹل سکیں، ضامن کے ڈر سے ہل سکیں
ہر حال مولیٰ شکر ہے

یہ اشعار بالیقین جعفر کے نہیں۔

---

لندن ا میں ص ۶۸ پر ''گانڈو نامہ'' کے عنوان سے ایک نظم ہے، جس میں کُل دس شعر ہیں۔ یہ کلکتہ، آزاد، برلن میں موجود نہیں۔ اِس نظم کی زبان اور بیان کا احوال وہی ہے جو ''جڑنت نامہ'' یا ''ہجوِ رحمت بانو'' کا ہے۔ میری قطعی طور پر یہ رائے ہے کہ یہ جعفر کی نہیں۔ کئی موخر نسخوں مثلاً علوی میں (اور نعیم میں بھی) موجود ہے۔ اِس میں دس شعر ہیں۔ چھے ۶ شعر نقل کیے جاتے ہیں:

گانڈو جو ہے اِس دور میں، سو ہی بلند اقبال ہے
اوڑھے دوشالے، شال ہا، پانوں سے مکھڑا لال ہے
سوندھا لگاوے گات میں، نخرا کرے ہر بات میں
اوندھا پڑے ہر رات میں، کچھی اُسی کا مال ہے
جیسا مزہ ہے گانڈ میں، ایسا نہیں ہے کھانڈ میں
جو ہو مٹاپا لانڈ میں، جب گانڈ بے پر بال ہے
چسکا جسے ہو گانڈ کا، پھیپا رکھے سر لانڈ کا
جوں سنگ اینڈل سانڈ کا، یہ گنڈ مروں کا حال ہے
لونڈے ہوئے ہیں گھر بہ گھر، کھاویں نوالے تر بہ تر
بھوکے پھریں چاکر، نفر، بی بی بُرے احوال ہے

جعفؔر نہیں گنڈ مار جی، مت ڈر کہ تو ہے یار جی
رکھتا ہے تجھ سے پیار جی، یہ پیار بھی جنجال ہے

---

لندنؔ ا میں (ص ۸۴) ''بھوسڑی نامہ'' کے عنوان سے ایک نظم ہے۔ یہ آزاد، کلکتہؔ، برلنؔ میں موجود نہیں۔ موخر نسخوں میں (جیسے: رضاؔ، علویؔ، جمبئیؔ، نعیمؔ) موجود ہے۔ اِس میں کُل اکیس شعر ہیں۔ شروع کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں:

| | |
|---|---|
| سارا جگت حیران ہے اس بھوسڑی کے کارنی | جو ہے سو سر گردان ہے اس بھوسڑی کے کارنی |
| مشرق ستی مغرب تلک ہر ہر گھڑی ہر ہر پلک | در ہر طرف جولان ہے اِس 〃 〃 〃 |
| ہابیل نے قابیل کو سونپا جو عزرائیل کو | اُس بھیم پر یہ دھیان ہے اِس 〃 〃 〃 |
| ہنونت بلبیر آیا، لنکا کو لوکا لگایا (کذا) | گنگا جلی ویران ہے اِس 〃 〃 〃 |
| نل نے تجا چو دیس کو، راون نے بدلا بھیس کو | دیوان اور دیو تھان ہے اِس 〃 〃 〃 |
| ہاروت ماروت آئے کر، لٹکے کنویں میں جائے کر | یہ بات سب کے کان ہے اِس 〃 〃 〃 |
| کب ہو خدا کی بندگی، یہ تو بڑی شرمندگی | غفلت سے دن گزران ہے اِس 〃 〃 〃 |

ایک تو یہ کہ قدیم نسخوں میں سے یہ صرف لندنؔ ا میں ہے (جس میں الحاقی کلام بہت ہے) اور دوسرے اِس میں زبان اور بیان کا جو کم شاعرانہ انداز ہے، اس کی بنا پر یہ بات اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اِس کا جعفؔر سے کچھ تعلق نہیں، یہ الحاقی کلام کا جُز ہے۔

---

نعیمؔ میں ص ۱۹۸ پر غزل نما بارہ اشعار لکھے ہوئے ہیں عنوان کے بغیر۔ پہلا شعر یہ ہے:

من ترا دل دادہ ام، ہشیار باش  شوی را بگذار، با من یار باش

یہ اشعار علویؔ میں بھی ہیں ص ۳۰ پر، وہاں عنوان ہے ''زنا کارنامہ گفتہ شد''۔ جمبئیؔ

میں بھی یہی عنوان ہے۔ یہ اشعار کسی بھی قدیم نسخے میں موجود نہیں، لندن ا میں بھی نہیں، بس موخّر نسخوں میں ملتے ہیں۔ یہ واضح طور پر الحاقی کلام کے ذیل میں آتے ہیں۔ چند شعر نقل کیے جاتے ہیں، نومشقی اور زبان اور بیان کا ڈھیلا ڈھالا انداز اِنھی سے بہ خوبی معلوم ہوسکتا ہے:

پشم از کُس دور کن وز کیرِ من ۔۔۔ ایں گل و آں کیلہ گو بے خار باش
سر بہ بالیں، پاے بر دوشِ رقیب ۔۔۔ گو جہاں در چشمِ یاراں تار باش
من درے خواہم زدن در نیم شب ۔۔۔ امشب آخر بہرِ من بیدار باش
خیز و دروازہ کشا تا در روم ۔۔۔ بر زمیں غلطیدہ بہر کار باش
پاے بر دوشم بکن، کیرم بکس ۔۔۔ تا قیامت زیرِ من ہموار باش

---

## چیٹی نامہ

یہ نظم آزاد اور برلن میں موجود ہے۔ کلکتہ، لندن ا اور علوی میں موجود نہیں، نعیم اور بمبئی میں شامل ہے۔ آزاد میں کُل ۶۷ شعر ہیں۔ اِن سب نسخوں میں اشعار کا اور متن کا اختلاف بہت ہے۔ نظم کے آخر میں نو ۹ اشعار کا ٹکڑا دوسری بحر میں ہے۔ اِس نظم کی زبان میں اور بیان میں کچّا پن بہت ہے۔ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی نومشق نے مشقِ سخن کی ہے یا کسی معمولی درجے کے شاعر نے اشعار بنائے ہیں۔ اِس کی زبان اور بیان کو دیکھ کر میری یہ قطعی راے ہے کہ یہ الحاقی ہے۔ جعفر کا احوال تو یہ ہے کہ کوئی موضوع ہو، وہ کیسا ہی ہو، اُس کے ہر شعر سے پختہ بیانی، قدرتِ کلام اور مشاقی نمایاں ہوتی ہے۔ بندشیں چُست ہوتی ہیں، ڈھیلا ڈھالا پن نام کو نہیں ہوتا؛ جب کہ اِس نظم میں یہ ساری خرابیاں موجود ہیں۔ میں نے آزاد سے شروع کے اُنیس شعر نقل کردیے ہیں، اِنھی سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

چیٹی نامے کی بات سُن پیاری ۔۔۔ میں کہوں بات عشق کی ساری

عشق بازی کا میل چپٹی ہے — دن سبورے کا کھیل، چپٹی ہے
سُن دوگانا، مری دوگانا جان — چپٹی تیری کا جی رکھے ارمان
عشق تیرے نے جی کھپایا ہے — جان کو اپنی میں جلایا ہے
وقت بے وقت کی سکھاتی ہے — کیا دوگانا مجھے رجھاتی ہے
سوویں ہم تم جو سیج پر پیاری — ڈال کر ہاتھ رات سب ساری
تو رگڑ میری، میں تری اے جان — میں مسوسوں تجھے، یہ ہے ارمان
رین اندھری، کوٹھری خالی — کیا بنے ایسے وقت میں پیاری
شوقِ چپٹی رچا ہے مجھ تن میں — شوق مردوں کا مجھ نہیں من میں
کھیلیں چپٹی دوگانا، پردوں میں — ایسی لذّت کہاں ہے مردوں میں
کیا کروں مرد کو، قصائی ہے — بست پر کیر کی دُہائی ہے
مرد کے نام سے میں ڈرتی ہوں — صورتِ کیر دیکھ مرتی ہوں
مرد کھیلے، تو ناف گر جاوے — جب نکالے، تو بست کھو جاوے (کذا)
پھول پان اس کو شوق میں بھیجوں — لال جوڑا پہن کے میں رنجھوں
دیکھ بدلی میں مکھ ترا چندا — تارے ہیں چھٹکے، چاندنی پیدا
بس اندھیرے میں بجلی چمکی — کیا تری اب ازار میں پھڑکی
جب کہ پیالہ شراب کا پیوے — دن دوگانا میں کیسی کر جیوے
اے دوگانا تو رحم کر مجھ پر — بست میری کو تیں کیا ابتر

---

رضا ۱، ۲، بمبئی اور علوی میں ایک نظم کا عنوان ہے ''در صفتِ جلوسِ اعظم شاہ بعدِ عالم گیر''۔ اِس میں اُنتیس شعر ہیں۔ یہ نظم کسی بھی قدیم نسخے میں نہیں، یہاں تک کہ لندن ا میں بھی نہیں۔ موخر نسخوں میں سے نعیم میں بھی نہیں۔ رضا ۱، ۲، بمبئی اور علوی میں ہے۔ اِس نظم کی زبان اور بیان کو جعفر کے اندازِ سخن سے دور کی بھی نسبت نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی ''عوامی شاعر'' نے تُک بندی کی ہے جس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ عالم گیر کے بعد کون بادشاہ ہوا تھا۔ اِس میں دراصل سکھوں کو بہت

بُرا کہا گیا ہے نہایت درجہ مبتذل اور سخیف لفظوں میں۔ محض بہ طورِ نمونہ علوی سے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں [اُسی طرح جس طرح وہ لکھے ہوئے ہیں]:

گذشتہ عہدِ عالم گیر، اعظم شاہ آیا ہے
بہادر شاہ غازی نے پلک میں ٹل مٹایا ہے

دکن پر دھوم سے دھایا دکن پر ہاتھ مفت آیا
غصہ رجپوت پر کھایا پلٹ اجمیر آیا ہے

بھلاے بھیک کے ٹکڑے سپاہی ہو بہت اکڑے
جنگل میں جوں چلیں بکرے اگن دوزخ جلایا ہے

جپے نس دن بہت مالا کبھی بوڑھا کبھی بالا
عجب شیطان کا سالا نیا مذہب بنایا ہے

''نیا مذہب بنایا ہے'' کے تعلق سے باقی اشعار اِس قدر مبتذل ہیں کہ اُن کا نقل کرنا مناسب نہیں۔ ظاہر ہے کہ اِس نظم کا جعفؔر زٹلی سے کچھ تعلق نہیں۔ اِس کے آخری شعر میں ''جعفر'' بہ طورِ تخلّص آیا ہے۔ عین ممکن ہے یہ وہی جعفؔر ہو جس کی کئی نظمیں اِس ضمیمے کے شروع کے حصے میں زیرِ گفتگو آئی ہیں؛ مگر یہ لازم نہیں، کوئی اور شخص بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسی نظموں کے آخری شعر میں ''جعفر'' لکھ دیا گیا ہو۔ بہ ہر طور، یہ نظم قطعی طور پر جعفؔر زٹلی کی نہیں۔

---

کئی نسخوں میں ایک نظم بہ عنوانِ ''جنگ نامہ بہ وقتِ مردنِ عالم گیر'' ملتی ہے۔ یہ نسخے ہیں: لندن ۱، لندن ۲، آزاد، برلن، علوی، نعیم۔ ادبیات میں اِس نظم کے صرف چار شعر ہیں۔ پہلا شعر ہے:

اورنگ زیب جب مر گئے، نیکی جگت میں کر گئے
تخت اور چھپر کھٹ دھر گئے، آخر فنا، آخر فنا

اِس نظم میں اکیاون ۵۱ شعر ہیں۔ اِس کی زبان اور اندازِ بیان دیکھ کر میرے دل میں اِس بارے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں رہتا کہ یہ نظم اُسی شخص (جعفر) کی لکھی ہوئی ہے جس کی لکھی ہوئی نظم ''درصفتِ جلوسِ اعظم شاہ بعدِ عالم گیر'' ہے۔ ویسی ہی زبان اور ویسا ہی بیان اور وہی انداز و آہنگ جو ''عوامی شاعری'' کا ہوسکتا ہے۔ اِس کے شروع کے کچھ شعر آزاد اور نعیم سے نقل کیے جاتے ہیں؛ انھی شعروں سے زبان اور بیان کا انداز بہ خوبی معلوم کیا جا سکتا ہے:

مواخدا کی یاد میں، رکھا اورنگ آباد میں
خبریں گئیں بغداد میں، آخر فنا آخر فنا

اعظم جو آیا دھائے کر، اُمرا و اُن کے آئے کر
روئے کھڑے سب ہائے کر، آخر فنا آخر فنا

اعظم کہے سب خان کو چلتے جو ہندستان کو
مجھ شوق ہے گھمسان کو، آخر فنا آخر فنا

آگے دھرا بنگاہ کو کہتا ہے والا جاہ کو
ماروں معظم شاہ کو، آخر فنا آخر فنا

مختار خاں بندی کیا، گھربار لوٹ اُس کا لیا
صد حیف ہے اُس کا جیا، آخر فنا آخر فنا

کہتا جو باقی خان ہے گرچہ عظیم الشان ہے
قلعہ نہ دیں تا جان ہے، آخر فنا آخر فنا

آخر کے پانچ شعر:

احمد علی قنوجیا اپنا جو منہ کالا کیا
اُن نیل کا ٹیکا دیا، آخر فنا آخر فنا

اعظم عجب پیارا گیا، کام بخش بھی مارا گیا
جیسے شجاع، دارا گیا، آخر فنا آخر فنا

یہ کام بخش کم بخت تھا، اُمرا گُشی کو سخت تھا
وہ بھی عجائب رخت تھا، آخر فنا آخر فنا

تقدیر سے چارہ نہیں، تدبیر سے ہوتا نہیں
بن موت کوئی مرتا نہیں، آخر فنا آخر فنا

اے جعفرا! تو باخدا می باش باصدق و صفا
جان و دلِ خود کن فنا، آخر فنا آخر فنا

---

لندن ا (ص ۵۹) اور لندن ۲ (ص ۳۲) میں ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے: ''در تعریفِ سیدی قاسم کوتوالِ دہلی'' (لندن ا)۔ موخر نسخوں میں سے یہ نعیم میں ہے [ص ۲۸۳]۔ اِس میں ستائیس شعر ہیں۔ پہلا شعر:

بعدِ توحید و ثنائے ذاتِ پاکِ کردگار ۔۔۔ لازم آمد وصفِ عدلِ کوتوالِ شہر یار (کذا)

یہ دل چسپ بات ہے کہ دو تین لفظوں کے اختلاف کے ساتھ یہ وہی مطلع ہے جو ''ہجوِ شاکر خاں فوجدار'' میں ہے:

بعدِ توحید و ثنائے ذاتِ پاکِ کردگار ۔۔۔ واجب آمد ہجوِ شاکر خانِ ظالم فوجدار

اِن دونوں شعروں کی یکسانی اور اِن شعروں سے متعلق دونوں نظموں کی زبان اور بیان کی نوعیت یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ دونوں نظمیں ایک ہی شخص کی لکھی ہوئی ہیں۔ مطلعے کو چھوڑ کر شروع کے چار شعر لندن ا سے نقل کیے جاتے ہیں:

زانکہ اسمِ بامسمّیٰ ہست مستثنائے وقت ۔۔۔ پاک نیت، پُر شہامت، قدر قدرت، کامگار
نامِ فیض انجامِ تو سیدی محمد قاسم است ۔۔۔ فارسِ میدانِ ہمّت، حارثِ ملک و دیار
حاتم اندر بذل بزم رستم اندر ظفر و رزم (کذا) ۔۔۔ کام یاب و نیک نیت، نامور، عالی وقار
چوں دریں دارالخلافہ مقدم خیرش رسید ۔۔۔ فتنہ در کتمِ عدم شد، عدل و دیں شد آشکار

اِن کے بعد کے یہ دو شعر توجہ طلب ہیں:

بود شہرِ بادشاہِ عدل گستر، دیں پناہ ۔۔۔ در خرابی از تغافل ہائے مرزا ذوالفقار

مدّتے از علتِ سُستیِ آں ناقص عمل          درمیانِ شہر ہر سو ڈاکا بود و مار دھاڑ

اِس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ جعفر نے کوتوالِ دہلی مرزا ذوالفقار کی ہجو لکھی تھی جو اُس کے کلام میں شامل ہے۔ اِن صاحب نے (اور یہ جو بھی ہوں) نئے کوتوالِ شہر کی مدح کی، اِس امید پر:

کن مرا خوشنود بالفعل از کرامت ترت پھرت          تا ذہم فیضِ ترا در ہفت کشور اشتہار

یہ اِس مدح کا آخری شعر ہے جس سے وجہِ مدح معلوم ہو جاتی ہے۔ بہ ہر طور، ہجوِ شاکر خاں اور یہ مدحِ سیدی قاسم ایک ہی شخص کی نگارشات ہیں۔ یہ دونوں نظمیں الحاقی کلام کے تحت آتی ہیں، جعفر زٹلی سے اِن کا کچھ تعلق نہیں۔

---

لندن ا ص ۱۵ا پر یہ قطعہ ہے، یہ بمبئی میں ص ۱۲۱ پر ہے:

اک نازک تن .... وہ دور کھڑی جھانکے          ٹک پیش بیا (گفتم) اب دور کھڑی تاکے

دو چار دناں یوں ہی میں نے کیا جا جاکے          یک روز بہ دست آمد وہ یار .....

یہ کسی اور قدیم نسخے میں نہیں۔ جب تک کسی معتبر ماخذ میں نہ ملے، اِسے کلامِ جعفر میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

---

بمبئی میں ص ۲۰ پر (در وعظ و تنبیہ کے تحت) یہ قطعہ ہے۔ یہ ادبیات میں ص ۱۰ا پر ہے:

جب پلاس پھولن پر آوے          پات پات کر آپ لٹاوے

کالا منہ کر جگ دکھلاوے          تب لالن کی لالی پاوے

یہ قطعہ کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ اِسے موجودہ صورت میں شاملِ کلامِ جعفر نہیں کیا جا سکتا۔

---

کئی موخر نسخوں مثلاً علوی، نعیم میں ایک قطعہ اِس طرح لکھا ہوا ملتا ہے:

مرد علی قلی جسماع یارتہ دھر کرش کھینچ پچھاڑ آرتہ
بند ازارات تو کھولارتہ نیفہ من الچوتڑ کھسکارتہ

میں نے اِس قطعے کو شاملِ کتاب نہیں کیا، اِس وجہ سے کہ اِس کے متن کی تصحیح میں نہیں کرسکا، اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ قطعہ کسی قدیم نسخے میں موجود نہیں۔

---

بمبئی میں ص ۱۲۲ پر یہ دو شعر ''چیستان'' کے طور پر لکھے ہوئے ہیں:

چھاڑ پر مرغا پکایا دیکھے سارا گانو قسم خدا کی جھوٹ نہیں، سر پر تھے دو پانو

---

جالی تھی سو جل گئی، پر نہ جلا اک تاگا گھر دھنی کو پکڑلیا تو گھر کھڑکی سے بھاگا

یہ شعر واضح طر پر بعد کے زمانے کے کسی کے کہے ہوئے ہیں۔ جعفر سے ان کا کچھ واسطہ نہیں۔ ہاں، ادبیات میں بھی ص ۱۳ پر یہ دونوں شعر لکھے ہوئے ہیں۔

---

نسخۂ علوی، بمبئی، ادبیات کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

پہلے نام اُسی کا جانو جس نے بُل اور لنڈ بکھانو

یہ شعر کسی قدیم نسخے میں نہیں، ظاہرا الحاقی ہے۔

---

بمبئی میں ''رباعی'' کے عنوان سے یہ دو شعر لکھے ہوئے ہیں:

لالہ بر سینہ داغ چوں دارد عمر کوتاہ و غم فزوں دارد
رنگ خوب است و بوز بوں دارد یک عصا سبز زیرِ کوں دارد

یہ اشعار جعفر کے نہیں۔ محمد حسین آزاد نے آبِ حیات میں احوالِ سودا کے تحت لکھا ہے کہ جعفر نے پہلے مصرعے پر سودا سے مصرع لگانے کو کہا تھا، سودا نے تین مصرعے لگائے؛ مگر یہ حکایت آزاد کی بنائی ہوئی ہے۔ اُنھوں نے اپنے معمول کے مطابق افسانہ تراشا ہے۔ قاضی عبدالودود نے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دلائی تھی

تذکرۂ میر حسن کے حوالے سے۔ میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ ایک دن جعفر زٹلی، بیدل کے یہاں گئے۔ وہ ایک مصرعے کی فکر میں ''مصروف'' تھے۔ جعفر کے پوچھنے پر بیدل نے یہ مصرعہ پڑھا: لالہ بر سینہ داغ چوں دارد۔ جعفر نے کہا کہ اس میں سوچنے کی بات کیا ہے: چو بکے سبز زیر کوں دارد۔ تذکرۂ میر حسن کی اس روایت کے مطابق بمبئی کے منقولۂ بالا مصرعوں میں سے پہلا مصرع بیدل کا ہے، اور چوتھا مصرع جعفر کا ہے۔ آبِ حیات کے مطابق دوسرا مصرع محمد حسین آزاد کا گڑھا ہوا ہے۔ تیسرا مصرع کس کا ہے، معلوم نہیں۔

---

علوی، بمبئی، نعیم کے آخر میں کئی اشعار جعفر کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، اُن میں یہ شعر بھی ہے:

جعفر بہ کوے یار اگر بھیڑ بھاڑ ہے　　تو بھی گھسر پسر کے جلدی گھسار چشم

یہ شعر کسی قدیم نسخے میں نہیں۔ لندن ا میں بھی نہیں۔ البتہ قائم چاند پوری نے اپنے تذکرے مخزنِ نکات میں خواجہ عطا عطا کے نمونۂ کلام میں جو دو شعر لکھے ہیں، یہ شعر اُن میں شامل ہے اور اِس صورت میں:

امشب بہ کوے دوست عطا پھر بہار ہے　　تو بھی گھسر پسر کہیں در پر گھسار چشم

---

جعفر کی نظم ''بڑھاپا نامہ'' کا آغاز بمبئی اور ادبیات میں اِس شعر سے ہوتا ہے:

بہ نامِ مالکِ کلّ الملوک اب　　رقم کرتا ہوں اسبابِ سلوک اب

یہ شعر کسی بھی قدیم نسخے میں نہیں، بعد والوں کا اضافہ ہے۔ اِسی نظم کے آخری حصے میں بمبئی میں [اور ادبیات میں] دو شعر ایسے ہیں جو زیرِ بحث شعر کی طرح بعد والوں کا اضافہ ہے۔ ان دونوں شعروں کی نشان دہی متعلقہ نظم کے حواشی میں کی گئی ہے۔

---

محولہ بالا مجموعوں (علوی، بمبئی، نعیم) میں مندرجہ ذیل اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں:

ہمتِ پستِ تو از قامتِ پستت پیداست ربعِ کیر مگسِ خفتہ بہ دستِ تو عصاست

بے خایہ را ببیں چہ عجب پایہ دادہ اند مارا بجاے پایہ ہمیں خایہ دادہ اند

الٰہی اَعطِنی فی کلِّ لیلٍ فروجاً ضَیِّقاً لا شَعرَ فیھا

اِس شعر پر بہ طورِ عنوان یہ عبارت ملتی ہے: ''ہر کہ ہر شب ایں شعر را خواندہ بر خود دم کند، فراخیِ کُس بروزائد شود''۔

اِن تینوں شعروں میں سے کوئی ایک شعر بھی کلامِ جعفرؔ کے کسی قدیم نسخے میں نہیں پایا جاتا۔ بہ ہر طور کسی قابلِ اعتماد سند کے بغیر اِنھیں جعفرؔ سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

---

سکّہ زد در جہاں چو بدرِ منیر شاہ اورنگ زیب عالم گیر

کسی نے یہ حوالہ نہیں دیا کہ کس بنیاد پر اِسے جعفرؔ کا کہا ہوا سکّہ مانا جائے۔ کوئی معتبر ماخذ جب تک نہ ملے، یہ شعر کلامِ جعفر میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

---

سکّہ زد از فضلِ حق بر سیم و زر بادشاہِ بحر و بر فرّخ سیر

اِس کی سند تو موجود ہے کہ جعفرؔ نے فرّخ سیر کا وہ سکّہ کہا تھا جس پر بادشاہ نے اُس کو قتل کرادیا [سکّہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر ٭ بادشاہِ تسمہ کش فرّخ سیر] لیکن ایسی کوئی قابلِ قبول سند موجود نہیں جس کی بنیاد پر یہ مان لیا جائے کہ منقولۂ بالا سکّہ بھی جعفرؔ کا کہا ہوا ہے۔ زیادہ امکان اِس کا ہے کہ جعفرؔ نے مندرجۂ بالا سکّے کی پیروڈی کی ہو، اظہارِ غم کے طور پر، جو اُس کو بہ خیالِ غالب نوّاب ذوالفقار خاں کے قتل سے ہوا ہوگا۔

٭٭٭

# لفظیات

## (الف) نام

## (ب) امثال اور اقوال

# (ج) افعال۔ الفاظ

## افعال

## الفاظ

~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~